السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه ۔ وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم ۔ ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصلحون

خلافت راشدہ

حصہ اول

9223

مصنفہ

حضرت مولانا و بالفضل اولنا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دار الامان

میں باہتمام حاجی حافظ حکیم فضل دین صاحب طبع ہوا

۱۵ اگست ۱۹۰۴ء

بار دوم — تعداد ۸۰۰ — قیمت ۸/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈیڈی کیشن

میں اس کتاب کو مزین کرتا ہوں نام نامی سے حضرت اقدس
میرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود
(علیہ السلام) کے بہ سبب اس لانظیر خدمت کے جو جناب
ممدوح کے ہاتھ نے جدید علم کلام کی ایجاد سے دین اسلام کی
نسبت ظاہر فرمائی چنانچہ یہ خدمت بھی جو اس کتاب
خلافت راشدہ سے عیاں ہوئی ہے اسی علم کلام سے
استفاضہ کا قابل قدر نمونہ ہے۔ خدا تعالے حضرت ممدوح
ناصر و مولے ہو آپ نے اس زمانہ میں اسلام کی لاج رکھ لی ہے

(میں ہوں)
حضرت ممدوح کا ایک ناچیز خادم
عبدالکریم (سیالکوٹی)
دارالامان قادیان
۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ھ
۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء

فہرست کتب موجودہ و زیر طبع

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حاجی حکیم فضل دین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے مل سکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ	اردو	۵ر
" " چہارم تفسیر چند آیات اور رد آریہ	"	۔
سرمہ چشم آریہ۔ آریوں کے رد میں۔	"	۱۲ر
برکات الدعا	"	۲ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ و حقیقت اسلام و تبلیغ رسالت حقہ۔	عربی و اردو مع ترجمہ	ع
انوار الاسلام۔ عبد اللہ آتھم کی پیش گوئی پوری ہونے کی تفصیل و رد عیسائی	اردو	۴ر
نسیم دعوت۔ رد آریہ	"	۳ر
ستیا تن دھرم۔ رد آریہ	"	۱ر
کتاب البریۃ۔ سوانح حضرت اقدس و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا۔	"	عہ
ایام الصلح (اردو) / ایام الصلح (فارسی) دیکھو مع دلائل و پیشگوئی طاعون	" / فارسی	۸ر / ۸ر
اربعین نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ نشان صداقت مرسلین اور لوگوں کو ایک نعت کی طرف دعوۃ	اردو	۴ر
حضرت اقدس کا ریویو عبد اللہ چکڑالوی و محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر۔	"	۔
تحفہ آریہ۔ لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا۔	"	۲ر

نام کتاب	زبان	قیمت
روئداد جلسہ دعا۔ ٹرنسوال کی فتح کے لئے دعا اور حضرت اقدس علیہ السلام کا لکچر	اردو	۲ر
نور القرآن حصہ اول و دوم۔ رد عیسائی	"	۶ر
ستارہ قیصرہ (شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ)	"	۱ر
تحفہ قیصرہ (قیصرہ ہند اور اسکو دعوۃ)	"	۲ر
مجموعہ آمین حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادگان کی آمین	"	۱ر
کرامات الصادقین۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔	عربی	۸ر
حمامۃ البشریٰ۔ ثبوت وفات مسیح و رسالت خم و	عربی مع ترجمہ اردو	۸ر
سیرۃ الابدال۔ مقربین کے علامات۔	عربی	۱ر
سچائی کا اظہار۔ رد عیسائی	اردو	۱ر
نور الحق حصہ اول و دوم۔ رد عیسائی و پیشگوئی خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	عربی مع ترجمہ اردو و فارسی	۱۴ر
تحفہ بغداد۔ ایک بغدادی مولوی کے اعتراض کا جواب	عربی	۲ر
سراج منیر۔ چند پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی تفصیل۔	اردو	۴ر
درثمین اشعار تصانیف حضرت اقدس سے انتخاب۔	اردو و فارسی	۵ر
" " اشعار اردو	اردو	۱ر
حقیقۃ المہدی۔ آئینہ الامہدی کا اعلان	"	۴ر
شرائط بیعت عشرہ مع تکمیل تبلیغ و عبارت جو بیعت کے وقت پڑھائی جاتی ہے۔	"	۔
اعجاز المسیح۔ تفسیر سورۂ فاتحہ اور پیر گولڑوی کو اس کی نظیر بنانے کی تحدی	عربی مع ترجمہ فارسی	۱۲ر

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون

ضمیمہ نمبر ۱

خلافت راشدہ کی علامات اور صفات اور نتائج اعمال

صفحہ	مضمون

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ
یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا
الضَّآلِّیْنَ۝

تالیف اول کا کیا اثر ہوا

جنوری ۱۸۹۶ء میں بعض تحریکوں سے میں نے سیالکوٹ میں ایک لکچر دیا جو ۸ - اپریل ۱۸۹۶ء میں اثبات خلافت شیخین کے نام سے شایع ہوا۔ اشاعت کے چند ہی مہینوں کے بعد اس لکچر کے مفید اور موثر ہونیکی نسبت کئی خط میرے نام آئے بہت سے بزرگ شیعوں کے پاس میں نے اور میر-

دوستوں نے اسے بھیجکر ان سے چاہا کہ وہ حق جوئی اور انصاف پسندی سے اسکی تائید یا تردید کریں مگر کسی کو توفیق نہ ملی کہ کوئی ایک امر بھی اسکے ہاتھ اور قلم سے صادر ہوتا۔ لاہور کے بڑے مجتہد مولوی ابوالقاسم اور ان کے بیٹے علی حائری اپنی راہ ورسم کی تائید واشاعت میں خاص جوش اور سرگرمی دکھاتے ہیں اور نوجوان حائری آئے دن کوئی نہ کوئی رسالہ شایع بھی کرتے ہیں مگر اسکے مقابل قلم اٹھانیسے وہ بھی اپنے دوسرے ہمجنسوں کیطرح پیچھے ہٹتے رہے۔ یہ رسالہ دلیھو، تشیع پر خوفناک کاری حربہ کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ اسلئے کہ عام اور مبتذل طریق کے خلاف یہ مرد میدان قرآن کریم کے میگزین سے ہتھیار لیکر اور دل ہلا دینے والی تیاری اور اقدام سے نکلا تھا۔ غیرت اور حمیت کا تقاضا ہونا چاہئے تھا۔ کہ شیعہ اعراض کرکے خاموشی کے تاریک گوشہ میں بیٹھے نہ رہتے۔ بٹالہ کے ایک مولوی زین العابدین نے بھی اس دراز عرصہ میں کئی دفعہ دھمکی دی۔ کہ وہ اسکا جواب لکھیں گے اور کبھی یہ اظہار کیا کہ وہ لکھ بھی چکے ہیں چھپنا باقی ہے۔ مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ بٹالوی صاحب کبھی راولپنڈی کے علاقہ میں کبھی شاہ پور کے ضلع میں اور کبھی پٹیالہ کی ریاست اور دیگر مقامات میں اکثر دورہ کرتے اور سادہ دل مسلمانوں کو راہِ حق سے دور پھینکنے کی بہت کوشش کرتے ہیں ان کی اس کارروائی نے چارہ کار کیلئے بہت سے خطوط اطراف سے میرے پاس بھجوائے اور مجھے اس لکچر کو دوبارہ لکھنے اور اسپر اضافہ کرنیکی تحریک کی۔ اس نئی صورت یا تالیف ثانی کو بھی اس مقام تک پہنچا کر دو سال سے میں نے چھوڑ رکھا تھا اور اس اثنا میں مختلف امراض کے حملوں اور بعض دیگر وجوہ کے سبب سے میں اپنے مقصود کے موافق اسے اس حد تک پورا کرنے پر قادر نہ ہوسکا۔ مجھے از بس ضروری معلوم ہوتا تھا۔ اور اس وقت تک بھی دل میں بڑا جوش تھا۔ کہ **استخلاف** پر ایک مبسوط اور مستقل مضمون لکھکر اسکے ساتھ پیوند کروں جسکے بغیر یہ رسالہ اس دوسری ترقی یافتہ صورت میں بھی ناقص ہے اور اسپر مکمل نوٹ اور مادہ میرے پاس موجود بھی ہے مگر دوستوں کے اصرار اور خاصکر میرے عزیز دوست شیخ یعقوب علی کے الحاح نے مجھے مضطر کیا کہ بالفعل اسی قدر پہلے حصہ کے نام سے شایع کیا جائے۔ دلی آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکر دوسرے حصہ کو شایع کرسکوں۔ میرے برگزیدہ دوست میرے لئے خدا سے توفیق چاہیں۔ اور عقد ہمت سے دعا کریں اگر وہ حصہ مجھ سے پورا نہ ہوسکا تو یقیناً میں اپنے تئیں ابطال باطل اور احقاق حق کے فرض سے سبکدوش نہ سمجھونگا۔ اگرچہ میں کامل بصیرت اور ذوق سے جانتا ہوں کہ اس آدم کش **کوبرہ** دکفچہ دار سانپ) کو زخمی اور بیکار کردینے کے لئے یہ پتھر بھی کاری اور گراں وزن ہے مگر میں بصفا صاف اقرار کرتا ہوں کہ دوسرے حصہ کی مساعدت اور انضمام کے بغیر یہ حصہ اس قابل نہیں کہ اس خطرناک **نہاش یا خناس** کے سر کو

تالیف ثانی کی ضرورت کیوں پیش آئی

پوری طرح کچل ہی دے۔

اس کا نام خلافت راشدہ کیوں رکھا گیا

اب میں اس لکچر کو کتاب کہتا اور اس کتاب کا نام **خلافت راشدہ** تجویز کرتا ہوں۔ **اثبات خلافت شیخین** ناقص اور غلط نام تھا۔ اور تانی اور رویت سے الگ ہو کر عجلت کے مونہہ سے وہ نام رکھا گیا تھا۔ مجھے سخت اضطراب تھا۔ کہ اسکے نام رکھنے سے میں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب اور اسکے فعل بدیع کی ثابت کردہ خلافت کو کمزوری اور شبہ کا تختۂ مشق بناتا ہے۔ جب ایک ضعیف اور نادان انسان یہ دعوے کرے یا اظہار دے کہ وہ اپنے دلایل سے اسکے ثابت کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ میرا شرح صدر سے اسپر یقین اور ایمان ہے کہ ابوبکر اور آپکی جماعت کی خلافت وہ خلافت ہے۔ کہ جسپر قرآن کریم کے نصوص بیّنہ یعنے خدا کے کلام کی اور پھر اس کے متقدر اور حکیمانہ فعل یعنی کام کی ابدی مُہر لگی ہوئی ہے اور یہ خلافت ویسی ہی منصوص اور صاف صاف ہے جیسے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت۔ اسی بنا پر میں اس دوسرے نام سے محبت رکھتا اور اُسے زبان پر لاکر بہت لطف اُٹھاتا ہوں۔

میں نے اسکی تالیف میں خشیۃ اللہ کو کسقدر مدنظر رکھا

مَیں اس کتاب کے لکھنے میں پہلے بھی اور اب بھی صدق دل سے راستی کی حمایت مدِنظر رکھتا ہوں۔ مَیں نے کئی سالوں سے دن اور رات کی مختلف گھڑیوں میں خدا تعالےٰ کے حضور میں کھڑے ہونے کے ہول وہراس کو نصب عین رکھکر اس مضمون میں غور و فکر کی ہے۔ و الگداز خشوع و خضوع کے ساتھ قدوس خدا سے دُعائیں مانگی ہیں۔ کہ وہ اس راہ میں مجھے ناجائز جذبات اور بیجا طرفداری کا مغلوب ہوجانے سے محفوظ رکھے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مضمون قلب میں گزرا اور سمجھ میں آیا کہ باطل کے ابطال کیلئے یہ تیز حربہ ہے۔ مگر دقایق تقویٰ کی رعایت جو لا تقف ما لیس لک بہ علم کی نہی سے ایک مومن کے دل میں پیدا ہوتی ہے سختی سے روکتی کہ اکابر شیعہ اور سلف کی مصنّفات کو تدبّر سے پڑھنا اس کام کے لئے ازبس ضروری ہے ممکن ہے کہ کسی تیزبین خداترس نے محض حق کی خاطر اس تیرے اعتراض کی تردید میں کچھ کہا ہو۔ اس احساس نے مجھے شتابکاری اور کورانہ تعصب کی کارروائی سے قطعًا روک دیا اور اس خیال کی زکاوت کا اسقدر غلبہ ہوا کہ میں نے آیندہ بصیرت کے بغیر اس راہ میں قدم مارنے سے کنارہ کشی کا عزم کر لیا مگر مَیں اس جوش کو دیکھکر جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے دل میں ۲۵ سال سے ڈالا گیا تھا اس یقین سے سرشار تھا۔ کہ حکمت اور تقدیر کی یہ تحریک

مولوی نورالدین صاحب نے مجھے کیا مدد دی

یوں ہی فوری ابال نہیں بلکہ مقدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجھ سے کوئی بڑا بھاری کام لے میں اسقدر اصرار اور الحاح سے اپنے محسن و مخدوم **مولوی نورالدین صاحب** سے

درخواست کرتا رہا۔ کہ وہ مجھے ایسا سامان اور مواد بہم پہنچا دیں جو مجھے اس راہ میں بصیرت کیساتھ قدم مارنے کا فخر بخشے اور میں خدا اور خلق کے نزدیک اس بات کے کہنے کے قابل ہو جاؤں کہ میں نے خوب دیکھ بھال کر خدا کے رضا کے حاصل کرنے اور خلق خدا کی نصح کیلئے باطل کو باطل سمجھکر اسکی تردید اور حق کو حق دیکھکر اسکی تائید کی ہے۔ خداوند کریم مولوی صاحب کی جزا ہو۔ کہ ان کی تلاش اور کوشش سے مجھے بڑے نامی گرامی شیعہ حلی کی الفین اور کافی کلینی اور انارۃ البصائر (اس شخص نے خدا کے برگزیدوں پر وار کرنے میں ناخنوں تک زور لگایا ہے) اور دیگر کتب کے پڑھنے کا موقعہ ملا انکو پڑھنے سے مجھے اپنی پہلی تحقیقات اور عقاید اور ایمان میں بڑی قوت اور تائید ملی۔ اور اب سے میں راستی کی حمایت میں پورے سکون اور قرار اور وثوق اور جمعیت اور طمانینت اور بصیرت کیساتھ کھڑا ہوا ہوں۔ اور اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس دن کے لئے جبکہ بہت سے دل کرب اور بیتابی سے دھڑکنے لگ جائیں گے اور اعمال سے تہیدستی عرق تشویر میں ناک تک ڈوب جائیگی شفاعت اور نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

میں بہت غور اور تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ خدا کے کلام اور کام سے بہتر اس باطل کے ابطال کے لئے اور کوئی حربہ نہیں: افسوس جہاں شیعوں نے اپنے امر کا پورا مدار افسانوں اور روایتوں پر رکھا ہے۔ سنیوں نے بھی اُن کے مقابل روایت ہی سے کام لینے میں کوشش کی ہے۔ شیعوں کو تو قصوں اور روایتوں سے استدلال واستخراج کرنیکے سوا اور کوئی راہ نظر ہی نہیں آسکتی تھی۔ اسلئے کہ خدا کا کلام اور کام انہیں نزدیک آنے نہیں دیتے تھے۔ مگر افسوس اہلسنت نے بھی اسی کمزور اور کند حربہ سے کام لیا۔ جو اگرچہ شیعیت کی نسبت زیادہ تر تیز اور عمدہ جوہر کا لوہا رکھتا تھا مگر اس سے شیعیت کی رگ حیات کٹ نہ سکی۔ اور یوں ہی تھوڑی سی خراش یا خفیف سے زخم کے بعد اسمیں پھر گستاخی اور ہنگامہ آرائی کی قوت پیدا ہو جاتی۔ ہر صدی میں مسلمانوں نے اس زہریلے سانپ کا مقابلہ کیا مگر افسوس کوئی ایسا شجاع پیدا نہ ہوا جو اسکی کچلیاں نکال ہی ڈالتا۔ اس کوبرہ نے آدم کے لاانتہا فرزندوں کی ایڑیوں کو ڈس کر بیشمار خاندانوں کو خاک و خون میں ملا یا۔ مگر خدا کی حکمت اسی مہلت دیتی رہی اسوقت تک اُسے چھوڑ دیا۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ باطل بھی اپنے تمام لشکروں سمیت حق کے مقابل شکست کھا کر ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گر جائے۔

سنیوں کی غلطی سے شیعیت کو اتنی مہلت ملی

مَیں حق پوشی بنجاؤں گا۔ اگر مَیں اس موقعہ پر حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ کا ذکر نہ کروں۔ حضرت شیخ نے حلی شیعی کی کتاب منہاج الکرامہ کے جواب میں بڑی زبردست کتاب

منہاج السنۃ نام لکھی اور عجیب حملوں سے باطل کے قلعہ کو خاک میں ملایا مگر افسوس ناسپاس کی قوم نے ہاتھوں نے اس کی اشاعت کی راہ میں روکیں ڈالدیں اور خاص اور معدود لوگوں کے سوا اس سے کوئی مستفید نہ ہو سکا اور فائدہ عامہ کے لحاظ سے اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر مسلمان بادشاہ یا امرا اسکی تائید اور اشاعت کی فکر کرتے تو بہت مدت سے کم سے کم اتنا تو ہو جاتا کہ باطل وار کرنے میں چالاکی نہ دکھاتا۔ مصر کے جوانمردوں کیلئے جو پرانی پرانی قیمتی کتابوں کو چھاپ کر مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کر رہی ہیں عمدہ وقت ہے۔ کہ منہاج السنۃ کے صحیح نسخے تلاش کر کے خوب صفائی اور تنقیح کے ساتھ چھپوادیں۔ ہمارے مکرم مولوی صاحب نے مدتوں کی تلاش کے بعد دو تین نسخے بہم پہنچائے ہیں مگر افسوس وہ بھی بہت غلط اور متعدد مقامات میں ناقص ہیں۔ بہر حال حضرت شیخ الاسلام نے اسلام راستی کی تائید میں لانظیر کوشش کی۔ اللّٰهم فاطر السمٰوات والارض یا اله آدم و من بعده من النبیین و یارب محمد و اصحابه صلی الله علیه وعلیهم اجمعین اجز الشیخ عنی وعن الاسلام خیر الجزاء وارض عنه وارضه۔

ہمارا مقابلہ اسوقت دو متوازی خطوں پر یکساں چلنے والے مذہبوں سے ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے دو باطل ہیں جو شوخی اور بے باکی سے میدان میں نکل کر دلیرانہ جنگ کے دعوے کرتے ہیں۔ وہ ہیں شیعیت اور عیسویت مگر یہ خدا کے فضل کی بات ہے۔ اور در حقیقت راستی کی تائید کے لئے خدا کی غیرت کی قصداً ایسی کارروائی ہے کہ ان دونوں ملمع جھوٹوں اور ریت کے بتوں کو خدا کے کلام اور کام سے سہارا نہیں ملتا۔ عیسویت جس انسان خدا اور ناتوان بعلم مخلوق معبود کو پیش کرتی اور نجات کیلئے اس کے تجسم اور صلیب اور لعنتی موت کو فرض کرتی اور عقیدہ کے طور پر پیش کرتی ہے خدا کی پہلی کتابیں اس عقیدہ پر بنگالہ کی برسات کے قطروں کے برابر لعنت بھیجتی ہیں۔ ان کتابوں میں کوئی اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ کہ کسی نبی نے کبھی خبر دی ہو کہ خدا کسی زمانہ میں انسان کا جامہ پہن کر دنیا میں آئے گا۔ عورت کے پیٹ سے پیدا ہو گا۔ اور معمولاً ناتوان گود میں فانی دودھ سے پرورش پاکر بالآخر صلیب پر لعنتی موت سے مارا جائے گا۔ سو اس باطل کا مقابلہ بہت ہی آسان ہے اور عقلی دلایل کے وسیلہ سے بات کو دور تک لیجانے اور گفتگو کے دامن کو خواہ نخواہ پھیلانے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ اِدھر اُدھر کی خود تراشیدہ باتوں اور افسانوں کو چھوڑ کر اصل توریت کیطرف رجوع کرنا ہی عیسویت کے بت کو ٹکڑے ٹکڑے

کرنے کے لئے کافی ہے۔ بہت جلد ہی مطالبہ کیا جائے۔ اور دوسری طرف نسخ کرنا حرام کر دیا جائے
کہ توریت کے راستباز نبیوں کی تعلیم میں خدا کے تجسم اور مصلوبیت کی لعنتی موت کا ثبوت دو اور
ثابت کرو کہ کسی زمانہ میں توریت کے وارثوں میں کوئی ایسی قوم یا افراد ہوئے ہیں جنہوں نے توریت

شیعوں نے قصوں کے بدلے میں قرآن کو کیوں چھوڑا۔

سے کبھی ایسا سمجھا ہو۔ اسی طرح شیعیت اپنا سارا مدار افسانوں اور کتھا
کی کتابوں پر رکھتی ہے جن کا نام اس نے آئمہ کی روایتیں اور حدیثیں
رکھا ہوا ہے قرآن کو طرح طرح کے پیرایوں میں کم وزن کیا گیا ہے کبھی ایک پُرجوش شیعہ بعض
عثمانی کہہ کر اسے خفیف کر دیتا ہے اور اس سے سند لینے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور کبھی کوئی
بزرگ یہ کہہ کر اسکی طرف رجوع کرنا بے سود بحث سمجھتا ہے۔ کہ قرآن خدا کی خاموش اور گونگی کتاب
اور علیؓ خدا کی گویا کتاب ہے۔ اور یہ اعتقاد ظاہر کیا جاتا ہے کہ قرآن موم کی ناک ہے جدھر چاہو
پھیر لو۔ اور خدا کے نص یا سنت اللہ سے تو استدلال کرنا حرام جانتے ہیں۔ چنانچہ کافی [1] کلینی
صفحہ (۲۰۰) میں لکھا ہے کہ "مدار سارا اخبار پر ہے۔ عقلی دلائل کچھ نہیں"۔ اور حقیقت میں
ضروری تھا کہ شیعہ اس سچے حکم عدل اور نور سے فیصلہ لینے میں کوتاہی کرتے اور اسکی طرف قدم
بڑھانے کی توفیق ان سے چھینی جاتی۔ اسلئے کہ خدا کی حکمت نے قرآن کی اشاعت کا ذریعہ حضرت
ابوبکرؓ کی جماعت کو بنایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی نسبت ایسے عقیدہ کے ہوتے کیونکر ممکن تھا کہ شیعہ
فیصلہ کا سارا مدار بلکہ کچھ بھی قرآن پر رکھتے۔ سو میں خدا کے بندوں اور راستی کے حامیوں کو تاکید
کہتا ہوں۔ کہ اس قوم کے مقابل قرآن کے ہتھیار پہنکر نکلو۔ اور یقیناً یاد رکھو کہ حق کی راہ کو
ان کے تعصب سے پاک صاف کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ شیعیت کا مقابلہ مسلمانوں کو عیسویت کے مقابلہ
سے بھی زیادہ آسان ہے۔ ان دونوں کے فرضی بتوں میں تفریق کرنا سخت مشکل ہے۔ کہ ان
میں زیادہ بودا اور بہت جلد ٹوٹ جانیوالا کون سا ہے اس سے دھوکا نہ کھاؤ کہ کبھی کبھی یہ لوگ
قرآن کی آیتیں بھی پیش کرتے ہیں جیسے حلی شیعی دو ہزار آیتیں اپنے عقیدہ کی تائید میں لایا ہے میں سچ سچ
کہتا ہوں کہ دو ہزار میں سے ایک بھی اسکے باطل اور بطلان کی تائید نہیں کرتی۔ اصل بات یہ ہے کہ

---

[1] کافی کلینی میں سب سے پہلے عقل کی فضیلت میں مبسوط باب باندھا گیا ہے اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ قرآن کے سوا اور کسی
شے سے تمسک نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس خود کلینی اور اسکی قوم نے ان دونوں سچے مشیروں سے کبھی مشورہ نہیں لیا میں نے
بحمد اللہ اس تمام کتاب میں انہی دو گواہوں کی شہادت سے کیا ہے جو کچھ کیا ہے کیا مجھے توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ
یہ کوئی بھی شیعہ ان میں سے مانے گا۔ جو باطل کی کمزور تاروپود کو توڑنے کا مدعی

قرآن کی کوئی آیت تشیع کی تائید نہیں کرتی۔

عامۂ مومنین کی صفات اشتراکی طور پر جسقدر قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہیں انہیں یہ لوگ بلا استحقاق ایک فرد واحد پر جملاتے ہیں چنانچہ یہ آیت ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیرًا۔ اور اس قسم اور قبیل کی بہت سی آیتیں اُن کے بے بنیاد اور غیر معقول عقیدہ کے نزدیک ساری کی ساری بڑی وضاحت سے حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مثلاً یہ آیت ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون اس کی نسبت بڑے فخر سے انکے اگلے پچھلے دعوے کرتے ہیں کہ حضرت علی کی شان میں اُتری ہے۔ کافی کلینی اور انارۃ البصائر میں اسے گل سرسبد مانا گیا ہے اسکے ساتھ عادتاً یہ شان نزول تراشا گیا ہے کہ ایک روز حضرت علی نماز میں مصروف تھے اتنے میں ایک سایل نے کچھ مانگا۔ آپ نے اپنا ہاتھ رکوع کیحالت میں اسکی طرف بڑھایا کہ انکی انگلی سے انگوٹھی اتارلے۔ اس چند پیسوں کی انگوٹھی کا خدا نے وہ مول ڈالا کہ عرش اور فرش پر آپکی جود وسخا اور ایثار کے غلغلے بلند ہوئے۔ عجیب بیداد گر قوم ہے حضرت ابو بکر کے چالیس ہزار دینار (آجکل کے حساب سے تین لاکھ ساٹھ ہزار) کو جو مکہ کی پُر محنت اور پُر فتنہ زندگی میں اُنہوں نے اسلام کی تائید میں خرچ کئے۔ اور مظلوم غلاموں کو کفار کی غلامی کے بے رحمانہ جوئے سے آزاد کیا اور حضرت عثمانؓ کے جیش العسرت[1] کی گراں قدر امداد کو اور ایسا ہی بہت سے نازک وقتوں میں لانظیر امداد کو خاک میں ملاتے ہیں اور صریح ظلم سے ایک معمولی چھلّے کو آسمان پر چڑھاتے ہیں میرا یہ مذہب نہیں اور نہ میرا طریق ہے اور نہ کسی دانشمند محقق کا ہوسکتا ہے کہ میں انسان کے ہاتھوں کی تراشی ہوئی روایتوں اور ہوا وہوس سے آلودہ قصّوں کو حق کی رفیع الشان عمارت کیلئے بنیادی پتھر قرار دیتا ہوں میں جیسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبوت نبوت اور منجانب اللہ ہونیکے لئے خدا کے کلام اور خدا کے کام کو کافی سمجھتا اور صاف شاہد پاتا ہوں اسی طرح ایک بال بھر کی تفاوت کے بغیر خدا کے کلام اور خدا کے کام کو اسلام کے آدم اول سیدنا وحبیبنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کے آدم ثانی حضرت صدیق اور آپکی جماعت کی تائید میں بیّن شاہد اور مؤید دیکھتا ہوں۔ چنانچہ اس کتاب میں خدا کے فضل سے جابجا اس دعوے کا ثبوت دیا گیا ہے کوئی بھی حدیث کوئی روایت کوئی قصّہ اور کتھا یا بلفظ

کل مجموعے حدیثوں کے دنیا سے اُٹھ جائیں صدیقی خلافت کی تائید میں قرآن کافی ہے

دیگر کوئی بھی شان نزول دنیا میں نہ ہو۔ بخاری نہ ہو۔ مسلم نہ ہو۔ ابوداؤد نہ ہو۔ ترمذی نہ ہو۔ ابن ماجہ نہ ہو۔ اور سارے مجموعے اور مسندیں اور انکے مستدرکات سے کوئی بھی نہ ہو۔ حق اور حقیقت کو ذرہ بھر ضرر نہیں پہنچتا۔ دو گواہ

[1] اس لشکر کی تجہیز میں حضرت ذو النورین نے ایک ہزار اونٹ دیئے (منہاج السنہ) منہ

اور ابدی زندہ اور عادل گواہ بلا تبدل و تغیر موجود ہیں۔ **خدا کا کلام اور خدا کا کام** مثلاً قرآن میں خداوند حکیم نے استخلاف کا وعدہ کیا اور اٹل وعدہ کیا۔ اسپر خدا کے وجود کے ثبوت کا مدار تھا۔ اسلام کی سچائی کا مدار تہا۔ اور رسول کریم کی حقیقت کا مدار تھا۔ اسلئے کہ موسوی اور محمدی دونوں سلسلوں میں اس بڑے بھاری مادہ یعنی استخلاف کے لحاظ اور حیثیت سے پوری مشابہت اور مطابقت از بس ضروری تھی اور یہی قرآن کریم کا دعوے تھا جسے اس نے بڑی شدومد سے آیت اِنَّآ ارسلنا الیکم رسولًا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا میں اور پھر اسکی تفسیر و تائید میں واضح طور پر آیت وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الاٰیۃ میں دونوں مقاموں میں لفظ کما کے وارد کرنیسے بیان کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہونا تھا اور یہ خدا کا کلام تھا۔ یہ اسطرح پر پُورا ہوُا کہ خاتم النّبیّین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد معًا بلا فصل خدا کی رسالت و نبوت کی مسند پر حضرت ابو بکر صدیق جلوہ افروز ہوئے اور خدائے غیور قدوس حکیم کے اس ارادہ اور کامل مکمل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مرضی کی راہ میں کوئی روک پیدا نہ ہوئی۔ پاک اور پُرتاثیر ہاتھوں اور توجہات کی تربیت کردہ اور تعلیم یافتہ قوم نے خدا کے مقتدر کلام کے مقابل سر تسلیم خم کیا اور اس عجیب انسان خلیفہ بلا فصل کو سچا مورد اور حقیقی مصداق اور خلافت یا استخلاف کے مبارک سلسلہ کا پہلا بانی مانا۔ اسطرح خدا کا کلام اور خدا کا کام دونوں پورے ہو گئے مطلب یہ کہ خدا کے کلام نے وعدہ کیا اور خدا کے قادرانہ کام نے راہ سے ساری روکوں کو ہٹا کر اپنے اٹل وعدہ کے موافق حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا اگر خدا ایسا نہ چاہتا تو کون تھا جو اس سلسلہ کی بُنیادی اینٹ اس طرح رکھتا ہزاروں روکیں پیدا ہو جاتیں یہ ناعاقبت اندیش خدا کے واقعہ شدہ فعل اور ارادہ سے لڑائی کرنیوالے محبان اہلبیت بھی تو اسوقت موجود نہ ہو گئی۔ جو اس روز بد کے پیش کرنے سے قبل یعنے اپنے فرضی محبوب اور وصی مستحق کے چوتھے نمبر پر پھینکے جانے سی پیلے پہلو جس سے صدیوں اُن کے گھر گھر میں رونے اور دانت پیسنے کا ماتم پڑنا تھا۔ آخر کو اوّل اور اوّل کو آخر کر دیتے مگر نہیں وُہی ہوُا جو ہونا تھا۔

غرض خدا کا کلام اور اس کے ضمن میں خدا کا کام استخلاف کے وعدہ میں یوُں پورا ہوا۔ یہ ایک بات ہوئی۔ دوسری یا سب سے پہلی اور حقیقت میں ان سب باتوں کی بنیاد حضرت ابا بکر صدّیق کی معیت ہی۔ ہجرت کی پُرفتن گھڑی میں اور معیت غار ثور میں یہ بھی خدا کا روشن فعل تہا۔ جو نور فراست سی حصہ رکھنے والونکو اسی گھڑی سی سبق دیگیا کہ

خدا کا کلام اور خدا کے تین کام لا نظیر گواہ ہیں صدیقی خلافت کے

خادم اور مخدوم میں یا اصل اور ظل میں یا صدیق اور نبی میں کیا نسبت اور جوڑ ہے اور یہ سلسلہ دنیا میں کس ترتیب اور احسن نظام سے چلنے والا ہے۔ تیسری اور آخری اور کامل اور ساری باتوں پر خدا کے دستخط یا مہر کر دینے والی بات حضرت صدیق کا اپنے محبوب نبی کے ساتھ سونا ہے۔ یہ خدا کا تیسرا فعل ہے اب ہر ایک طالب حق غور کرے اور خدا سے ڈرنے والے خدا کیلئے گواہی دیں کہ خدا کے کلام کے موجود ہوتے اور خدا کے ان تین فعلوں کی گواہی کے مقابل کس کا دل گردہ ہے۔ کہ اس پاک سلسلہ یعنی صدیقی خلافت پر اعتراض کی زبان کھولے۔ اور کھولے بھی تو بجز لغویت اور ہرزہ درائی کے اسکے پلے کیا پڑیگا۔ ہونیوالی بات ہو چکی۔ تقدیر مبرم اپنا کام کر چکی۔ کوئی نیا خدا ہو۔ نیا نظام ہو اور پھر نئے سر رسالت محمدی کا ظہور ہو۔ اور ایک خدیجہ آپ کے نکاح میں آئے اور فاطمہ پیدا ہو اور علی کو دامادی کا فخر ملے اور اس پاک اور نمونہ کے سوا شیعیان ایران اور مومنان لکھنؤ ہوں تو ممکن ہے کہ خلافت اس نظام پر واقع ہو جائے جسکی تمنی میں شیعی مر رہے ہیں۔

میں نے اس کتاب میں رفاقت ہجرت اور معیت غار اور اکٹھی قبروں کے ہونے پر اور استخلاف کے اس طرز اور ترتیب پر جو واقع ہوئی بہت زور دیا ہے۔ میں پوری بصیرت اور صادق ایمان سے اسپر مستقیم ہوں اور ہر ایک کو جو میری سنے متنبہ کرتا ہوں۔ کہ شیعوں کے مقابلہ میں ان تیز ہتھیاروں سے کام لو۔ یہ ہتھیار قیامت تک زنگ آلود اور کند نہ ہونگے۔ پھر سوچو اور خدا کیلئے غور کرو کہ یہ ساری باتیں کیونکر ابوبکر میں جمع ہو گئیں۔ ہجرت کی رفاقت کا بھی آپکے لئے مقدر ہونا۔ غار ثور میں خاص نصرت اور الٰہی تائید اور سکینت کی معیت اور یکساں دونوں کا سفاک اعدا کی دست برد سے محفوظ رہنا پھر حضرت نبی کریم کی وفات کے بعد بلا فصل خلافت پر رونق افروز ہونا۔ اور پھر اس عالم کی آخری منزل یعنی قبر میں آپ کے پہلو بہ پہلو سونا جسکا صاف مطلب ہے۔ دوستی کے حق کو آخر دم تک نباہنا بلکہ آخر کے آخر تک بھی ساتھ نہ چھوڑنا۔ اور یار غار کی سچی صفت اور نام کو اپنے لئے مخصوص کرنا یہ ساری باتیں

سارے نشان صدق کے ابوبکر میں کیونکر جمع ہو گئے

حضرت صدیق کے ساتھ کیوں مخصوص ہو گئیں۔ کیا اتنی باتوں کا جمع ہونا ایک شخص میں اتفاقی بات ہے تو پھر یہ کیوں نہ ہوا کہ اتفاقی طور پر یہ باتیں یا ایک ہی ان میں سے حضرت علی میں جمع ہو جاتی۔ اور اسطرح عمروں کے رونے جھینکنے نہ ہوتے اور گھروں میں ماتم نہ پڑتے۔ تعجب کی بات ہے کہ بقول شیعوں کے حضرت علی کی نسبت خدا کا ارادہ پہلے سے قطعی فیصلہ کر چکا ہوا موجود۔ حضرت پیغمبر کا دلی منشا موجود۔ بلکہ خدا کا بار بار جبریل کو بھیجکر آپ کے کان کھولنا کہ دیکھنا کہیں علی کی خلافت پر زور نہ دیا تو تمہاری نبوت بھی چھن جائے گی۔ یہ سارا اہتمام

نبوت اور رسالت کا ایک علی کی وصایت کیلحاظ سے ہے۔ غرض یہ دھمکیاں موجود۔ پیاری بیوی فاطمۃ جسکا باپ پر بہت بڑا اثر تھا موجود۔ بنو ہاشم کی زبردست قوم موجود اور پھر اتفاق نہ ہوا کہ کوئی کام کی بات آپکے حق میں ہوتی۔ اور ایک عائیشہ نے سب کو نیچا دکھا دیا۔ جھوٹے ہیں۔ دھوکا کھاتے اور دھوکا دیتے ہیں۔ جو صدیقی خلافت پر ناراض ہوتے ہیں۔ خدا کا وہی ارادہ تہا۔ جو اُسنے استخلاف کی آیت میں ظاہر کیا۔ اور پھر اپنے فعل سے اس ارادہ کی تکمیل کی۔ خدا کے کلام اور فعل کے سوا اور کونسا صحیفہ ہے۔ جس سے شیعوں نے معلوم کیا کہ خدا کا ارادہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے متعلق تہا۔

میرے بہائیو ان باتوں کو خوب مضبوط پکڑو۔ اور باطل کے مقابل ان سے کام لئے جاؤ جبتک کہ باطل کے سارے پیادے اور سوار ناپید ہو جائیں۔ ہم روایتوں اور حدیثوں کو کیا کریں ان بیّن نشانوں کے مقابل وہ کونسی بات ہے جسکے ساتھ حق کے پیاسوں کے دل مطمئن ہو سکتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم شیعوں کو کہیں کہ تہاری ساری کہانیاں بے جوڑ ہیں۔ رسولِ خدا تک تو کیا خود آئمہ تک اُن کی سند متصل مرفوع نہیں پہونچتی اور وہ شوخی سے حریف مقابل کی حدیثوں پر جرح قدح کریں اور اسی قضیہ میں الجھے رہیں۔ یہانتک کہ زہریلا سانپ جسکے ہلاک کرنے کے لئے ہم مامور ہیں موقعہ پاکر کسی سوراخ میں گھس جائے۔ خدا کی محفوظ لاشریک کتاب قرآن کریم کو بڑی قوت سے پکڑو۔ اور اس کی تائید میں خدا کے لاتبدیل کام کو پیش کرو۔ یقین کرو کہ ان حربوں سے سچائی کا دشمن کبھی مقابلہ نہ کر سکیگا۔

سب سے اول ایک فہرست بناؤ جسکے دو خانے ہوں۔ ان میں عنوان جماؤ۔ منافق اور ان کی وہ صفات جو قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہیں۔

دوسرے خانہ میں مومن اور ان کی صفات۔ پھر خوب تدبر اور تفکر سے ان دونوں گروہوں کی علامات اور آیات اور افعال اور اعمال اور اعمال کے نتیجوں پر نگاہ کرو۔ اور سوچو کہ منافقوں نے کیا کیا اور اسکا کیا نتیجہ ہوا۔ اور مومنوں نے کیا کیا اور اسکا کیا نتیجہ ہوا۔ اس پسندیدہ اور معقول کارروائی سے تم صاف صاف سمجھ لوگے کہ وہ ساری محمودہ اور مرضیہ صفتیں اور علامتیں خصوصًا وعدۂ استخلاف کی آیت جلیلہ کی متضمنہ علامتیں اور صفتیں یعنی اول بلا فصل خلیفہ ہو جانا اور دین کو قدرت اور تمکن حاصل ہونا۔ اور خوف کے بعد اسلام کی حالت کا امن سے بدل جانا یعنی آنحضرت کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنہ کے سبب سے گرنے اور مرنے کے قریب پہنچ چکے ہوئے اسلام کا از سرِ نو زندہ ہونا یہ سب امہات الصفات صفتیں اپنے وسیع اور لامحدود لوازم کے ساتھ ابوبکر صدیق میں جمع ہیں۔ اور پھر آپ کے اتباع اور محبت اور وساطت اور

علامات المومنین مندرجہ قرآن حضرت صدیق پر اور آیات المنافقین ان کے مخالفوں پر راست آتی ہیں

شفاعت سے آپ کے بعد دوسروں میں پائی جاتی ہیں۔ اور تم بلا تردد سمجھ لوگے کہ منافقوں کی تمام بُری صفتیں مع سارے لوازم کے جن میں بڑی یہ ہیں ان کی تمام کارروائیوں کا حبط یعنی بے ثمر ہو جانا اُن کا اپنے منصوبوں میں نامراد رہنا۔ اور آخر مدینہ سے تتر بتر ہو کر ناکامی کے دشتوں میں آوارہ ہونا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ جلاوطن ہونا اور گمنام ہو جانا یہ سب حضرت صدیق کے مخالفوں میں جمع ہیں۔ یہ سب سے پہلا اور بہت بڑا کارگر حربہ ہے۔ جس سے شیعیت کا باطل ہرگز ہرگز جانبر نہیں ہو سکتا۔ اسپر میں نے اس کتاب میں بہت کچھ اور بحمد اللہ سیر کن لکھا ہے اگرچہ اس خصوص میں بہت تھوڑی آیتیں نقل کی ہیں مگر ایک راہ کھولدی ہے۔ اس پگڈنڈی پر چلکر تم خود بہت کچھ پیدا کرلوگے۔ اسکے بعد غار ثور اور رفاقت ہجرت کے واقعہ کو پکڑو اور مطالبہ کرو۔ کہ حکیم کتاب نے اس کا ذکر کیوں کیا ہے اور اس سے مومنوں کو کیا سبق سکھلانا مقصود ہے اور اسپر میری تفسیر کو خوب ذہن میں رکھکر خداداد جودت ذہن سے کام لو۔ اور پھر اسکے بعد موسوی اور محمدی سلسلوں کے استخلاف کی مطابقت اور مشابہت کو پکڑو اور اس نتیجہ پر پہنچکر لذت اُٹھاؤ۔ کہ موسوی خلیفہ بہادر دشمن کش یوشع بن نون کی طرح خدا کی حکمت اور قدرت نے محمدی خلافت پر حضرت صدیق کو متمکن کیا اور مثل آپ کے سپرد بہادری اور دشمن کشی کا کام ہوا۔ جو نبوت کے کذاب مدعیوں کے استیصال سے ظہور میں آیا اور اس کے متعلق ان بہت سی دلچسپ باتوں کو بیان کرو۔ اور ان سے استدلال کرو جو حضرت مرسل اللہ مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے اپنے رسایل میں تحریر فرمائی ہیں پھر اسکے بعد بڑی قوت سے حضرت صدیق اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یکجا سونے کو پیش کرو اور حق کے دشمن سے سوال کرو کہ اگر حضرت علیؑ غار ثور میں ساتھ ہوتے خلیفہ بلافصل ہوتے اور بالآخر شیخین کی طرح یا ان کی جگہ ان کی قبر حضرت رسول کریم کیساتھ ہوتی تو کیا تو خوش نہ ہوتا اور بڑے فخر سے ان امور کو پیش نہ کرتا۔ میرا دل اس بات سے لذت اٹھاتا اور ایسے خدا تعالےٰ کا بڑا حکیمانہ فعل یقین کرتا ہے کہ حضرت صدیقؓ اور آپ کے دوست اور تابع حضرت فاروق کی قبر اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر ایک ہی جگہ ہے میں اس کو ایسا سمجھتا ہوں۔ کہ گویا خدا نے دنیا کی زندگی کی ساری کارروائی کے آخری ورق پر اپنے دستخط کرکے دکھا دیا کہ اس کے نزدیک اکٹھے خواب ناز میں استراحت فرمانے والے تینوں وجود ایک ہی جوہر کے تین ٹکڑے تھے۔ زندگی میں انکے درمیان وہی نسبت تھی۔ جو آج موت کے بعد نظر آتی ہے اور خدا کا یہ فعل قیامت تک کے نزاعوں کیلئے حَکَم اور قول فصل ہے خدا تعالےٰ راضی ہو امام مالک سے اُنہوں نے کیا ہی خوب اور پر معرفت کا جواب دیا جبکہ انسے ہارون الرشید نے

پوچھا کہ ابوبکر اور عمر کی مکانت اور منزلت جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے حیات دنیا میں کیا تھی

جناب امام مالک کی تورت معرفت حضرت شیخین کی مکانت کے متعلق

کما قال یا مالک صف لی مکان ابی بکر و عمر من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الحیاۃ الدنیا فقال مکانہما یا امیر المومنین کمکان قبریہما من قبرہ فقال شفیتنی یا مالک یعنی حضرت امام مالک نے جوابدیا کہ جو انکی قبر کا قرب اور مکان حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اب ہے۔ جناب رشید نے کہا اے مالک تونے میرا کلیجہ ٹھنڈا کردیا۔ یقیناً جان لو کہ اس مطالبہ اوران دلایل کے بعد شیعوں کے ہاتھ کٹ گئے اور دعوے اور استحقاق پر کوئی دلیل ان کے پاس نہ رہی اب وہ نامردوں اور نامرادوں کی قدیم سنت کے موافق زباں درازی کا ایک سرجوش یعنی مطاعن اور معایب کا مجموعہ پیش کرینگے اور کوشش کرینگے کہ اس ناپاک راہ سے تم پر فتح پائیں کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو فدک کے دو چار پیڑ دینے سے انکار کیا اور حضرت عمر نے حاملہ فاطمہؓ کے پیٹ پر لات مار کر اسکا حمل گرادیا اور انکے گھر کا دروازہ جلادیا یا جیسے انکے بزرگ اور پیشوا حلی نے منہاج الکرامہ میں حضرت صدیق کا پہلا خطبہ نقل کرکے اسکے اس زرّین قابل تقلید فقرہ پر اعتراض کیا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے" فان استقمت فاعینونی وان زغت فقومونی" "یعنی اگر میں رسالت کی خلافت پر بیٹھکر اس راہ پر چلوں جو خدا اور اسکے رسول نے بتائی اور تیار کی ہے تو میری کارروائی میں سب معین اور ناصر ہوجاؤ اگر میں ٹیڑھا ہوجاؤں تو مجھے سیدھا کردو" اور وہ اعتراض یہی کہ جو رعیت کے سیدھا کرنے کا محتاج ہے اوران سے مدد مانگتا ہے حال آنکہ رعیت اس کی محتاج ہے وہ کیونکر امامت کے لائق ہوسکتا ہے۔

اس قسم کے اعتراض انکے متقدمین اور متاخرین کے ہیں۔ یہ سب نکتہ چینیاں وہی ہیں جو عیسائی

جزوی نکتہ چینیوں اور مطاعن کا جواب آخر خدا خود دیتا ہے۔

کل نبیوں کی نسبت خصوصاً ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کی نسبت کرتے ہیں حضرت صدیق کے اس پاک اور مبارک فقرہ کی مانند حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت استغفار ہے جو حضرت صدیق کے اس اعتراف کی طرح عبودیت کی معراج ہے اور حلی کی طرح آج عیسائی اس سے حضرت رسول کریم کی عدم قابلیت رسالت نکالتے ہیں غرض نصاریٰ نے حدیث کی کتابوں کو پڑھکر اور سیرت کی کتابوں کو دیکھکر کبھی اسپر منہ آتے ہیں کہ آپنے ابورافع اور ایسے دو ایک اور شخصوں کو خفیہ قتل کرایا۔ اور بنو قریظہ کو ظلم سے تہ تیغ کیا۔ اور مکیوں کے قافلوں پر ڈاکہ زنی کی اور ایسا ہی تعدد ازواج اور

اتخاذ سراری کے متعلق کپکپا دینے والے ناپاک الفاظ بولتے ہیں۔ ان سب جزویات اور ذاتیات کا پورا جواب جو درحقیقت تاریک اور بے اصل یا اول اور آخر سے کٹی ہوئی اور افسانہ کے رنگ میں پیش شدہ باتیں ہوتی ہیں اور سچی اور صحیح تاریخ ان کے ساتھ نہیں ہوتی یا مصالح پیش آمدہ کی پوری تاریخ ان کے ساتھ نہیں ہوتی خدا کی آخری نصرتیں اور چمکتی ہوئی تائیدیں اور کامیابی اور فتوحات ہی وہ فارق ہیں جو صادقوں اور کاذبوں میں فرق کر دیتی ہیں چنانچہ حضرت رسولکریم کو مظفر و منصور کرکے خدا تعالیٰ نے آخر سمجھا دیا کہ جیسا کہ اسکا وعدہ تھا کہ العاقبة للمتقين محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقیناً متقی اور امام المتقین تھے جو اپنے فاسق فاجر اور کافر دشمنوں پر مظفر و منصور ہوئے اور یہی حقیقی فیصلہ ہوتا ہے جس سے عیاں ہوتا ہے کہ اگر وہ نعوذ باللہ دو کاندار مال مردم خور ڈاکو اور جذبات کے بندے ہوتے جیسے کہ ظالم نصرانی کہتا ہے تو ابتدائے دنیا سے جو نصرت اور انعام راست بازوں اور منعم علیہم جماعت کو ملتے رہے ہیں انہیں بالکل وجوہ کیوں ملتے اور یہی مطلب ہے اس آیت کا انّا فتحنا لك فتحًا مبينًا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخّر الآیہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مکہ مکرمہ کی عظیم الشان فتح یعنی خدا کی یہ چمکتی ہوئی نصرت تیرے شامل حال ہوئی تو کہ یہ کامیابی اور نصرت اور تائید حق ان سب جزوی اور ذاتی نکتہ چینیوں اور مطاعن اور اعتراضوں کا ایک ہی کافی جواب ہو جائے۔ جو دشمن تیری ذات کی نسبت کیا کرتے تھے کسقدر صاف بات ہے کہ اگر ایک شخص کی تصویر ان مادوں سے تیار کیجائے جنہیں دشمن نے جمع کیا ہے اور اسکی پوری تجویز کا حلیہ دکھایا جائے یا صاف لفظوں میں اُسے یوں سمجھو کہ جو بُری صفتیں ایک نصرانی حضرت سید المعصومین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں بتاتا ہے اور ایک رذیل ترین مخلوق آپکو دکھانا چاہتا ہے اور مانتا ہے تو کیا کوئی قیافہ شناس تصور میں لاسکتا ہے کہ ایسے حلیہ کا آدمی دنیا میں دربار شہرت اور بقائے دوام کی سب سے بالادست چوکی پر جلوہ آرا ہو سکتا ہے اور پھر یہ بات کسقدر تعجب انگیز ہوگی کہ ان معمار ونکا رد کیا ہوا پتھر آخر کونے کا سر ہوتا ہے اور سب ٹکر لگانے والوں کو پاش پاش کرتا اور خدا کے تمام انعاموں اور نصرتوں کا وارث ٹھہرتا ہے اور اسکے باسامان اور متکبر دشمن جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں حق کے دشمنوں میں خطرناک مرض ناعاقبت اندیشی اور متناقض الاقوال ہونے کا ہمیشہ سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر انہیں اس طرح کہا جائے کہ ایک شخص چور۔ کمینہ طبع۔ سفلہ۔ خونخوار۔ سنگدل۔ سبک سر۔ جلد اشتعال میں آنیوالا۔ ڈاکو۔ شہوت ران غرض تمام صفات رذیلہ کا جامع ہے۔ اور پھر اُس نے ایک قوم کو تاریکی اور گمنامی کے گڑھے سے جسکے اندر صدیوں سے پڑے ہوئے تھے نکالا۔ ان کی تمام بُری عادتیں

چھوڑائیں اور فضائل سے آراستہ کرکے انہیں دنیا کا کامیاب بادشاہ بنادیا تو جھنجھلا کر کہینگے کہ غلط بات ہے ایسے شخص میں ایسا صدق اور اولوالعزمی ہو نہیں سکتی کہ ایک عظیم الشان قوم بنانے اور وہ چودہ سو سال تک اسے لاالنظیر محبوب اور پیشوا تسلیم کرے مگر پھر خود ایسی گندی اور ناپاک اور قابل شرم صفات تراش کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور کبھی نہیں سوچتے کہ اس سے کسقدر جہالت اور مکروہ تعصب کا ثبوت دیتے ہیں۔ اسی طرح کی وہ نکتہ چینیاں اور معائب ہیں جن سے شیعوں نے جلدوں کی جلدیں بھر ڈالی ہیں۔ میں نے بڑی غور سے ان کتابوں کو پڑھا ہے **تشئید المطاعن** شیعوں کی کتاب اس مضمون میں اول نمبر پر اور جامع کتاب ہے کوئی گندی گالی اور عیب اور منقصت نہیں جو حضرت صدیق اور آپ کی جماعت کیطرف منسوب نہیں کی گئی۔ ان ساری ناپاک اور قابل شرم کتابوں کا جواب جو شیعوں کے مذہب کی روح و رواں ہے وہی ہے جو ظالم سیاہ دل نصرانیوں کو حضور رسول اکرم صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی پاکذات سے دفاع کے وقت ہم دیتے ہیں کیسا شرمناک جملہ ہے جو **علامہ حلی** کے منہ سے نکلا اور کیسی ناقابل عفو جہالت کا اعتراض ہے جو اس نے کیا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ "ایسا شخص کیونکر **قابل امامت** ہوسکتا ہے"۔ اے دشمن حق جاہل وہ امام تو ہو گیا۔ خدا کے برگزیدہ رسول کی مسند پر بلا فصل بیٹھا اور تمہاری ناک پر مٹی ڈال کر بیٹھا اور خلافت حقہ کی تمام صفات جو استخلاف کی آیت میں مذکور تھیں باکمل وجوہ اسکی پاکذات میں جمع ہوئیں اور اسکے افعال نے انکا کھلا کھلا ثبوت دیا۔ اسپر بھی تو کہتا ہے کہ ایسا شخص امامت کے لائق نہیں! سوچ تو سہی تیرے اس مخالفانہ ووٹ کا ابوبکرؓ کی ذات پر کیا اثر ہوا۔ اس جہان کی کمیٹی کے حقیقی اور مقتدر پریذیڈنٹ رب آسمان و زمین نے تو اسے اپنی جگہ یا اپنے رسول کی جگہ اس زمانہ کی انجمن کا صدر مجلس یا خلیفہ بنایا اب اسکا حال بتا جسے تو لائق امامت مانتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک نالائق تو ان سارے انعامات و افضال کا جو راستبازوں کو ملا کرتے ہیں وارث ہوگیا اور تیرے زعم میں جو قابل امامت تھا۔ وہ کچھ بھی نہ ہوا۔ اور تیرے ایمان اور عقیدہ کے نزدیک حسرت اور ناکامی کی آگ میں جلتا رہا۔ خدا سے ڈر اور خوب غور کر کہ راستبازوں کی عداوت کس طرح عقل اور فراست کے نور کو تاریک کر دیتی اور سفاہت اور ناعاقبت اندیشی کے جرم کا مجرم بناتی ہے۔

> شیعوں کے مطاعن حضرت صدیق کی نسبت اور نصاریٰ کے رسول کریم کی نسبت ایک ہی دل و دماغ کے نتیجے ہیں۔

غرض اسی قسم کے اعتراض ہیں اور بیسیوں ہیں ان شیعوں نے سنیوں کی حدیثوں اور مسانید اور مجامیع اور سیرت کی کتابوں کو بڑی عرقریزی سے پڑھنا شروع کیا اور جہاں کوئی بات اپنے خیالمیں کمزوریکی

نظر آئی اسپر خوش ہوئے اور اسے نوٹ کر لیا اور اترا اترا کر کہنے لگے اور اُچھلنے کودنے لگی کہ دیکھو یہ اعتراض اور الزام ابوبکر پر آتا ہے یہ عمر پر آتا ہے یہ فلاں پر پڑتا ہے۔ اگرچہ ان کتابوں کیساتھ خامی اور بے ثبوتی کی ہزاروں بلائیں لگی ہوئی ہیں اور اکثر باتیں تمام انسانوں میں مشترک طور پر پائی جاتی۔ دوست کے نزدیک انکی ایک تاویل ہوتی اور دشمن کے نزدیک محل اعتراض ہوتی ہیں مگر ہم اس راہ کو سخت کج اور ناپاک طریق سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک وُہی فیصلہ درست ہے جسے پورے پنچ میں دو عادل بے لوث ججوں نے ناقذ فرمایا۔ وہ دو جج ہیں خدا کا کلام اور خدا کا کام جب ہم دیکھتے اور واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے وُہی حق لیا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ وُہی کام کیا جو آنحضرتؐ نے کیا وُہی نصرتیں اور آسمانی تائیدیں حاصل کیں جو آنحضرتؐ کو ملیں اور قرآن میں خلفائے راشدین کیلئے موعود تھیں اور آخر موت کے بعد آنحضرت کے سینہ سے لپٹ کر سوئے تو ہم خدا کے کلام اور خدا کے کام کے بعد پھر کس گندہ دہن موذی کی سُنیں اور اُسے کیا وقعت دیں۔

اب مَیں سمجھتا ہوں۔ کہ مَیں نے خدا کی توفیق اور حول و قوت سے اُن مناظروں کے سر سے بہت بڑا بھاری بوجھ اُتار دیا ہے جنہیں شیعوں سے پالا پڑتا ہے۔ اُنہیں ہرگز گھبرانا نہ چاہیئے کہ شیعوں کے پاس اسقدر انبارہ مطاعن کے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ اس سے زیادہ نہیں جو پادریوں نے آنحضرتؐ کی نسبت اور خوارج نے حضرت علیؓ کی نسبت جمع کر رکھے ہیں[1] یہی طریق فیصلہ کا حق اور صدق ہے جو مینے پیش کیا ہے۔ کہ خوب دیکھ لیا جائے کہ جو صفات رذیلہ شیعہ پیش کرتے ہیں آیا قرآن کریم میں کوئی ایسی قوم بھی مذکور ہوئی ہے جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ بالبداہت ثابت ہو جائیگا کہ ایسی صفات کا گروہ کفار اور مشرکین اور منافقین کی قوم ہے پھر یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے لوگوں کی کارروائیاں کیا تھیں اور انکا انجام کیا ہوا اور کیا یادگاریں انہوں نے پیچھے چھوڑیں۔ اور نبی اور صدیق اور شہید اور صالح یعنی منعم علیہم قوم کونسی ہے اور اُن کے کیا نشان ہیں اور وہ ابوبکر اور آپکی جماعت پر پُورے صادق آتے ہیں یا کوئی کسر باقی رہجاتی ہے اس طریق سے صاف فیصلہ ہو جائیگا کہ دشمنوں کی بے ایمانی اور بے حیائی ہے۔ جو

یہ نیا علم کلام جو ہمیں بخشا گیا ہے نصرانیت اور شیعیت کو ایک ہی وقت میں ہلاک کر دیتا ہے

---

[1] اگر ایک فریق کے نزدیک دوسرے کا پیشوا اسکے تراشیدہ مطاعن کے سبب سے مردود ٹھہر سکتا ہے تو پیش کر وہ کون ہے۔ جو مخالفوں کے اعتراضوں کا نشانہ نہیں بنا۔ اس طرح تو کوئی حق اور کسی کا حق ثابت نہ ہو سکیگا پس نبی اور خلیفہ اور امام برحق وہی ہے جسکے ساتھ قرآن کی مقرر کردہ علامات کے موافق خدا کی چمکتی ہوئی نصرتیں اور تائیدیں ہوں۔ منہ

ایسی صفات کو ان کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ کی بہت ہی سہل اور اقرب راہ ہے۔ اسپر چلنے سے باطل پاش پاش ہوجائے گا۔ اور دوبارہ ایسے سلاح پوش سپاہی سے جنگ نہ کریگا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ آج نصرانی کسی احمدی کا مقابلہ نہیں کرتا۔ اور اسکے سایہ سے اسی طرح بھاگتا ہے جیسے کہ فاروق کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ اسلیے کہ نصرانی لارڈ بشپ سے لیکر ایک بے حیثیت بازاری واعظ تک اس حربہ کو خوب سمجھتا ہے جو احمدیوں کے ہاتھ میں خدا کے برگزیدہ **مسیح موعود غلام احمد** نے دیا ہے۔ مسیح کی موت پر بحث۔ پھر مسیح کی لعنتی موت یعنی کفارہ اور صلیب پر بحث۔ اسکا تصور ہی ایک نصرانی کا دم ناک میں کر دیتا ہے میں قطعی یقین اور بصیرت سے دعوے کرتا ہوں کہ ان حربوں کے مقابل جو خدا تعالے نے خلافت راشدہ کے وسیلہ سے تیار کئے ہیں الباطل کی دوسری شاخ شیعیت بھی کبھی مقابلہ کرنیکی جرأت نہ کریگی اور جس طرح نصرانیت کا شیطان **احمدیوں** سے کوسوں بھاگتا ہے شیعیت کا خناس بھی سر من رائے کی غار میں چھپ جانے کے سوا ورے دم نہیں لے گا۔ اے میرے رب میرے مولا تیرے لئے ساری حمدیں ہیں تونے اپنے فضل و رحمانیت سے مجھ ناتواں کو نوازا۔ مجھے اپنی طرف سے ہتھیار دیکر الباطل سے مقابلہ کرنے اور اسے ہلاک کرنے کا شرف بخشا۔ اگر تیرا فضل میری دست گیری کرتا تو میں کیا اور میری بساط کیا۔ ایک نالایق ہیچ میرز۔ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا اور ہر پہلو کے لحاظ سے کمزور۔ بے علم ضعیف مخلوق۔ تیری اتھاہ حکمت کا راز کون جانے تونے صالح کی ناقہ سے کام لیا۔ موسٰے کے عصا سے کام لیا۔ نوح کی کشتی سے کام لیا۔ اور بڑا کام لیا۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور بالآخر اپنے فضل سے اس ناتواں انسان سے بھی کام لیا۔ تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں تو یہ عجیب ہے۔ اسلئے کہ وہ ظاہری جلد اور خالی ڈھچر کو دیکھتے ہیں مگر تیری نوازش اور علم کے نزدیک کوئی اچنبے کی بات نہیں اسلئے کہ تیری لطیف نگاہ باطن کے باطن میں ڈوب کر حقایق الاشیاء کو دیکھتی ہے میری روح تیری حمد سے لبریز ہے۔ مجھے تیری ذات کی قسم جسپر آشکار ہے کہ میں جھوٹی قسم نہیں کھاتا کہ اب میں زندہ ہی اسی سرور اور لذت سے ہوں جو ہر دم مجھے اس پاک طریق اور مشرب کے احساس سے حاصل ہوتا ہے جسپر میں تیرے **موعود مسیح** کی ہدایت سے قایم ہوں میرے حزن اور پریشانی اور ابتلاؤں کو تو خوب جانتا ہے قریب تھا اور دور نہ تھا کہ میں انکے دباؤ کے نیچے پس جاتا۔ اگر یہ ذوق میرے ساتھ نہ ہوتا میرا دل اس ذوق سے لبالب ہے کہ تیری پاک ذات حق ہے تیری کتاب **قرآن مجید** حق ہے تیرا برگزیدہ نبی **محمد احمد** مہبط قرآن (تیرے صلوات اور تسلیمات اسپر ہوں) حق ہے اور تیرا موعود **مسیح** اور مسعود **مہدی** غلام احمد قادیانی

حق ہے یہ ذوق مجھ سے ایک لحظہ بھی مفارقت نہیں کرتا۔ اور یہ تیرا فضل ہے۔

فالحمد للہ ثم الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون

سُنیوں کے علم کلام میں قابل افسوس کمزوری

ایک بڑا بھاری اور سخت قابل افسوس نقص شیعوں کے مقابل اہل سنت سے یہ سرزد ہوتا رہا۔ اور یوں مباحثہ کے پہلو سخت کمزور اور بے اثر رہتے اور باطل اکثر دفعہ خوش خوش اپنے مامن میں واپس چلا جاتا کہ وہ اخلاقی بزدلی کے دباؤ میں آکر شیعوں کو الزامی جواب نہ دیتے اور اگر دیتے تو بہت کمزور اور دبی زبان سے اور شیعہ بے باکی سے خدا کے قدوسیوں اور محمدی سلسلہ کے مرسلوں کو جسقدر چاہتے گالیاں دے لیتے۔ ایسے وقت میں فرض تھا کہ خوارج کے وہ سب مسکت اور دندان شکن اعتراض پیش کئے جاتے جو وہ مسلمہ کتابوں کی بناء پر حضرت علیؓ کی نسبت کرتے تھے۔ مگر افسوس نا واجب شرم نے ایسا کرنیکی جراُت نہ دلائی۔ اور ماتم کے قابل بات یہ بھی ہے کہ اکثر سُنی اگرچہ رافضی تو نہ تھے مگر کم و بیش رافضیت کے رنگ میں رنگین ضرور تھے خدا کے ابتلاء نے جس طرح شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے دل کو حضرت مسیح کی نسبت غلو اور اطراء کیطرف متوجہ کر دیا اسی طرح بہت سے سُنی حضرت علیؓ اور حسینؓ کے حق میں غلو اور اطراء کی طرف مائل ہو گئے اور اس سے بڑا عظیم الشان فتنہ دین میں پھیلا۔ اسی اطراء کا یہ بد نتیجہ ہے[1] کہ آج جبکہ خدا کی غیرت **مرزا غلام احمد مسیح موعود** علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ غلو اور اطراء کے کپڑے جو عیسٰی بن مریم کو پہنائے گئے ہیں اور جن سے لوگوں کو انکی خدائی کا دھوکا لگ گیا ہے اور اقلاً یہ کہ نصرانیوں کو اس سے اپنے شرک عظیم کی تائید اور **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں خوب مدد ملتی ہے انسے چھین کر ان کو ننگا کر دیا جائے تو کہ سب لوگ دیکھ لیں کہ وہ جسے اتنا بڑھایا گیا اور اسکے مقابل

---

[1] اور حضرت نبی اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعوے برحق سے کہ میں حسینؓ اور عیسٰی سے بڑھکر ہوں۔ مخلوق پرست غالیوں کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ حالانکہ کسقدر صاف بات تھی کہ جو تمام انبیاء کا موعود اور خاتم النبیین کے منہ سے جری اللہ اور نبی اور مرسل اور حکم پکارا گیا ہو۔ اس سے حسینؓ کو یا دوسروں کو کیا نسبت۔ منہ

سارے نبیوں کو گھٹایا گیا ہے وہ ایک انسان اور ضعیف انسان تھا اسپر نام کے مسلمانوں اور نصرانیوں میں شور پڑ گیا۔ کہ پکڑو لیجیو یہ شخص کفر بکتا ہے۔ جو خدائی خاصوں اور الوہیت کی صفات کو مسیح ابن مریم سے سلب کرتا اور دوسرے نبیوں کیطرح اسے قرار دیتا ہی سارے جہان میں ہنگامہ محشر برپا ہو گیا۔ اور اس بات کا فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا کہ حضرت مسیح کی نسبت اس قسم کا کلام کرنیسے خدا کے موعود مہدی پر نصرانی زیادہ دانت پیستے ہیں یا نام کے مسلمان۔ مگر اب خدا تعالےٰ کی مصلحت یہی ہے کہ اس مبالغہ اور اطرا کو خاک میں ملایا جائے۔ جسکے سبب سے یورپ بھر اور دنیا کا بہت سا حصہ گمراہ ہو گیا ہے خدا تعالےٰ اسوقت اسی طریق سے راضی ہے کہ ساری عزتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیجائیں جو حقیقی استحقاق ان سب عزتوں کا رکھتے ہیں اور ابن مریم سے چھین لیجائیں یہ کام صرف ان ہی لوگوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ جو خاتم النبیین کی ہتک اور بے ادبی پر تمام نبیوں کی توہین پر بلکہ خود خدا اور اس کے کلام کی بیعزتی پر راضی ہیں اور روا رکھتے ہیں۔ کہ مسیح ابن مریم کے حق میں جسقدر اطرا ہو ہو۔ لیکن خدا کی غیرت جو مدتوں سے خاموش تھی اب سخت اشتعال میں ہے اور وہ دم نہ لیگی جب تک اس بیجا غلو اور اطرا کے بت کو خاک میں نہ ملا دے۔

اب وقت آگیا ہے کہ علی اور حسین کی پرستش کی دلیری سے بیخکنی کیجائے

اسی طرح اب وقت آگیا ہے کہ ایکبار رفض کے رنگ میں رنگین سنیت کی گردن مروڑ کر صدق اور حق کی حمایت میں اخلاقی جرأت کے ساتھ الباطل کا مقابلہ کیا جائے۔ اور دکھایا جائے۔ کہ مذہب تشیع یا رفض کی تسلیم پر یہ اور یہ مفاسد اور بد نتائج مترتب ہوتے ہیں اور ثابت کیا جائے۔ کہ شیعوں کے علی اور آپکی ذریت کسقدر کمزور اور گرے ہوئے انسان اور مخذول اور ناقابل ذکر لوگ ہیں اور پھاڑ پھاڑ کر دکھایا جائے کہ کوئی علامت بھی نصرت حق اور تائید آسمانی کی آیات سے جنکا مصداق بنکر قرآن کے وعدہ کے موافق کوئی شخص موعود حق ٹھہر سکتا ہے علی اور آئمہ کے وجود میں نہیں پائی جاتی۔ یہ سلسلہ اول سے آخر تک یا یوں کہو کہ کوفہ سے سُرَّمَنْ رَأیٰ تک ناکامیوں۔ نامرادیوں مایوسیوں حسرتوں اور ناامیدیوں کا سلسلہ نظر آتا ہے جبکہ خدا کی غیرت نے ایک اولو العزم نبی عیسےٰ بن مریم (علیہ السلام) کی نسبت جائز رکھا ہے کہ ایک شرک عظیم اور ظلم جسیم کے استیصال کیلئے انکی نسبت اطراؤں کو زمین کیساتھ ہموار کر دیا جائے تو کہ پھر کبھی کوئی اوپر دیکھنے نہ پائے اور دل میں خیال ہی نہ لائے کہ وہ آسمان پر ہے اور آسمان سے اترتا ہے تو کیونکر اس کی غیرت روا نہ رکھیگی کہ شرک کی دوسری ٹانگ یعنی علیؓ اور حسنینؑ کی پرستش کو نابود

کرنے کے لیئے حق اور حقیقت سے کام نہ لیا جائے۔ ہمارے زمانہ کے تھوڑے ہی اہل سنّت ہونگے جو بصیرت سے واقف ہوں گے کہ شیعوں نے علی اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی نسبت اسقدر مبالغے کیئے اور ایسے صفات سے انہیں موصوف مانا ہے کہ خود جناب سرور کائنات اور سارے نبیوں کی بلکہ خود خدا کی عزت خاک میں ملجاتی ہے۔[له] کاش کوئی کافی کلینی پڑھکر دیکھ لے۔ اگر مجھے خدا سے توفیق ملی۔ تو دوسرے حصہ میں ان باتوں پر مفصل بحث کرونگا۔ اور پنجاب کے سُنیوں کو جو محض بیخبر ہیں اور علی پرست فقرا کے دام تزویر میں پھنسکر نادانستہ رفض کی بلا میں مبتلا ہیں۔ دکھاؤں گا کہ نصرانیت کیطرح شیعیت سخت خطرناک مذہب اور تقوے وطہارت اور راستبازی کی راہ میں ٹھوکر ہے۔ اللہ تعالے بہتر جانتا ہے اور وہ علیم بذات الصّدور ہے کہ ہم احمدی قوم سب سے زیادہ نبیوں کی عزت کرنیوالے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام سے بہت زیادہ پیار کرنے والے اور انہیں وجیہ اور صادق رسول ماننے والے ہیں اور ہم انکی بیعزتی کیونکر روا رکھ سکتے ہیں جبکہ خود ہمارا محبوب امام اور آقا انہی کے نام اور خو بو پر آیا ہے اور یہی اس کا دعوے ہے اور ایسا ہی ہم حضرت علی علیہ السّلام اور جناب حسین علیہ السّلام اور جناب حسن علیہ السلام اور جناب زین العابدین علیہ السلام اور جناب باقر اور صادق علیہما السلام کی دل سے عزت کرتے انکو خدا تعالے کے برگزیدے اور سچے خلیفے مسلم و مومن تسلیم کرتے ہیں۔ اور مجذوم اور ملعون سمجھتے ہیں ایسے دل کو جس میں اُنکا بُغض ہو۔

شیعوں کے مسلمات کی بنا پر حضرت علی پر کسقدر الزام آتے ہیں۔

مگر ہم ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسی صورت میں راست آتا۔ اور ساری کل ٹھیک بیٹھتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق علیہ السّلام کی حقیت اور صدق کو مانا جائے جب تو حضرت علی علیہ السّلام سے لیکر اس امام تک جو خدا تعالے کی نگاہ میں بزرگ اور نیک تہا سارا سلسلہ نورٌ علٰے نور ہے اور اگر شیعہ مذہب اور عقاید کو سچ سمجھا جائے تو وہی مفاسد لازم آتے ہیں جو مسخ شدہ انجیلوں اور نصارٰے کے عقاید کو ماننے سے یسوع مسیح کی ذات میں لازم آتے ہیں کہ نصرانیوں کے عقیدہ اور انجیلوں کی بنا پر تو یسوع مسیح کو معمولی انسان ماننا بھی مشکل ہے چہ جائے کہ ایسا اور ویسا مانا جائے۔ اسی طرح مذہب تشیع کو مان کر بالبداہت

له۔ چنانچہ لاہوری تابوت پرست حائری کا تازہ اشتہار وسیلۃ المبتلا پڑھکر دیکھ لو جس میں ظالم نے حسین کو تمام نبیوں پر فوق دیا اور خاتم النبیین کو اسکا محتاج ٹھہرایا ہے۔ منہ

مانناپڑتا ہے کہ جناب علی (نعوذ باللہ منہا) ڈرپوک۔ کمزور۔ تقیہ باز۔ شیخین کی حضور میں تملق کرنیوالے
ان کے مال غنیمت سے حصہ لینے کیخاطر خاموشی اور نفاق سے بسر کرنے والے اور اپنی بیوی خاتون
جنت کے اسقاط حمل پر بھی صبر کرنے والے اور ایک عرصہ دراز تک یعنی صدی کے چوتھے حصہ
تک خلافت کی حسرت میں کڑھنے والے تھے اور اسی اخلاقی کمزوری کا اثر اُن کی اولاد پر بھی پڑا
چنانچہ ایک نے چھ مہینہ تک بھی زمام سلطنت کو ہاتھ میں رکھ سکنے کی قابلیت نہ پاکر اپنے باپ کے
حریف مقابل حضرت معاویہ[1] علیہ السلام کو سلطنت سونپ دی اور دوسرا بڑی کمزوری اور کس
مپرسی کیحالت میں دشت غربت میں تباہ ہو گیا۔ اور انکے فرزند یکے بعد دیگرے حسرت اور ارمان
بھرے دل سے اُس دنیا سے رخصت ہوئے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت سے خداترس اور خداجو
دل میری ان باتوں میں خوب غور کرینگے اور سمجھ لینگے کہ میرے اس بیان سے خدا تعالےٰ کے
کسی برگزیدہ کی اہانت مستنبط نہیں ہوتی۔ اگرچہ مجھے خیال ہے کہ کئی ایسے بھی ہونگے جو نادانی
اور ناعاقبت اندیشی اور سخن نافہمی کے سبب سے چیخ اُٹھیں گے کہ یہ شخص حضرت علی اور آئمہ کی ہتک
کرنیوالا ظالم بے باک خارجی ہے مگر خدا کے سوا کون سینہ کو دیکھ سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ انکی یہ بات
اور گمان خدا کو ناراض کرنیوالا بہتان ہوگا اور میں انکی ہر قسم کی بدگمانی اور افک سے ویسا ہی
بری ہوں گا جیسے کہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام فرقہ باضیہ (خوارج) کے افک اور بہتان سے
بری تھے اور ہیں۔

غرض اس علم کلام سے جو خدا کے مسیح موعود نے نکالا ہے کوئی باطل بھی حق کے مقابل عہدہ
برآ نہیں ہو سکتا۔ اس حربہ کے چلانے میں ہمیں عیسائیوں اور شیعوں کے مقابل ایک سی مستقیم دلیری
سے کام لینا چاہیئے۔

ابن تیمیہ نے الزامی جوابوں سے کام لیا

اسجگہ مجھپر فرض ہے کہ میں اقرار کروں کہ حضرت ابن تیمیہ (رضی اللہ
عنہ وارضاہ) نے اپنی کتاب **منہاج** میں اس حربہ سے خوب کام لیا ہے اگرچہ اس کی

[1] میں نے سنا کہ ایک بخیل جناب امیر شام کے آگے علیہ السلام پڑھکر بہت برہم ہوا اور ایسا ہی اکثر سُنیوں کو بھی یہ جذام
لگا ہوا ہے۔ کہ وہ اس زمین موعود کے وارث سے دل میں بغض رکھتے ہیں افسوس ان لوگوں نے حضرت صدیق اور
آپکی جماعت کو سمجھا ہی نہیں میرے نزدیک ان سب صحابہ پر یکساں حملہ اور اس کا یکساں جواب ہے وہ بخیل التحیات
میں السلام علینا کہہ کر اپنے اوپر سلام کرتا اور تمام مسلمانوں کو السلام علیکم کہنا گوارا کرتا ہے۔ مگر ایک
غائب کی ضمیر کے لگانے سے خدا کے برگزیدہ پر سلام یعنی علیہ السلام روا نہیں رکھتا۔ منہ

تلوار کی دھار ایسی تیز اور اسکے جوہر ایسے خوشنما نہیں جیسے کہ ہمارے امام ہمام مسیح موعود علیہ السلام کی تلوار کے ہیں مگر حق یہ ہے کہ شیخ موصوف اپنے وقت میں اس طرز مباحثہ کا بانی ہی اور میری احاطہ علم میں نہیں کہ اس سے پہلے یا پیچھے کسی نے اُس جوش اور قوت اور غیرت سے قلم اُٹھایا ہو اگر خدا نے مجھے توفیق دی تو میں دوسرے حصہ میں ابن تیمیہ کی بعض باتوں سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ اگرچہ اس کتاب میں حضرت صدیق کی معیت غار کے متعلق مَیں نے دو تین مرتبہ ایک سے ایک زیادہ پُرزور اور دلچسپ مضمون لکھا ہے مگر دل نہیں چاہتا کہ اس نئے مضمون کو یہاں دیباچہ میں تحریر نہ کروں جو تین ہی روز ہوئے میرے دل میں ڈالا گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ طالبانِ حق لسے دلچسپی سے برہنہ نہ پائیں گے۔

مَیں ایک روز اس فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ کہ اگر شیعوں کے اس غلو اور اطرا کو جو حضرت علیؓ کے حق میں اُنہوں نے کیا ہے انکی مختلف عقائد کی کتابوں سے یک جا کر کے دیکھا جائے اور اُنکی زندگی کے طرز عمل اور تعبدی طریقوں کو اس سے ملایا جائے۔ اور نظر کو اور بھی وسیع کر کے بعض غلاۃ فرقوں کے عقاید کا ملاحظہ کیا جائے تو بلا تذبذب عقل قبول کر لیتی ہے کہ یہ لوگ محمد رسول اللہ کے مہبط جبرئیل ہونے اور رسول و نبی ہونے پر دل سے خوش نہیں۔ انکی تڑپ اور تمنا صاف بتاتی ہے کہ بجائے محمد رسول اللہ کے علی رسول اللہ ہوتا اور جبرئیل علی کے پاس آتا چنانچہ فرق امامیہ سے بعض غالی فرقے اسطرف گئے ہیں کہ در اصل جبرئیل خدا کیطرف سے علی کیطرف بھیجا گیا تھا۔ مگر وہ سہو سے جناب رسولکریم کیطرف چلا گیا۔ آخر اس بات سے کم سے کم اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ قلوب میں یہ مرض یا تمنا ضرور تھی۔ گر جب یہ دیکھا جائے کہ اذان میں حضرت علی کا نام زیادہ کیا گیا ہے۔ تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اس

> اذان میں حضرت علی کے نام کو داخل کرنا شیعوں کی سفاہت اور عبادت کی دلیل ہے

ساری قوم کو یہ خوفناک مرض لگا ہوا ہے اگر غور کیجائے تو ترتیب طبعی اور فطری مناسبت دو ہی ناموں کو چاہتی ہے ایک اللہ کو دوسرے محمد کو۔ اللہ کو اس لئے کہ وہ ہی معبود وہ ہی مقصود اور وُہی دعوت کی غایت و غرض ہے۔ اور محمد کو اس لئے کہ وہ ایسی جلیل القدر دعوت کا داعی ہے تیسرے کسی نام کی اس میں کہاں گنجائش ہے اور یہی دو نام خدا کی حکیم کتاب میں اور اسی طرح اذان کے کلمات جو اہل حق میں مستعمل ہیں قرآن کریم کے متعدد مقامات میں موجود ہیں اور اذان قرآن کریم سے نبوی استنباط اور دقیق اور لطیف استنباط ہے جیسے کہ اور استنباط نماز۔ زکوۃ اور دیگر امور کے متعلق حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے کیئے ہیں۔ اور یہ استنباط ایک اَور رنگ کی وحی

ہوتی ہے جو حضرت مامور کو خدا کی وحی کے فہم کے متعلق عطا ہوتی ہے باوجود اسکے ایسے احسن نظام میں جو شاہوار مروارید کی خوبصورت مالا ہے۔ ایک بے جوڑ اور غیر موزون پوت کو داخل کر دینا دانشمندی سے کسقدر دُور ہے مگر بہرحال اس سے اتنا تو نکلتا ہے کہ شیعوں کی حُب بڑے بڑے بلند تقاضے کرتی اور نزدیک نزدیک کی باتوں پر راضی نہیں ہوتی جب تک حضرت امیر کو بہت دُور تک پہنچا نہ لے۔ لیکن یہ تو خدا کا کام ہے کہ جسکا پایہ جتنا چاہے بنا دے چنانچہ وہ فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کا انتخاب ہمیشہ کیسا عجیب اور پُرحکمت ہوتا ہے جو فرق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قوٰے اور اعمال میں اور جناب علی کے قوٰے اور اعمال میں ہے وہی حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کے قوٰے اور اعمال میں ہے۔ حضرت صدیق نے بار نبوت و رسالت کو اسی غیر مذبذب کاندھے پر اُٹھایا جسپر رسول کریم نے اُٹھایا تھا۔ مگر جب دوسرے کسی کو یہ قوٰے ہی نہیں دیئے گئے تھے۔ تو بالبداہت حضرت صدیق سے اسکا مقابلہ بے سُود ہے اس سبب سے خدا تعالےٰ نے اپنی حکیم کتاب میں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کے آگے دوسرا نمونہ حضرت صدیق کا پیش کیا ہے جہاں فرمایا ہے۔

> حضرت صدیق نے بار نبوت کو اٹھایا

یا ایھا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض أرضیتم بالحیوٰۃ الدنیا الی قولہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا یعنی اے مومنو تمہیں ہوا کیا کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کو نکلنے کے لئے کہا جائے تو سستا اور بوجھل ہو کر زمین سے لگ جاتے ہو اور نکلنے میں نہیں آتے۔ کیا تم اس ورلی زندگی پر قانع ہو بیٹھے ہو۔ سُنو اگر تم اس رسول کے ناصر نہیں بنتے تو نہ بنو خدا تو بہرحال اسکا ناصر ہوگا اور ہوتا رہا ہے چنانچہ خدا کی نصرت اس سے پہلے بھی اسوقت اس رسول کے شامل حال ہوئی جبکہ کافروں نے اسے مکہ سے نکالا اور اس سفر ہجرت میں ایک شخص اسکا رفیق طریق ہوا اور تمہارے طرز عمل کسل اور سستی کے بالکل خلاف اپنے منافع پر خاک ڈال کر رسول کے ساتھ خدا کی راہ میں نکل کھڑا ہوا اور پھر غار ثور میں بھی وہ دو ہی تھے۔ جبکہ نصرت الٰہی کی آمد کی سخت ضرورت پڑی اور وہ یار غار اپنے مولیٰ کی جان کو خطرہ میں دیکھکر گھبرایا اور اس مہبط وحی نے اُسے خدا کیطرف سے کہا غم مت کر اللہ تیرے اور میرے ساتھ ہے اسکے مصالح کے خلاف ہے کہ میں اور تو دونوں ہلاک کیئے جائیں۔ خدا اسلام کی زندگی اور تجدید کیلئے مجھے اور تجھے مقرر کر چکا ہے اسی لئے اسکی معیت ہماری ناصر ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ایسے پُرفتن وقت میں خدا تعالےٰ نے حضرت صدیق کی رفاقت اور نصرت کو اپنی نصرت فرمایا ہے۔ جیسے کہا لقد نصرہ اللہ۔ اگر اسکے یہ معنی کریں کہ غار ثور کے دو پناہ گزینوں کی خدا نے نصرت کی جیسے وہ ایسی خوفناک گھڑیوں میں اپنے مرسلین کی کیا کرتا ہی جب بھی مدعا حاصل ہے اور اگر یہ معنی کریں کہ خدا کے اذن اور ارادہ سے ایسے وقت میں حضرت صدیق آپکے مونس اور ناصر ہوئے جب بھی معنی درست بیٹھتے ہیں اور حقیقت میں بات بھی اسیطرح ہی۔

اس میں توکسی طرح بھی کلام نہیں ہوسکتا کہ ایسے نازک وقت میں جو فیضان اور توجہات حضرت مولےٰ الحق سبحانہ وتعالےٰ کیطرف سے حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم پر معطوف ہوئیں حضرت صدیق بھی ان میں شریک ہیں۔ اور ان اللہ معنا نے جو آپ کے وہان مبارک سی یار غار کے خطاب میں نکلا اور بھی واضح کردیا کہ حق سبحانہ وتعالےٰ کی معیت کے برکات اور نتائج سے ابوبکر صدیق یکساں حصہ دار ہیں میں حیران ہوں کہ شیعہ خدا کے اس پُرحکمت کلام سے کیوں فایدہ نہیں اٹھاتے قابل غور بات ہی کہ خدا کی پرحکمت کتاب میں آیت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار کیوں درج ہوئی ہے اور اسکی ضرورت ہی کیا ہے اگر نبوت کے

حضرت صدیق اور رسول کریم معیت اللہ کے فیوض سے یکساں بہرہ مند ہیں

ف۔ ازبس ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دکھایا جائے کہ واقعۂ غار ثور اور اسکے مقدس پناہ گیروں کی نسبت خدا تعالےٰ کے حکیم کلام میں عادت کے موافق پہلے سے پیشگوئی موجود تھی۔ قرآن کریم نے جس طرح کی سورتوں میں دوسرے نبیوں اور راستبازوں کے قصوں میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی بتانے اور آپ کے آنے والے حالات کی نسبت اخبار غیب کا التزام کر رکھا ہے۔ ہجرت کے اس عظیم الشان واقعہ اور ہولناک سانحہ کو جو فی الحقیقت آیندہ کی تمام فتوحات کا آغاز اور کلید تہا۔ بڑی خوش اسلوبی سے اصحاب الکھف کے قصہ کے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے اور دانشمندوں کو مغز حقیقت میں پے لے جانے اور دوسرونکی داستان سے اپنے نبی کریم کی سرگذشت سمجھ جانے کے لئے اسے یوں شروع کیا ہی ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ کیا تمہیں گمان ہی کہ غار اور نوشتہ والے ہماری نشانوں سے عجیب نشان تھے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ایک واقعہ جو اسی رنگ میں ایک غار کا واقعہ ہوگا۔ اور اصحاب کہف کیطرح ایک غار میں پناہ لینے کا واقعہ ہوگا اس واقعہ سے عجیب تر ہوگا۔ اور مکہ کے قریب ہی ہوشیار اور خونخوار کی اعدا سے آپکا محفوظ رہنا اور پھر ان ہی سفاک اعدا پر منصور ومظفر ہونا خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کا عظیم الشان نشان ہوگا۔

مسائل مہمہ سے کسی عظیم الشان مسئلہ کا اسپر انحصار نہیں۔ اور جبکہ قرآن کریم کا بڑا مقصد یہ ہے

پھر فرمایا اذ اوی الفتیۃ الی الکھف فقالوا ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وّھیئ لنا من امرنا رشدًا یعنی اس عظیم الشان نشان کا آغاز یوں ہوا اور اس وقت ہوا کہ کچھ جوانمرد غار میں جاگزیں ہوئے اور یوں دعا مانگی کہ اے ہمارے رب اپنے پاس سے ہمیں (یعنی خرق عادت کے طور پر اس لئے کہ اسباب عادیہ تو کٹ چکے ہیں) رحمت دے اور ہماری اس تاریکی کی گھڑی میں کامیابی اور نور کی راہ ہمیں دکھا۔ اس میں خداوند علیم حکیم نے پیشگوئی کر دی تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم غار ثور میں اکیلے نہ ہونگے۔ بلکہ ایک فتی ضرور آپ کے ساتھ ہوگا۔ اور اس نازک وقت میں خدا کی خارق عادت رحمت اور کامیابی اور نصرت آپکے شامل حال ہوگی۔ اور آپ ہرگز ہلاک اور ضائع نہ ہوں گے۔

قرآن کریم میں اس دعا کا منقول ہونا صاف بتاتا ہے۔ کہ ہمارے سید و مولیٰ کی کامیابی تمام پہلے مقربوں اور اہل اللہ کے کاموں سے زیادہ ہوگی اور اس نبی کریم کے اعدا بھی گذشتہ راست بازوں کے اعدا سے شدید تر اور تیرہ اندروں تر ہونگے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام اگلے راست بازوں کے خدام سے بہت زیادہ کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ اسی سورہ شریف میں فرمایا۔ انّ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت انا لا نضیع اجر من احسن عملاً اولٰئک لھم جنٰت عدن تجری من تحتھم الانھٰر یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیابًا خضرًا من سندس واستبرق متّکئین فیھا علی الارائک نعم الثّواب وحسنت مرتفقا۔ اس میں صاف خبر دی ہے کہ اس ہجرت اور پناہ غار اور مصائب و شدائد کے بعد آپ کے مومنین اس جہان میں اولاً (اور دوسرے میں اسی قیاس پر یقینًا) مبارک اور سرسبز زمینوں (ملک شام۔ ملک مصر۔ ملک ایران وغیرہ وغیرہ) کے مالک ہونگے اور سونے کے کنگن اور ریشمی حلے ان کے قبضہ میں آئیگے۔ چنانچہ یہ سب پیشگوئیاں خدا کے فاروق عمر بن الخطاب کے عہد سعادت مہد میں پوری ہوئیں۔ اور شاہ ایران کی لوٹ کے سونے کے کنگن آپنے ایک صحابی کو تھوڑی دیر کے لئے پہنا کر دکھا دیا۔ کہ خدا تعالےٰ کی وہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی۔

اسکے آگے فرمایا واضرب لھم مثلاً رجلین جعلنا لاحدھما جنّتین الخ یہ باغ کی مثال وہی ہے جسکی تمہید حضرت مسیح علیہ السلام نے باندھی اور پیشگوئی کی تھی (متی باب ۲۱)

کہ ہر زمانہ میں وہ زندہ اور مبارک کتاب ثابت ہو اور مومنوں کو ہر زمانہ میں اخلاق فاضلہ کا سچا او

اس میں یہود کو الزام دیا گیا تھا۔ اور صاف وعید تھا کہ وہ آنیوالے جلالی رسول کے ہاتھ سے ان سب شرارتوں کی قضا پائیں گے۔ قرآن کریم نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ مسیح کی پیشگوئی کے موافق خدا کا وہ موعود محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اب اس باغ کے وارث آپ اور آپ کی امت ہوگی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس باغ کے فاتح اور وارث کون ہوئے۔ اس کا جواب بجز اسکے کچھ بھی نہیں کہ وہ وارث حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں (صلوات اللہ علیہما وسلامہ) پھر خداوند کریم علیم کا یہ فرمانا اپنے نبی کریم کو ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلك غدا الا ان یشاء اللہ واذکر ربك اذا نسیت وقل عسی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدا صاف بتاتا ہے کہ ان لوگوں کی نسبت اقرب راہ کامیابی اور مخلصی کی آپکو ملیگی اور رشداً کا لفظ یہاں اسی لفظ رشداً کیطرف اشارہ کرنے کے لیئے ہے جو اصحاب الکہف کی دعا میں مذکور تھا وھیئ لنا من امرنا رشدا۔ خدا تعالےٰ اپنے نبی سے امر بالدعا کے پیرایہ میں وعدہ کرتا ہے کہ ان کی رشد سے تیری رشد اقرب ہوگی پھر آگے اس کا ثبوت دیتا اور فرماتا ہے ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا قل اللہ اعلم بما لبثوا الآیۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب غار کے ثلث مأیۃ سنین رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعہ غار میں ثلثۃ ایام سے بدل دیئے جائینگے اور یہی معنی تھے لاقرب من ھذا رشدا کے۔ اور خدا نے اس اپنے کلامی وعدہ کو اپنے فعل سے یوں پورا کیا کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تین ہی دن غار میں رہے۔ اور اس کے آگے فرمایا لا مبدل لکلماتہ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہجرت ضروری اور کہف والوں سے مشابہت ضروری ہے اور ولن تجد من دونہ ملتحدا میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی پشت و پناہ ہوگا اور ضایع ہونے سے محفوظ رکھے گا۔

اب اس کے بعد میں حق جو حق شناس دلوں کے آگے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے غور کریں کہ یہ کسقدر عظیم الشان پیشگوئی ہے جو خدا کی حکیم کتاب میں مندرج ہے کیا اس میں جناب رسولکریم اور جناب صدیق یکساں شامل نہیں ورنہ تلاش کریں کہ وہ کون فتی تھا جو رسول کریم کیساتھ اس غار میں تھا۔ اور پیشگوئی کے موافق آپ کے ساتھ کم سے کم کسی فتی کا ہونا از بس ضروری تھا کیا عجیب بات نہیں کہ ابوبکر ہی راہ میں بھی رفیق طریق ہوا اور ابوبکر ہی غار میں بھی انیس و مونس ہوا اور ابوبکر ہی آخری منزل میں آپکے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتا ہو۔ ان فی ذلك لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید

پورا نمونہ سکہاے۔ اور نبوت کی شاخوں کو ہر زمانہ میں سرسبز اور پُرثمر دکہاے اور طالبانِ حق کے آگے ہر وقت ترغیبات اور ترہیبات کے زندہ نمونے پیش کرے۔ یہ بات قابل غور ہی کہ یہ فقرہ خدا اور رسول کے کس مقصد کی تائید کرتا ہے میں سچ کہتا ہوں کہ خدا کا کلام اسی صورت میں معجز نظام اور پُرحکمت مانا جاے گا کہ ہم اس ایمان اور اعتقاد کیلئے اپنے تئیں مستعد پائیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب صدیق مامورین مرسلین کے ناصروں کی زندہ مثال اور قابل رشک فدیہ اور لانظیر بدرقہ اور نصرت آلہیہ کی دلربا تصویر ہیں۔ یہ آیت ہمیں صاف صاف بتاتی ہی کہ توریت اور انجیل میں اس رفاقت اور فدیہ اور نصرت کی کوئی مثال نہیں۔ اور خداوند حکیم نے جیسے قرآن کریم میں اور لانظیر حقایق و معارف مذکور فرماے ہیں خیر الامم قوم کیلئے عجیب لسان ابوبکر صدیق کو وجود باجود میں مرشد کے اتباع اور عشق اور ایثار کا نمونہ پیش کیا ہے میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ میری تحقیق اور میرے ایمان میں جسپر میں بصیرت سے قائم ہوں یہ آیت بڑا کاری حربہ ہے بطلان پر۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ دشمن حق سے مقابلہ کے وقت اسکو ہاتھ سے نہ رکھیں۔

ہاں ایک بڑی عجیب بات رہگئی ہتی۔ وہ ہی سُن لیجئے خدا کا یہ فرمانا ولا تقولن لشئی انی فاعل ذلک غدًا۔ میں بڑا زبردست حکم تہا۔ جناب رسول کریم کو کہ امر ہجرت کسی پر ظاہر نہ کرنا اور الّا ان یشاء اللہ میں اشارہ تھا کہ جسپر خدا کی مشیت کا قرعہ پڑے اور مصالحہ آلہیہ اسپر ظاہر کرنے کی اجازت دیں اسپر اس راز کو ظاہر کیا جاے۔ اب دیکہنا چاہیئے کہ رسول خدا نے ساری قوم سے اس امر کو مخفی رکھ کر کس پر اس نازک بات کو ظاہر کیا اور کس کو اپنے ساتھ لیا۔ اسکا جواب اسکے سوا کیا ہے کہ وہ صاحب السر المکتوم اور رفیق الطریق حضرت صدیق اکبر تھے۔

خداترسوں کو غور کرلنی چاہیے کہ اگر واقعۂ غار اور رفاقت صدیق سے بڑھکر کوئی کارنامہ حضرت علی کا ہوتا۔ تو ازبس ضروری تہا۔ کہ خدا کے کلام میں مذکور ہوتا۔ اتنی زبردست پیشگوئی میں جو رسالت و نبوت کی کامیاب زندگی کی بُنیاد تھی۔ حضرت صدیق کا مذکور و مشمول و معہود ہونا اور اسکے تمام پہلوؤں سے حضرت علی کا باہر رہ جانا کیا صاف نہیں بتاتا۔ کہ نبی کریم کے بعد دوسرا درجہ کس کا ہے۔ کاش حلّی یا اسکا کوئی ہم مشرب حبیب یا ایک ہی ایسی پیشگوئی خدا کی کتاب سے حضرت علی کی نسبت پیش کر سکتا اور اس نہایت ہی بیہودہ اور پوچ کارروائی سے مستغنی ہوجاتا۔ جو الفین جیسی لغو کتاب کے بنانے میں اس نے کی۔ افسوس ایسے طریق پر جسپر نہ خدا کے کلام کی مہر ہو۔ نہ خدا کے کام کی۔ اور نہ عقل کی۔ منہ

جب تک اسکے متعلق پورا فیصلہ نہ ہوجائے اور حریف کو اسکی عادت کے موافق اِدھر اُدھر گریز کی راہ نہ دیں اگرچہ اس آیت سے استدلال ابتدائً میرا اختراع نہیں ہر زمانہ میں اہل حق نے اسپر تمسک کیا ہے مگر میری روح جس قوت استدلال اور شرح صدر سے بھری ہوئی ہے اس لحاظ سے مَیں کہنے کا حق رکھتا ہوں۔ کہ حقیقۃً میں ہی اس حربہ کا موجد ہوں۔ اور مَیں محسوس کرتا ہوں کہ یہ آیت القائے ربانی کے رنگ میں مجھپر گرتی اور میری تمام عروق اور شرائین اور عظام اور مخ اور اوصال میں سرایت کرتی اور میرے سراپا کو سیراب کرتی ہے۔ میں تحدی سے کہتا ہوں کہ ایسے بیّن ثبوت کی کوئی نص حضرت علی کے حق میں نہیں۔ ورب العرش العظیم نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑا عظیم الشان معرکہ ہے۔ اس میں صدیق کا دشمن ٹھہر سکتا ہی نہیں۔ ملا حلی نے الفین میں دو ہزار آیت حضرت علی کے شان میں لکھی ہے۔ مَیں افسوس کرتا ہوں کہ باقی آیتیں اس نے کیوں چھوڑ دیں الطلاق مرتان اس سے بھی صریح وصایت حضرت علی کی ثابت ہوتی ہے اور والذین یتوفون منکم الایتہ یہ تو آپ ہی منطوق سے حضرت امیر کی خلافت پر گواہ ہے غرض جب اس طرح کی دو ہزار آیتیں اُسنے لے لیں تو ان باقی آیتوں کو ترک کر دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

مَیں حلی کی اس کوشش کو جو قرآن کریم کی دو ہزار آیتوں کے حضرت علی پر چسپاں کرنے میں اُسنے کی ہے پادریوں کی کوشش سے کم نہیں دیکھتا جو اُنہوں نے توریت کی پیشگوئیوں کو یسوع مسیح پر وارد کرنے میں کی ہیں تو ہرگز فرق نہیں کر سکتا کہ ان دونوں میں سے کون سی تطبیق اور توفیق زیادہ شرمناک اور قابل استہزا ہے اور یہ کم تعجب انگیز بات نہیں کہ دونوں قوموں کو باطل کی تزئین اور تائید کے لئے متشابہ محنت کرنی پڑتی ہے جائے غور ہے کہ توریت کی پیشگوئیاں جو ایک موعود کی جلالی آمد اور منصور بعثت کی خبر دیتی تھیں کیونکر منطبق ہو سکتیں ایک ناتواں ناکام شخص پر جو یسوع کی شکل لیکر یہودیوں میں ظاہر ہوا اور انکی ساری امیدوں اور انتظار کی آنکھ میں خاک ڈال کر آخر ان کے رنج اور غصہ اور انتقام کا شکار ہوا۔ اسی طرح قرآن کریم کی جلالی آیتیں جو بتاتی تھیں کہ ایک قوم پیدا ہونیوالی ہے جو اپنے حریفوں پر غالب آئیگی۔ قیصر کو وہ پامال کریگی کسریٰ انکے مقابل آوارہ دشت تباہی ہو کر ہمیشہ کے لئے اپنا نام مٹا جائے گا۔ مصر کی تمام برکات کے وارث وہ ہوں گے شام کے جنات اور انہار اُنکے قبضہ میں آئیں گے۔ ایران کے سونے کے کنگن اور لباسہائے شاہانہ اور تخت اُن کے تصرف میں آئیں گے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا

حضرت علی کے حق میں کوئی مخصوص غیر مشترک نص نہیں

قرآن کریم کے مواعید صادقہ کا مصداق بجز صدیق اور آپکی جماعت کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

فی الحیٰوۃ الدنیا۔ اور کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ اور وان جندنا لھم الغالبون
اور لنبؤنھم فی الدنیا حسنۃ۔ اور اس قسم کی جلالی آیتیں اُنکے حق میں صادق آئیں گی۔ کوئی
خدا کے لئے بتائے تو کہ یہ کیونکر منطبق ہوسکتیں۔ حضرت علی اور ان کی آخر تک ناکام رہنے والی اولاد پر
جنکے وقتوں میں مسلمانوں کے تفرق کلمہ اور انتشار اور ضعف اور باہمی خانہ جنگیوں کے سوا کچھ نہیں
ہوا حقیقت میں عجیب ہے وہ دل جو توریت سے یسوع کی خدائی اور قرآن سے علی کی وصایت نکالتا
ہے۔ یہ خدا کی باریک مصلحت تھی کہ دونوں (حضرت علی اور حضرت مسیح) کی زندگی پر اُسنے ناکامی کے
داغ لگادیئے اور چمکتی ہوئی نصرتوں اور فتوحات سے انہیں حصہ نہیں دیا۔ خدا تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ
ان دونوں شخصوں کے بعد عظیم الشان فتنہ برپا ہوگا۔ جو حق کا خون کرے گا۔ اور اس سے اہل حق
کی توہین اور تحقیر کا بازار گرم ہوگا۔ مَیں بارہا خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ مطابقت بھی کیوں ہی کہ جیسے
عیسائیوں کو یسوع کی حقیت کے اثبات کیلئے آدم سے لیکر آخر تک تمام راست بازوں کو بدکار ثابت
کرنیکی ضرورت پڑی ہے اسی طرح شیعوں کو ایک علی کیخاطر اسلام کے آدم ثانی حضرت صدیق اکبر
سے شروع کرکے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کو فاسق فاجر اور منافق ماننا پڑا ہے۔ ممکن تھا۔ کہ یہ
دونوں گروہ اور طرح اپنے اپنے معبود کا حق ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور استہزا و تبرا طعن و تشنیع
کی ناپاک رسم سے کام نہ لیتے۔ اسکا جواب میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ خدا کی غیرت نے چاہا کہ بطلان
کے ماتھے پر نمایاں داغ رکھدے اور ہر ایک طالب حق سمجھ لے کہ وہ راہ کیونکر سلامتی کی راہ ہوسکتی
ہے جو آخرکار اس چشمہ تک پہنچاتی ہی جس میں توہین۔ تحقیر۔ سب و شتم اور معائب شماری کے بدبودار
پانی کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت میں یہ بہت بدنما داغ ہے اس مذہب پر کہ اسکی بنیاد لاکھ سے زیادہ
راست بازوں کو فاسق فاجر بنانے پر کھڑی ہوتی ہے دوسرا داغ خدا کی حکمت نے یہ لگادیا کہ جناب
علی کی خلافت کو خلافت منتظمہ ہونیکے شرف سے محروم رکھا اور خانہ جنگی اور تفرق اور تشتت کے سوا
اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اجنبی ملکوں کی چپہ بھر زمین بھی آپکے عہد میں فتح نہ ہوئی۔ بلکہ پہلی خلافت
کے اندوختہ سے بھی بہت گراں قدر حصہ کھو دیا گیا یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت عثمان تک بیرونی

شیعیت کے ماتھے پر بدنما داغ

فتوحات کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے جاری رہا۔ اور حضرت علی کے عہد
میں ٹوٹ گیا اور حضرت معاویہ سے پھر ویسا ہی جاری ہوا۔ اور بنو امیہ اور بنو عباس کے عہدوں
میں بڑی قوت اور جلال سے جاری رہا۔ اس میں خدا کی کوئی حکمت ضرور ہونی چاہیئے اس لیئے کہ
اس کا کوئی کام حق اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا بڑے راز اور لطف کی بات ہے۔ کہ آغاز نبوت سے

لیکن تین خلافتوں تک ایک بات (فتوحات) جو اسلام کی جان تھی اور قرآن میں موعود اور حقیقت مامور کا مدار کار تھی مسلسل طور پر قایم رہی اور پھر ایک شخص پر جو چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوا وہ تار ٹوٹ گیا اور دوسری لائن میں اسی قوت اور جوش سے پھر وہی بات قائم ہوئی۔ غور کرنیوالو سوچو اور مجھ سی جواب لینے کے بغیر خود خدا کی اس کارروائی سے نتیجہ نکالو۔ بڑا بھاری وعدہ خدا کی کتاب میں سیدنا ابراہیم ؑ کے اکلوتے فرزند سید اسمٰعیل کی اولاد کو انکے علاتی بھائیوں کیطرح ملک اور نبوت[۱] کی وراثت کا وعدہ تھا۔ قرآن کریم

خدا کا وعدہ حضرت ابراہیم سے حضرت صدیق اور آپکی جماعت کے وسیلہ پورا ہوا

[۱] سورہ انعام میں خدا تعالی نے اس پیشگوئی کو عجیب صورت میں بیان فرمایا ہے اس سورہ شریفہ کو الحمد للہ سے شروع کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ انجام کار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت سے خدا کی تحمید و تمجید ظاہر ہوگی اور تمام آلہٗ باطلہ کی عظمت اور جلال مٹ کر اللہ تعالی کے لئے حمد رہ جائے گی۔ یہ جملہ کامیابی اور نصرت کے مطلب کے اظہار کیلئے بڑا بلیغ جملہ قرآن کریم کی زبان میں ہے چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آغاز رسالت میں جبکہ مادی نگاہوں کے نزدیک کامیابی کا مطلع سخت غبار آلود تھا ایک سورہ جلیلہ نازل ہوئی۔ جسکا شروع یہی ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین الرحمن الرحیم الی اٰخر الفاتحۃ المبارکۃ۔ یہ سورۃ بڑی پرفتن اور پرمحن زندگی میں نازل ہوئی مگر اس نے آسمان سے نسبت رکھنے والوں کو بالبداہت سمجھا دیا کہ رسول کریم آخرکار مظفر و منصور ہونگے اسلئے کہ خدا کیلئے حمد ایسے مقام میں جہاں تین سو ساٹھ بت صفات الٰہیہ میں شریک کئے گئے تھے اسی صورت میں مخصوص ہو سکتی۔ کہ وہ سب کے سب نیست و نابود کر دیئے جاتے اور آخرکار ایسا ہی ہوا۔

غرض یہ سورت بھی الحمد للہ سے شروع ہوئی ہے واجل مسمی عندہ ثم انتم تمترون میں کفار کو دھمکی دی ہے کہ اب جزیرہ عرب میں ظلمات یعنی کفر اور شرک کی مدت خدا کے علم میں تھوڑی رہ گئی ہے اور جلد وقت آتا ہے کہ نور اس کی جگہ لے لے گا۔ پھر اس وعید کو اور بھی زیادہ صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ فقد کذبوا بالحق لما جآءھم فسوف یأتیھم انباء ما کانوا بہ یستھزءون۔ پھر جب خدا کے مصالح نے وعید کے پورا کرنے یعنے نشان کے اتارنے میں دیر کی اور بے ایمانوں کی شرارت اور ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی اور ادھر رسول کریم نے نشان کیطرف توجہ کی تو خدائے حکیم نے فرمایا۔ قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولٰکن الظٰلمین باٰیٰت اللہ یجحدون۔ ولقد کذبت رسل من قبلک

اس سے بھرا ہوا ہے اور یہ کتاب مناسب مقام میں بقدر ضرورت اسکا ثبوت دیگی چنانچہ کتاب حکیم

فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتاھم نصرنا ولا مبدل لکلمٰت اللہ ولقد جاءك من نبائ المرسلین۔

غرض اسی طرح آگے مختلف پیرایوں میں عذاب کی پیشگویوں کو بیان فرماتے ہوئے خداوند حکیم علیم جناب ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور مباحثہ اور پھر کامیابی مذکور فرماتا ہے اور جناب خلیل کی تبلیغ اور صدع بالامر پر اپنی رضامندی کی عظیم الشان سند دیتا اور اس لانظیر سرٹیفکٹ کو ان لفظوں میں بیان کرتا ہے

ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلاً ھدینا ونوحًا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھارون وکذلك نجزی المحسنین الی ان قال اولٰئك الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھٰؤلآء فقد وکلنا بھا قومًا لیسوا بھا بکٰفرین۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف خبر دی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح جناب رسول کریم بھی خدا کے احکام کی تبلیغ اور صدع بالامر کے بعد اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی سند پائینگے اور آپکی حقیقی آل اور ذریت یعنے خدام بھی سلسلہ ابراہیمی کیطرح کتاب اور حکم اور نبوت اور ملک کے وارث ہونگے۔ اور کذلك نجزی المحسنین نے تو صاف بتادیا کہ یہ نہ خیال کرو کہ وہ انعامات ان ہی لوگوں پر ختم اور موقوف ہوگئے بلکہ یہ خدا کی استمراری سنت ہے کہ اس رنگ کے محسنوں کو ہمیشہ ایسے انعامات ملا کرتے ہیں۔ چنانچہ اب سید المحسنین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان برکات اور انعامات سے کافی اور وافی حصہ ملیگا۔ اب غور کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کسطرح پورا ہوا اور جناب رسول کریم اور جناب ابراہیم میں مماثلت کس طرح پوری ہوئی۔ یہ بات تو مسلم اور اظہر من الشمس ہے۔ کہ رسول کریم کے بعد ایک قوم کتاب اور نبوت اور ملک کی وارث ہوئی اس سے بہت بڑھکر جو حضرت ابراہیم کی ذریت ہوئی اور کیا یہ کوئی مخفی راز ہے جو میرے بتائے سوا کھل نہیں سکتا سارا جہان جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ کے بعد وارث کتاب و نبوت و ملک حضرت صدیق اور آپکی جماعت ہوئی خداوند علیم نے ایک آنیوالے حملہ اور اعتراض کو خاک میں ملادینے کیلئے پہلے ہی سے کتاب مجید میں فرمادیا ماکان محمدٌ ابا احدٍ* من رجالکم

* خداوند حکیم نے جیسے عرفًا کسی کو آپکا بیٹا بننے سے روک دیا ویسے ہی اس فرضی نبوت کی بھی نفی کردی۔ جو ابوطالب کی نسل کیطرف منسوب کیجاتی ہے ولکن رسول اللہ سے یہ اشارہ ہے کہ رسالت کی ابوت کی نسل بکثرت ہوگی اور قیامت تک رہیگی فللہ الحمد۔ منہ

کہتی ہے۔ فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والنبوۃ واتیناھم ملکاً عظیماً۔ یہ آیت ایسے موقعہ کی ہے جہاں خدا تعالےٰ یہودیوں کے حسد اور بغض پر جو محمدی نبوت کی نسبت ان کو پیدا ہوا کلام کرتا ہے اس میں بتاتا ہے کہ بنی اسحاق سے چھین کر اگر بنی اسمٰعیل کو ہمنے نبوت اور ملک دیا ہے تو پھر بھی آل ابراہیم ہی کو دیا ہے۔ ابراہیم کے خاندان سے تو یہ شرف باہر نہیں گیا اور یہی ہمارا ابدی وعدہ تھا۔ اب اگر یہ وعدہ رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پورا نہیں ہؤا۔ تو نبوت کا سارا شیرازہ اُدھڑ گیا۔ اور اگر پورا ہؤا تو غور کرنی چاہیئے کہ کن لوگونکے وجود سے پورا ہؤا۔ شیعوں نے جس طرح قرآن کریم کی دو ہزار آیتیں حضرت علی پر لگائی ہیں اس آیت کو بھی آئمہ پر لگایا ہے۔ مگر ہر ایک دانشمند بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ ایسی باتیں طفل تسلی اور مضحکہ سے بڑھکر نہیں ہوتیں۔ شیعہ کسی ایک وجود کا بھی تو ثبوت دیں کہ نبوت اور ملک کی وراثت اسے ملی ہو۔ نصرانی بھی کوشش کرتے اور اہل کتاب کو کہتے ہیں کہ جلال کے شہزادہ سے مراد یسوع مسیح ہی اور وہ موعود

شیعہ اور عیسائی رکیک تاویلوں سے ناکام معبودوں کو موعودہ صفات کے مصداق بنانے کی کوشش کرتے ہیں

کہ محمد تمہارے رجال سے یعنے حسن اور حسین اور علی اور ان کے خاندان کے کسی امام اور وصی کے باپ نہیں ہیں تا کہ کوئی آئندہ لفظ پرست وسوسہ میں نہ پڑ جائے کہ جیسے ابراہیم کی ذریت میں وہ وعدہ پورا ہوا۔ اسی طرح چاہیئے تہا کہ رسول کریم کی ذریت میں وہ وعدہ پورا ہوتا۔ خدا تعالےٰ نے اُبوتِ رجال کی نفی سے سچا اور حقیقی راز اور منشا۔ کہولدیا کہ ذریت اور آل ابراہیم کے معنے بہر حال وہی ہیں اسلئے کہ حضرت صدیق اور آپ کی جماعت بھی تو ذریت ابراہیم سے ہیں اے خدا تیرے علم اور تیری حکمت اور تیری قدرت کے قربان۔ تو کس طرح اپنی باتوں کو پوری کرتا ہے اور دکہاتا ہے کہ تیرا رشتہ کسی سے نہیں تیرے رسول کا رشتہ کسی سے نہیں۔ یہاں عرفی اور رسمی رشتوں کا کوئی پاس اور لحاظ نہیں جنہیں تو اپنے جلال کے اظہار کے قابل دیکھتا ہے انہیں اپنا حکم سپرد کر دیتا ہے کیا عجیب بات ہے کتاب یعنی قرآن کریم کی اشاعت اور تکریم اور پرداخت بھی حضرت صدیق کی جماعت کے حصہ میں آئی اور ملک و نبوت بہی ان ہی کے قبضہ میں دیئے گئے انہوں نے ہی داؤد اور موسےٰ اور یوشع کی طرح دشمنوں کو پامال کیا اور ان کی جائدادوں پر تصرف کیا اور وہی خدا کی تائیدوں اور نصرتوں کے مورد ہوئے ایسے کھلے کھلے ثبوت کے بعد ان آیتوں کو ائمہ اثنا عشر کے ناکام سلسلہ پر جمانا سوائے نابینائی اور بیحیائی کے اور کیا ہے +

جس کے انتظار میں یہود تھے کہ ان کو غلامی سے نجات دیگا اور غیر قوموں پر انہیں غالب کریگا۔ وہ یسوع مسیح ہے اور یہود کے انکار اور مطالبہ پر کہ کونسا جلال اس کا ظاہر ہوا اور یہود کو کس غلامی سے اس نے نجات دی جواب دیتے ہیں کہ جلال سے مراد روحانی جلال ہے اور نجات سے مراد روحانی یا گناہوں سے نجات ہے۔ وہ دُہائی دے دے کر کہتے ہیں کہ ہم پس رہے ہیں۔ غیر قوموں کے جوے کے نیچے ہماری گردنیں زخمی ہو گئی ہیں ہمیں موسے کی طرح ایک نجات دہندہ درکار ہے گناہ سے نجات یا روحانی نجات ایک مخفی بات اور راز کی بات ہے اور ہر شخص باطل کا پرستار ایسا دعوےٰ کر سکتا ہے اس دعوے کا بین ثبوت ہی کیا ہے مگر عیسائی مولنہ زوری اور شوخی سے یہی جواب دیتے چلے جاتے ہیں کہ تم مانو نہ مانو بس یہی بات ہے۔ یہی حال اس دعوے کا ہے جو محبانِ اہلبیت پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آل ابراہیم حضرت صدیق نے دونوں ثبوت اپنے وجود سے دیئے۔ اور آپ سے نبوت اور ملک کا متقدر سلسلہ جاری ہوا یہ ایسا بیّن اور بدیہی دعوےٰ اور بادلیل دعوےٰ ہے کہ یہودی اور عیسائی ان ثبوتوں کے مقابل دم نہیں مار سکتے۔ پس جبکہ ایک واضح ثبوت خدا کے پہلے وعدونکا اور قرآن کریم کی سچائی اور رسالت محمدیہ کا ابوبکر کے وسیلہ سے ہمارے پاس موجود ہے تو ایک کمزور بات کو پیش کر کر کہ ملک سے مراد روحانی ملک ہے سارے دعووں اور وعدوں اور پیشگوئیونکی مٹی پلید کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ داوُد اور عیسےٰ ابن مریم اور قرآن کریم کی زبان سے ملعون یہودی یہ دعوےٰ نہ کریں کہ ابراہیم سے خدا کا وعدہ ملک و نبوت کا روحانی طور پر اب تک ہمارے حق میں صادق ہے بتاؤ کس وجہ سے اس دعوےٰ کو توڑو گے۔ اگر صدیقی سلسلہ کو چھوڑ دو تو نہ نبوت ہے نہ خلافت ہے نہ وصایت ہے۔ سارا خرمن ہی راکھ ہوا جاتا ہے۔ ایک ناکام گروہ اور مراد کے خلاف جہاں سے اُٹھ جانے والے سلسلہ کو پیش کرنا اور یہ دعوےٰ کرنا کہ ہمارے آئمہ اطہار علم بما کان و بما یکون رکھتے تھے۔ اور واتیناھم ملکًا عظیمًا اور کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی وغیرھا من الآیات کے مصداق وُہی تھے۔ قرآن کریم کے مخالفوں سے ہنسی کرانے کے سوا اور کیا نتیجہ دے سکتا ہے۔ اکابر شیعہ[1] اس بات کے قایل ہیں کہ ان کے ائمہ ناکام اور مطرود رہے چنانچہ

آئمہ اور اوصیا کے ناکام سلسلہ کو ملک و نبوت کا وارث کہنا لغو اور قابل مضحکہ بات ہے۔

حاشیہ [1] ناخدا ترس بدلگام دشمنوں نے حضرت صدیق کو منافق بلکہ منافقوں کا راس رئیس کہا ہے۔

ایک بڑا فدائی ان کا {صاحب انارۃ البصائر صفحہ ۱۰۹} انکی ناکامیوں پر اور انکے دشمنوں کی

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر الفاظ میں دکھایا جائے کہ منافقوں کی کارروائی اور انجام کار کی نسبت خدا
کی کتاب نے کیا فیصلہ دیا ہے اس سے ہر ایک طالب حق سمجھ لے گا کہ منافق کون لوگ تھے خدا تعالے
فرماتا ہے یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم وماؤیھم جھنم
وبئس المصیر۔ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وھموا
بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغنیھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک
خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ وما لھم
فی الارض من ولی ولا نصیر۔ ان میں صاف خبر دیگئی ہے کہ منافق کا انجام جہنم ہے جس کا
آغاز اور ظہور یہاں کی نامرادی اور ناکامی سے ہوتا ہے۔ پھر اس نامرادی کو صاف لفظوں میں بیان
فرمایا۔ وھموا بما لم ینالوا یعنی ان کو اپنے ارادوں میں نیل مرام کبھی نصیب نہیں ہوا۔ اگر کوئی
خدا ترس اس آیت میں غور کرے تو وہ سچے فیصلہ پر پہنچ جائیگا کہ کیا حضرت صدیق ان لوگوں میں سے
ہیں جو اپنے ارادوں میں ناکام رہے یا وہ شخص ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر میں اور آپکے
بعد جو نیل مرام آپ کو حاصل ہوا اسکی نظیر کسی نبی کے صحابی اور وصی اور جانشین میں نہیں پائی جاتی اس آیت
کے بموجب ضروری تھا۔ کہ اگر حضرت ابوبکر کا تمام اور قصد اپنے نفس کیطرف سے حصول خلافت کے لئے
ہوتا اور وہ ان صفات کے آدمی ہوتے جو اعدا اسکی طرف سے ان کی ذات پاک کیطرف منسوب
کیگئی ہیں تو وہ نامراد اور ناکام رہتے اور اس طرح قیامت تک انکے نفاق پر مہر لگ جاتی یہاں دو
باتیں سخت خوفناک درپیش ہیں جو شیعوں کے عقاید اور مسلمات کی بنا پر ضرورتاً زیر بحث آتی
ہیں وہ یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر نے بھی خلافت کے لئے ہتم کیا اور جوڑ توڑ کئے اور اپنی بیٹی کے ذریعہ
جو رسول کریم کی چہیتی بیوی تھی اپنا اثر آں حضرت پر ڈالنے کی کوشش کی اور کامیاب ہو گئے اور حضرت
علی نے بھی جان توڑ کوشش کی بلکہ شیعوں کے زعم کے موافق خم غدیر پر آنحضرت سے جم غفیر کے
سامنے صاف صاف کہلوایا اور فاطمہ زہرا کے ذریعہ سے بھی بہت ہی ریشہ دوانیاں کیں مگر ناکام رہے
اور ایسے کہ اسکی نظیر بھی دنیا کی تاریخ میں نہیں اس اعتراض کا جو شیعوں کے اعتقاد کے موافق حضرت
علی کی ذات پر پڑتا ہے قیامت تک کوئی جواب نہیں ہو سکتا اسلئے کہ شیعہ ایمان رکھتے ہیں کہ
حضرت علی کو خلیفہ بلافصل ہونیکا پورا یقین تھا۔ اور وہ اپنے یگانہ استحقاق پر بہت وثوق رکھتے تھے اور وہ

کامیابی پر کفِ حسرت ملتا ہوا کہتا ہے۔ "چونکہ دست اختیار پر اپنے انتقام کو نہیں پاتے پھر سوائے

صحیفۂ مختومہ کو خوب جانتے تھے۔ جو حضرت جبرئیل خدا کیطرف سے آنحضرت کے پاس لائے تھے جس میں آنحضرت کے بعد وہ وصی اور خلیفہ تھے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کے بعد انکی اولاد امام قائم الزمان تک۔ اور حضرت علی جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی بعثت کی غرض اور رسالت کا مدعا یہی تہا۔ کہ علی کی وصایت کا اشتہار دیں اور اس کے استحکام کی تدبیریں کریں۔ غرض شیعوں کے اعتقاد کے بموجب یہ ساری باتیں حضرت علی کو جوش سے خلافت کے انتظار میں رکہتی تھیں۔ اب اگر یہ سچ ہی کہ حضرت علی نے حصول خلافت کیلئے ہمت کیا۔ اور پھر وہ بے نیل مرام کنج احزان میں بیٹھ گئے۔ تو شیعہ پر فرض ہی کہ ان کے صدق وحقیت اور نفاق سے بری ہونیکا ثبوت دیں اور اس نص صریح کی زد سے اُنہیں بچائیں۔ مگر سارا جہان یاد رکہے کہ حضرت صدیق کو راستباز ماننے اور ہمارے رنگ میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام کو ماننے کے سوا ایسے خوفناک اعتراضوں سے کوئی مخلصی نہیں ہو سکتی۔ ہم ایمان رکہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام قرآن کریم کے عارف تھے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے رموز اور اسرار سے واقف تھے اور خدا تعالے کی صفات اور اسمائے حسنیٰ پر سچا اعتقاد رکھتے تھے۔ وہ حضرت صدیق کی خلافت بلافصل پر شرح صدر سے ایمان رکھتے تھے اور طبری کی ایک روایت کے موافق سب سے پہلے اُنہوں نے حضرت صدیق سے بیعت کی اور دیوانوں کی طرح بیعت کی منزل میں دوڑے گئے کہ وہ اس کار خیر میں سابقین میں شمار کئے جائیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پاک مطہر مقدس مزکی دل رکھتے تھے ان کے دل میں کبھی ایسا ارادہ ہی نہیں ہوا۔ کہ وہ خلیفہ بلافصل ہوتے۔ اب کسی ناپاک خارجی کا دل گردہ نہیں کہ ہمارے محبوب وآقا علی شیر خدا زوج بتول زہرا پر زبان اعتراض کہولے مگر افسوس شیعہ جھوٹی محبت میں دشمنی کا وہ کام کرتے ہیں جسے ایک خون کا پیاسا پشتینی دشمن بھی تردد سے کرتا ہے انہیں منظور نہیں کہ اہل حق کے اعتقاد کے موافق حضرت علی کی شان کو مانیں خواہ وہ واقعی اعتراضوں کے تیروں سے چھلنی ہو جائیں۔

غرض حضرت ابوبکر رضؓ کو منافق کہنے اور ماننے سے حضرت علی اور آپکی ذریت کا نہ اس دنیا میں کوئی ٹھکانا رہتا ہے نہ آخرت میں۔ اور شیعہ اسی طرح خوارج کے اعتراضوں کی زد میں آکر ہلاک ہوتے ہیں جس طرح نصاریٰ یہودیوں کے اعتراضوں کے مقابل یسوع مسیح کو بھلا مانس بھی ثابت نہیں کر سکتے ان کی رسالت اور خدائی کا ثابت کرنا تو کہاں۔ اور نہ صرف حضرت علی مورد ملام ٹھیرتے ہیں بلکہ خود

جناب رسولکریم بھی ہدف اعتراض بنتے ہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم الایۃ اور آنحضرت کی تقویت اور تسلیت کے لئے منافقوں کے انجام کی خبر آپ کو دیتا ہے یعذبھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ ومالھم فی الارض من ولی ولا نصیر۔ اس میں صاف حکم آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر تک منافقوں کے ساتھ جہاد میں لگے رہیں اور درشتی سے درشتی جہاں تک ممکن ہو ان سے برتیں اور کبھی ان سے لینت اور لطف اور مداہنت کا اظہار نہ کریں اور پھر خدا تعالیٰ خبر دیتا ہی کہ وہ کبھی کامیاب نہ ہونگے اور الارض یعنی زمین عرب میں مکہ ہو یا مدینہ یا اور کوئی حصہ ہو کوئی فرد یا جماعت انکی ناصر و مؤید نہ ہوگی۔ اب کیا کوئی بتا سکتا اور کہا سکتا ہی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور آپکی جماعت سے جہاد کیا اور کیا آپنے کبھی اُنکے مقابل غلظت اور فظاظت ظاہر کی۔ اور کیا یہ آپ کا فرض نہ تہا اور اس کے ادا کرنے میں آپنے خدا کے عظیم الشان امر کی بجا آوری سے انحراف نہ کیا کیا یہ آپکا حق تہا کہ ہجرت کی خوفناک گہڑی میں ابو بکر کو ساتھ لیتے۔ غار ثور میں ابو بکر کو انیس بناتے مرض الموت میں ابو بکر کو امام الصلوۃ مقرر کرتے اور اسی طرح انکی خلافت کی اُور بھی تصریح کر دیتے اور کیا یہ آپکا فرض تہا کہ ابو بکر کی بیٹی سے وہ تعلق پیدا کرتے کہ آخر میں اسکی گود میں جان دیتے اور اُسی کی کوٹھڑی میں مدفون ہوتے اور کیا یہ آپکا فرض تہا۔ کہ قبر میں بہی ابو بکر کا ساتھ نہ چہوڑتے اور کیا یہ سب کچھ خدا کی مرضی اور آپکی مرضی کے خلاف ہوا۔ مگر یہ کہنا تو آسان نہ ہوگا اسلئے کہ خدا تعالےٰ اپنی کتاب میں منافق کا ایک نشان بتا چکا ہے۔ وھموا بما لم ینالوا۔ یعنی منافق کبھی اپنے پیش نہاد منصوبوں اور قصدوں پر فائز نہیں ہو سکتا تو کیا نعوذ باللہ شیعہ یہانتک تیز چلینگے کہ حضرت علی سے بڑہکر رسول خدا کو بھی ناکام ثابت کر کے اس آیت کے نشان کا داغ لگائینگے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

ہاں تو بتائیے آپکے ذمہ کیا فرض تہا۔ اور آپنے کیا کیا۔ کس چیز نے آپکو ابو بکر سے جہاد کرنے دیا۔ خدا تو صاف خبر دے چکا تہا۔ کہ الارض میں منافقوں کا کوئی ولی اور نصیر نہ ہوگا۔ اب سوچو اور خوب غور کرو کہ ایک ابو بکر کو منافق کہنے سے بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے یہی نشان مردان خدا کا ہوتا ہی کہ ان پر اعتراض کرنے سے راست بازوں کا سارا تانا بانا ہی اُدھڑ جاتا ہی ابو بکر کو مانو تو خدا بھی

شوکت کو دیکھکر ہم سوا تبرہ بازی اور گالی گلوچ دینے کے کیا کریں۔ خدا اس قوم کو سمجھ دے کہ

رسول بھی۔ علی بھی۔ اور سب ہی کچھ۔ ان سے موڈھ پھیرو تو نہ خدا ہے نہ رسول ہے نہ قرآن ہے نہ علی ہے اسلام کی ساری صف ہی الٹتی ہے۔ اتقوا اللہ ولا تکونوا من المعتدین اور پھر خدا نے رسول کریم کو اس بارہ میں وہ علم اور وہ قدرت دی کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں چنانچہ فرماتا ہے۔

یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم قل لا تعتذروا لن نومن لکم قد نبانا اللہ من اخبارکم وسیری اللہ عملکم ورسولہ ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون۔ الی ان قال فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔

ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خدا نے منافقوں کے حال کی دائمی خبر آپکو دیدی تھی اور پھر خدا نے ان لفظوں میں ان پر ہمیشہ پھٹکار ظاہر کر دی کہ میں ان سے کبھی راضی نہ ہونگا کیا ان آیتوں کو پڑھکر کوئی رشید ہی جو سوچے کہ رسول خدا کو منافقوں کے رئیس ابوبکر (لعنۃ اللہ علی القائلین) ہذا القول الشنیع الذی تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا) کے حالات کی خبر آخر تک اس آیت کے بموجب خدا نے دی تھی یا نہیں دی تھی اور اگر دی تھی اور ضرور دی تھی تو آپنے کیا معاملہ ابوبکر سے مدت العمر میں کیا اور کیا آپنے اپنے اقوال و اعمال سے اظہار عدم رضا کیا۔ اگر نہیں کیا تو خدا کے قول کی کیا عزت رکھی اور اگر عدم رضا کا اظہار کیا تو اس کا عملی نتیجہ کیا ہوا۔

پھر سب سے بڑھکر اور آخری فیصلہ منافقوں کی نسبت خدائے غیور نے دیدیا حیث قال لئن لم ینتہ المنافقون۔ والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

یعنی اگر منافقین اپنی شرارتوں اور برے منصوبوں سے باز نہ آئے اور وہ بداندیش جو مدینہ میں بری خبریں اڑاتے ہیں تو ہم ضرور ضرور تجھے ان کی سزادہی کے لیے جوش دلائینگے پھر وہ مدینہ میں تیرے قرب و جوار میں رہنے نہ پائیں گے وہ جہاں جائینگے لعنت انکے ساتھ ہوگی پکڑے جائیں گے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کئے جائینگے خدا تعالی کی عادت اس سے پہلے بھی منافقوں کے ساتھ ایسی ہی ہے

باطل سے بیزار ہوں اور حق کو قبول کریں۔ اور ایسے طریق اور مذہب کو چھوڑیں جسکی محکم اصل اور

اور آئندہ بھی اسی طرح خدا تعالےٰ کا برتاؤ ان سے رہیگا۔ یہ آیتیں تو ایسا صاف فیصلہ کر دیتی ہیں کہ اسکے بعد کسی کو مجالِ دم زدن باقی نہیں رہتی۔ اس میں خدا تعالیٰ نے بڑا فارق اور تین نشان منافق کا یہ بتایا ہے کہ آخر کار مدینہ میں آنحضرت کے قرب وجوار میں اسے رہنا نصیب نہ ہوگا اور دوسرا نشان یہ کہ جہاں جائیگا ذلیل اور رسوا اور آخر پاش پاش ہو جائیگا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ ابوبکر کی قسمت کا آخری فیصلہ کیا ہوا اگر وہ **شیعوں** کے اعتقاد کے موافق منافق بلکہ رئیس المنافقین تہا تو کیا ضروری نہ تہا۔ کہ قرآن کریم کی پیشگوئی اس کے حق میں اور پھر اسکی جماعت کے حق میں پوری ہوتی اگر ابوبکر منافق ہے تو قرآن اخبار غیب میں سفید جھوٹ بولتا ہے جسکے حق میں جو چاہو فیصلہ کر لو۔

کیا یہ حق نہیں کہ ابوبکر مدینہ میں خلیفہ بلا فصل ہوئے اور آنحضرت کی مجاورت کا یہ شرف آپکو ملا کہ آنحضرت کیساتھ سو کر ہمیشہ کیلئے مدینہ میں رہے کیا اس فعل سے خدا تعالےٰ نے شیعوں کو ہمیشہ کیلئے تنبیہہ نہیں کر دی تہی کہ خبردار خبردار ایسے ناپاک الفاظ حضرت ابوبکر کی نسبت استعمال نہ کرنا اللہ اللہ کس قدر بدیہی نشان تھا۔ اور خدا نے یہ شرفِ مجاورت حضرت ابوبکر کو خاص ارادہ سی بخشا تو کہ ہمیشہ کیلئے ایک ناپاک قوم کے بطلان اور آپکی حقیت پر مہر لگ جائے۔*

مگر یہاں اگر کوئی خارجی سوال کرے کہ ان آیتوں کی صریح زد شیعوں کے علی پر پڑتی ہے جیسے مدینہ سے نکل جانا اور آخر کار ناکامی اور ذلت کیساتھ اعدا کے ہاتھ سے قتل ہونا پڑا تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پرستاران علی کیا جواب دینگے یہ خدا کی عادت ہے۔ کہ راستبازوں پر حملہ کرنیوالوں کے مقبولوں جنکی خاطر وہ سفیہانہ حملے کرتے ہیں ضرور ایسی ہوتے ہیں کہ وہ ان ہی زد کے نیچے جھٹ آجاتے ہیں جنہیں انکے

---

* ۔ تواتر سے ثابت ہے۔ (اور تواتر حقیقت میں قائم مقام نص اور فعل الٰہی کا ہوتا ہی) کہ حضرت صدیق رضہ نے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مرض موت میں سترہ نمازیں پڑہائیں بخاری اور مسلم میں لکھا ہی کہ ایک روز آنحضرت بنی عمرو بن عوف کی جنگ مٹانے گئے اور وہاں دیر تک رُکے رہے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضہ کو امام بنا لیا کوئی موضوع روایت بھی نہیں بتاتی کہ کبھی آپ نے یا صحابہ نے حضرت علی کو اس اشرف کام کے لئے چُنا ہو۔ انّ فی ذٰلک لاٰیۃ ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ انصار اور مہاجرین اور آپ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضہ کے مقابل حضرت علی معتدبہ نہ تھے۔ منہ

عقیدہ تبرا بازی ہے اور بڑی وظیفہ کی کتاب سبیل النجات ہے جس میں خدا کے قدوسیوں کو
مکروہ گالیاں دی ہیں۔ اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قوم نے کس چیز کو نجات کی
راہ مانا ہے فالی اللہ المشتکی۔ حق وصدق کا معیار یہ ہے کہ اسکے اختیار کرنیسے خدا کی رضا اور انعامات
حاصل ہوں۔ اب دیکھ لو کہ کس قوم اور مذہب کا چال چلن ہمیں یقین دلاسکتا ہے کہ خدا حق ہے۔
اور اسکے وعدے حق ہیں اور قرآن کریم کے وعد و وعید حق ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کامل نبی تھے۔ آپ نے کامیابی اور نصرت الٰہی کا وہ نمونہ دکھایا جسکی نظیر کسی نبی کی زندگی کے
واقعات میں نہیں ملتی اور آپ میں قوت قدسی اور تاثیر سب سے زیادہ تھی۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے
لاکھ سے زیادہ آدمی ایسے تیار کئے جن کے اخلاق۔ اعمال اور برکات کی کوئی نظیر کسی نبی کے

حاجی دو سروں پر چلاتے ہیں۔ نصاریٰ نے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ناگفتنی اعتراض کئے
آپ کو شہوت ران (لعنت اللہ علی الظالمین) اور مال مردم خور اور کیا کیا کہا۔
خدا نے یہود کو ان پر مسلط کر دیا۔ انہوں نے یسوع کی زندگی پر وہ وہ حملے کئے ہیں کہ پادریوں
کے دانت کھٹے ہو جاتے اور منہ سے ایک حرف تک اُنکے جواب میں نکال نہیں سکتے یہودی اپنی کتابوں میں
جو ہمارے پاس موجود ہیں بڑی قوت سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ یسوع کا چال چلن کیسا مشتبہ اور
ابتدا میں ایک عورت سے اسکا ایک قسم کا تعلق تھا اور وہ آخر تک فاحشہ کسبی عورتوں سے اختلاط رکھتا
اور شراب پیتا رہا۔ یہودی اسکی ماں کی عصمت پر ایسے حملے کرتے ہیں کہ ایک شریف آدمی سن بھی نہیں سکتا
کسقدر خدا کا فضل ہے کہ ان تمام عیوب سے خصوصاً ولادت کے متعلق عیوب سے ہمارے نبی کریم کی زندگی
قطعاً پاک اور محفوظ ہے جو یہودی یسوع کی نسبت لگاتے ہیں مگر نصاریٰ کمال بیحیائی سے پھر بھی دوسرے
راستبازوں پر حملہ کرنیسے باز نہیں آتے۔ اسی طرح شیعوں پر خدا نے خوارج کو مسلط کر دیا اس قوم
نے وہ وہ اعتراض حضرت علی پر کئے ہیں کہ شیعہ ان کے مقابل کان ہلا نہیں سکتے وہ بڑی قوت سے حملہ کرتے
اور اپنے زعم میں بڑے اخلاص سے حضرت علی کو رد کرتے ہیں اور مطاعن بیان کر کے لوگوں سے انصاف چاہتے
ہیں کہ ایسے پر عیب شخص کو وہ کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہیں اور جتنے مطاعن شیعہ حضرت صدیق اور آپکی
جماعت کی نسبت بیان کرتے ہیں اس سے بڑھکر اور مدلل خوارج حضرت علی کی نسبت ذکر کرتے ہیں کیا
اچھا ہوتا کہ نصاریٰ یہود کی اس سیرت سے اور شیعہ خوارج کی چال سے عبرت پکڑتے اور خدا کے
قدوسیوں پر زبان درازی کرنیسے پہلے اپنی جیبوں میں مونہہ ڈالکر اپنے عیوب کو دیکھ لیتے۔ منہ

پیرووں میں موجود نہیں۔ اگرچہ حضرت موسیٰ کی قوم نے بیوفائی اور غدر کے کئی نمونے دکھائے اور حضرت
عیسےٰ کے پیرو بھی آخر وقت میں شرمناک بیوفا ثابت ہوئے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب آخر دم تک اور آپکے بعد بھی وفادار اور مخلص اور ثابت قدم رہے پھر میں پوچھتا ہوں کہ کس
قوم کو معیار بناکر اور کس مذہب کو سچا مان کر ہم فخر سے اسلام کے مخالفوں کے روبرو ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں ؟

شیعیت پیغمبر خدا صلعم کو ناکام ثابت کرتی ہے

کیا شیعہ مذہب کو ؟ وہ تو سکھاتا ہے کہ نبی عرب ناکام اور حسرت بھرے دل
کے ساتھ دنیا سے اُٹھے ۲۳ برس تک ایک ہی مقصود یعنی اپنے داماد کی وصایت
اور خلافت کے لئے کوشش کرتے رہے مگر آخر ناکامی رہے آپ کے گرد وپیش ہمیشہ فاسقوں۔
منافقوں اور آپکی بیٹی اور داماد کے دشمنوں کا مجمع رہتا۔ ابوبکرؓ سے وہ دبتے۔ عمرؓ سے وہ جھینپتے۔
عثمانؓ[لہ] کے آگے تو آنکھ بھی اُٹھا نہیں سکتے تھے اس لئے کہ اسے پے درپے دو بیٹیاں دے چکے
تھے۔ قرآن کریم کے تئیس سال کے نزول اور آپکی صحبت کا اتنا ہی اثر تھا کہ ایک داماد آپ کا
مومن تھا اور ایک دو داماد کے رفیق۔ بس کل کائنات انکی تئیس سالہ کارروائی کی یہ تھی اور آنکھ
بند کرتے ہی اُن منافقوں نے جن کا سرغنہ ابوبکر تھا (الا لعنت اللہ علے الکاذبین) انکی بیٹی اور داماد سے
وہ کیا جو خدا کرے ایک یہودی کے بھی پیش نہ آئے۔ بیٹی کے پیٹ پر لات مار کر اسکا بچہ گرا دیا جسکے صدمہ
سے وہ بہت جلد اپنے باپ سے جا ملی اور داماد کے سارے حقوق چھین کر اسے بازاروں اور کوچوں
میں نکلنے کے قابل نہ رکھا وہ صدی کے چوتھے حصہ تک گھر کی چار دیواروں میں محصور رہا۔ پھر اسکے
بعد اسکے پاک فرزند جو اسکے پوشیدہ علوم کے وارث ہوئے وہ دیس بدیس ٹکریں مارتے تباہ ہوگئے
اور ایک غار میں چھپ گیا۔ جو صدیوں سے وہیں دبکا بیٹھا ہے اور کسی وقت وہاں سے نکل کر شیعوں
کی ساری اگلی حسرتیں اور باپ دادوں کی کسریں نکالیگا۔ اور آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند کی مثل کو
ثابت کریگا۔ میں حضرات مومن صاحبان سے بمنت پوچھتا ہوں کہ خدا کے لئے اسکا جواب دیں کہ صحابہ کا
چال چلن ہمیں کیا سبق دیتا ہے اور آپکے آئمہ کا (آپ کے زعم کے موافق) چال چلن ہمیں کیا سکھاتا ہے
اگر اسکے سوا کوئی اور بات ہی جو میں نے بیان کی ہے تو سب سے اول میں شکر گذاری کے ساتھ

[لہ] حضرت عثمانؓ نے بیر رومہ بیس ہزار درہم پر خرید کر مسلمانوں پر سبیل کر دیا اور مدینہ میں اسکے سوا شیریں پانی نہ تھا اور یہ
کنواں (بولی) جناب عثمان نے آنحضرت صلعم کے ایما سے خریدا اور جیش عسرت میں ہزار اونٹ اور پچاس گھوڑوں کے
علاوہ ایک ہزار دینار دیئے کیا یہ کم احسان ہو حضرت علی کی زندگی بھر میں ایسی نصرت کی کوئی نظیر ہے ؟ منہ

اے سننے والا ہوں۔

صحابہ کی سیرت ہمیں سبق دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ تمام صفات کاملہ سے موصوف ہے

پھر سنو صحابہ کی سیرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خدا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید اس کی صفت ہے اور اس کا دعوے وما کان اللہ لیعجزہ من شئ فی السمٰوات ولا فی الارض انہ کان علیما قدیرًا سچا دعوے ہے جو کچھ اس نے ازل سے ارادہ کیا۔ اسے پورا کیا اور مخلوق سے کوئی اسکے راہ میں روک نہ ہوا۔ اور جو وعدے اس نے قرآن میں کئے اور جن لوگوں کے حق میں کیئے اور ان وعدوں کے مصداقوں سے جو نشان قایم کئے وہ عین وقتوں میں جسقدر اُسنے چاہا۔ ان لوگوں کے حق میں بلاکم وکاست پورے ہوگئے۔ اور اس کے وعید اور تہدیدیں جو اسکی قاہرت اور غالبیت پر دلالت کرتی تہیں ان لوگوں کے حق میں پوری ہوئیں جو انکے مستوجب تھے۔ منافق۔ فاسق۔ کافر مشرک۔ ظالم۔ معتدی۔ قاسط۔ اس کے وعید کے موافق ذلیل۔ تباہ اور گمنام و نشان ہوگئے انکی کارروائیاں باطل ہوگئیں۔ انکی کوئی کوشش انکا کوئی انفاق بارآور نہوا اور وہ بصد حسرت اس جہان سے ناپید ہوگئے۔ کچھ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہلاک ہوئے۔ اور کچھ بعد۔ اور خدا کے علم اور قدرت نے ایک بھی ایسا نہ چھوڑا جو وعید کے وقت اُسکے قہر کا نشانہ نہا۔ اور صدیقی جماعت

صدیقی جماعت کی سیرت ہمیں خدا کے وعدوں پر یقین اور نیک کاموں کی ترغیب دیتی ہے

کے چال چلن سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا ایک نظام ہے جسکے اصول اور قواعد منظم اور مضبوط ہیں اور علت ومعلول کا علمی سلسلہ یعنی رحیمیت کا کارخانہ اور معیار رحمانیت کا ہنگامہ حق اور مقرر ہے اور ان سب مربوطات کا رابطہ حکیمانہ نظام پر مبنی ہے۔ جس طرح قانون قدرت یعنی فعل الٰہی میں حکیمانہ نظام ہے۔ جسکی وجہ سے انسانی کوششیں وسایل حقہ کو پکڑ کر بارور ہوتی ہیں اسی طرح خدا کے دوسرے قانون قدرت یعنی قرآن کریم میں بہی ایک حکیمانہ نظام ہے جیسے کذلک نجزی المحسنین اور کذلک نجزی کل کفور کے وعدہ و وعید نے دائمی اور غیر متبدل قانون کی شکل میں پیش کیا اور عاملین کیلئے اُمید اور بیم کی راہ قیامت تک کہول دی ہے اور صحابہ کے چال چلن سے ہمارے دل میں یہ پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی اسی راہ پر قدم ماریں جسپر چلکر انہوں نے انعامات الٰہی حاصل کیئے اسلئے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے وعدے انکے حق میں پوری ہوگئے تو ہمیں خدا کے وعدوں پر اور قرآن کے صدق پر سچا یقین آتا اور دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے کہ اسی پامال سڑک پر چلیں اور یہ بہی سبق ملتا ہے کہ قرآن کریم زندہ اور مبارک کتاب ہے جسپر چلنے والا اسی دنیا میں اوّلاً اور آخرت میں ثانیاً راحت اور

فلاح پاتا ہے اور اس کا مخالف دونوں جہانوں میں ذلیل اور رسوا ہوتا ہے اور بالآخر یہ کہ سورۂ فاتحہ کامل اور پُر تاثیر دُعا ہے جسے ایک قوم نے اپنی زندگی کا دستور العمل بناکر منعم علیہم جماعت کے وہ سارے انعامات پائے جو انہیں ملے تھے اور مغضوب اور ضالین کے بدنتیجوں سے محفوظ رہے۔ میرے نزدیک سورۂ فاتحہ قاطع دلیل ہے

سورہ فاتحہ برہان قاطع ہے حضرت صدیق کی خلافت کی حقیقت پر

صدیقی خلافت پر اور خوفناک حربہ ہے ہر ایک باطل کی گردن پر۔ اسی وجہ سے میں نے دیباچہ کو اس مبارک سُورت سے آغاز اور مزین کیا ہے۔ کاش شیعہ نمازوں میں پڑھتے وقت جب صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہونچیں تدبر سے سوچیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں وہ کونسا گروہ تھا جسے خدا تعالےٰ نے منعم علیہم کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور انکی راہ پر چلنے کی ساری دنیا کو ہدایت کی اور وہ انعام اور افضال کیا تھے۔ جو انہیں خدا تعالےٰ سے ملے اور پھر انکے پانیکی ترغیب سب کو دیتا ہو۔ اور مغضوب علیہم کون گروہ ہے اور کس بُرے عمل نے یہ گروہ نام انہیں دیا۔ اور ضالین کونسا فرقہ ہے اور کس سبب سے وہ گمراہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ منعم علیہم وہ راستباز لوگ ہیں جنہیں اس جہان میں خدا کی نصرت اور تائید نے نوازا۔ وہ اپنے دشمنوں پر مظفر و منصور ہوئے۔ ان کے اعدا اس دنیا میں تلخ کام اور نامراد ہوئے۔ اور انکے احباب شادکام اور کامیاب ہوئے۔ وہ وہی لوگ ہیں جنکی نسبت خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز۔ اور ان جندنا لھم الغالبون اور الا ان حزب اللہ ھم المفلحون وہ جس عظیم الشان مسئلہ معاد کو سکہانے آئے تھے۔ یعنے آخرت کے ثواب اور عقاب کو وہ نہایت نازک اور نہاں در نہاں مسئلہ تھا وہ بغیر اسکے کبھی ثابت نہیں ہوسکتا تھا۔ کہ ان کے وہ نام بشیر و نذیر اسی جہان میں اپنا پورا اور صاف صاف اثر دکہاتے۔ اور یہی دنیا بقدر مناسب ثواب اور عقاب دکہانیکی پھولدار صاف سطح ہوجاتی۔ انکی کامیابی سے راہ کھل گئی کہ ان کے دعوے کے بموجب اس دنیا کے پرے بھی ایک عالم ہے اور ضرور ہے اور انسانی ہستی اپنے اعمال کی جواب دہ ہستی ہے اور اس دوسرے عالم میں انسان ضرور یا مستحق ثواب ہوگا یا مستوجب عقاب ہوگا۔ اس قاعدہ کے موافق آخری زمانہ میں محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے۔ آپ نے دعوےٰ کیا کہ میں بھی منعم علیہم جماعت کا ایک فرد اور اکمل فرد ہوں۔ اور یہ دُعا جو سورہ فاتحہ میں سکہائی گئی ہے آپکی ہر نماز میں فرض کیگئی اس لحاظ سے از بس ضروری تہا کہ آپ اس دُنیا میں اعلےٰ درجہ کے کامیاب ہوتے۔ آپ کے احباب لانظیر انعام پاتے اور آپکے اعدا لانظیر آگ کے کندے بنتے۔ اگر یہ نمایاں نصرت اور فرقان آپکے اعدا اور احبا میں

ظاہر نہ ہوتا تو یہ سورۃ فاتحہ نعوذ باللہ رگ وید کی بے اثر اور بے برکت دعاؤں سے زیادہ لطیف نہ ہوتی۔ اب بتاؤ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم بشیر کے نتائج اور برکات سے حصّہ لیا۔ اور وہ کون ہیں جن پر اسم نذیر کی تاثیر کی صاعقہ پڑی اسکا بدیہی جواب یہی ہے کہ وہ نبیوں کے رنگ کا گروہ یا یوں کہو کہ منعم علیہم گروہ حضرت صدیق اور آپکی جماعت ہی اب کسقدر صفائی سے یہ ثابت ہو گئی۔ کہ صراط الذین انعمت علیہم پڑھنے والا یہی چاہتا ہے کہ اسے صدیقی جماعت میں داخل اور انکے برکات و انعامات سے متمتع کیا جائے۔ یہ تو بڑی بدقسمتی اور نحوست کی بات ہوگی کہ ایک مسلمان سورۂ فاتحہ پڑھنے والا جب صراط الذین انعمت علیہم پڑھے اور منعم علیہم کا تصوّر کرے تو اسکی آنکھ حضرت نوح اور دوسرے نبیوں یا موسوی سلسلہ کے نبیوں پر ٹھہر جائے۔ یا وہاں سے اتر کر خاتم النبیین پر آ پڑے اور آگے محمدی سلسلہ کو بے برکت اور منعم علیہم کے انعامات سے عاری اور مفلس مانے اگر اسکا ایسا اعتقاد ہے تو اس سے زیادہ خدا اور خاتم النبیین کی بےعزتی کرنیوالا اور کون ہوگا۔ اسلئے کہ اس نے صاف اقرار کر دیا کہ اسلام نے سورۂ فاتحہ محض دھوکا دینے کو سکھائی انعام اور برکتیں تو سب پہلوں پر ختم ہو چکی تھیں۔ اور اگر وہ سورۂ فاتحہ کے اصلی معنوں پر متوجہ اور اس

شیعوں نے سورہ فاتحہ میں صراط الذین انعمت علیھم کو تدبر سے کبھی نہیں پڑھا۔

سچی اور پُر تاثیر دُعا کی حقیقی رمز سے آگاہ ہو تو محمدی سلسلہ میں وہ کونسا منعم علیہ گروہ ہے جسے وہ پیش نظر رکھتا اور اس دُعا میں انکی سی برکات سے برخوردار ہونے کی آرزو کرتا ہے میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ لوگ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے بیخودی میں اسکے اطراف سے گزر نہیں جاتے اور اسکے معنوں میں غواصی کرتے ہیں تو محمدی سلسلہ میں کس فریق کو معہود فی الذہن رکھتے ہیں کیا ان نامرادی و ناکامی کی پُرحسرت تصویر ائمہ کو۔ تو پھر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صراط الذین انعمت علیہم کے یہ معنی ہوئے کہ تو ہمپر وہی نامرادیاں۔ دشمن کامیاں۔ شکست خوریاں۔ تباہیاں وطن سے آوارگیاں اور اقسام اقسام کی حسرتیں نازل فرما جو تو نے ہمارے آئمہ اطہار کے مبارک سلسلہ پر اتاریں۔ تعصب اور بیجا جوش اور بات ہے۔ کوئی شخص خدا کے لئے غور کرے اور میری بات کی تہ تک پہنچکر جواب دے کہ کیا معنی اس سورۂ شریف کے شیعہ مذہب کے مطابق ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ عجیب خدا ہی حق کی تائید میں کیا کیا ثبوت پہلے سے رکھدیئے ہیں۔ اگر کوئی سلیم الفطرت سورۂ فاتحہ ہی میں غور کرے تو بجز صدیقی جماعت میں داخل ہونے اور شیعہ مذہب سے ہزار جان بیزار ہوجانیکے کوئی چارہ نہ دیکھیگا

اسکے بعد سوچنا چاہیے کہ مغضوب علیہم اور ضالین کون لوگ ہیں۔ جب یہ ثابت ہو جائے

کہ وہ یہود و نصارےٰ ہیں تو دیکھنا چاہیئے کہ کن عملوں سے وہ اس مکروہ خطاب کے سزاوار ٹھہرے یہ بات بھی بڑی آسانی سے طے ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہود نے راست بازوں سے بیجا عداوت کی تب ان پر خدا کا غضب اُترا اور نصارےٰ نے ایک عاجز انسان سے بیجا محبت کی اور اسکے حق میں نا روا غلو اور اطرا کیا تب وہ سچی راہ سے دُور اور ضالین کے نام سے موسوم ہوئے میں افسوس سے کہتا ہوں کہ یہود اور نصارےٰ کی یہی دو بُری عادتیں شیعوں میں موجود ہیں یہ لوگ ایک ہی وقت میں یہودی بھی ہیں اور نصرانی بھی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار راستباز خدام سے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مثیل تھے بیجا عداوت کرتے اور یسوع مسیح کیطرح حضرت علی کے حق میں حد سے زیادہ اطرا کرتے ہیں

شیعوں میں یہود و نصارےٰ دونوں فرقوں کی سیرت جمع ہے۔

کاش شیعہ سورہ فاتحہ کو تدبر سے پڑھیں اور خدا کی باتوں سے فایدہ اُٹھائیں۔

یہ میری کتاب ناتمام اور ہیچ ہوگی اگر میں اس حجت باہرہ کا ذکر نہ کروں جسے خدائے قدوس نے اس مذہب کی تصدیق و تائید کے لئے بھیجا ہے جسپر حضرت صدیق اور آپکی جماعت چلتی رہی وہ حجت باہرہ وجود پاک ہے **حضرت خلیفۃ اللہ المسیح المہدی والامام المنتظر** کا جسے حق تعالےٰ نے غیبت کبریٰ ہے یعنی صدیوں کے بعد مبعوث فرمایا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اہلسنت میں بھی یہی بات تسلیم کیگئی۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تین سو برس تک وہ سچی برکتیں اور خیرات قایم رہیں۔ جو حضور رسول کریم کے ساتھ دنیا میں آئی تھیں اور صلاح اور تقوےٰ اور امور دین کی بجا آوری کا بازار گرم رہا۔ وہ اسپر گواہ لاتے ہیں خیر القرون والی حدیث کو اور درحقیقت بات بھی اسی طرح ہے۔ شیطان کا بڑا تسلط اور ناپاک فتنوں اور بُری بدعتوں اور متفرق مذہبوں اور مشربوں کا ظہور چوتھی صدی سے شروع ہوا اور تیرھویں کے آخر تک اپنی کمال کو پہنچگیا۔ تمام اسلامی تاریخیں ظاہر کرتی ہیں کہ عقاید اور عملیات میں تفرق اور فساد چوتھی صدی میں شروع ہوا ہی شیعوں میں بھی یہ بات عقیدۂ حقہ کی طرح مانی گئی ہے کہ تیسری صدی کے اواخر میں برکات اور خیرات گم ہوگئیں اور اس باریک راز کو اس پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ آخری امام سر من رأے کی غار میں پوشیدہ ہوگیا اسی امام کو شیعہ حضرت قایم علیہ السّلام اور خلیفۃ اللہ اور حجۃ اللہ اور مہدی اور امام منتظر علیہ السّلام کہتے ہیں اور رات دن اس کی تفریج کرب اور تنفیس ہموم کے لئے دُعائیں مانگتے ہیں ان ایام فترت کو غیبت کبرےٰ کہتے ہیں۔ اور اس غیبت کے ثبوت کے لئے بہت سی روایتیں آئمہ سے نقل کرتے اور تمام انبیاء کی نسبت ایسی غیبت کے ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں ❖

امام منتظر کے مسئلہ کی حقیقت

ایک محقق بڑی آسانی سے ان دونوں قوموں کے مسلمات سے ایک سچے اور پکے نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے۔ اور اس بات پر یقین کرنے کے لیئے کافی وجوہ پاتا ہی کہ امام منتظر کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے جو ضروری ہے کہ اسکی بنیاد حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور اکابر دین اور آئمہ ہدٰے اسکی نسبت وصیت کرتے اور خبر دیتے رہی اور پھر عادثاً حواشی اور عوارض نے ایک بات کو افسانہ کی شکل وصورت دیدی اور غیبت کو یعنی اس امر کو کہ وہ ایک وقت تک قوم کی نگاہ سے مخفی اور غیر معروف رہیگا یہ لباس پہنا دیا کہ وہ اتنی صدیوں تک غار میں چھپا رہیگا۔

یہ نہایت سچی بات ہے کہ یہ غیبت ہر ایک مامور اور مرسل کے حصہ میں آئی ہے اور وہ اس طرح واقع ہوئی کہ وہ ایک گمنامی کیحالت میں رہ کر اور کچھ عرصہ تک دنیا کے فرزندوں نے کذاب مفتری اور دوکاندار کہلا کر آخر کار خدا کی نصرتوں اور تائیدونکے مورد ہوئے۔ پھر ایک دفعہ بہت سے سعید اُنکی طرف رجوع لائے۔ اور زمین اُن کی گواہی کے لیئے بول اُٹھی اور آسمانسے آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ یہ خدا کے سچے مہدی اور خلیفہ ہیں۔ یہ بات بڑی توجہ کے قابل ہے کہ شیعوں میں مسئلہ غیبت پر بڑا زور دیا گیا ہی اور اسے مدار ایمان ونجات ٹھہرایا گیا ہی۔ چنانچہ **بابویہ قمی** کی کتاب **اکمال الدین واتمام النعمہ** کا موضوع یہی ہے اور اس میں ایسی بہت حدیثیں لکھی گئی ہیں جو ایک بیصبر اور غیبت پر ایمان نہ لانیوالے کو بے ایمان قرار دیتی ہیں۔

مہدی موعود کا نشان خسوف وکسوف رمضان میں اور طاعون شیعہ سُنی دونوں فرقوں میں مسلم ہی

غرض ایک طرف سُنی مہدی اور مسیح کے منتظر دوسری طرف شیعہ ایک آخری اور صاحب جلال امام کے منتظران دونوں قوموں کے اس اتفاق سے جو باوجود سخت باہمی اختلاف کے ایک بات پر ہوگیا ہے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس بات کی اصل ہے اور وہ یہی ہے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری زمانہ میں ایک عظیم الشان امام کی ضرور خبر دی۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ ایک اَور زبردست بات ہے۔ جو سُنیوں اور شیعوں میں مشترک ہے، اور وہ ایسی قوی حجت ہے کہ ایک سفیہ اور سفلہ کے سوا کوئی اسکے قبول کرنیسے انکار نہیں کرسکتا وہ ہے اُس قایم اور منتظر مھدی علیہ السلام کیوقت میں کسوف اور خسوف کا ہونا۔

روایتوں سے انکار کرنا آسان ہوتا ہی۔ مگر جو روایت پیشگوئی پر مشتمل ہو اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق واقع بھی ہوجائے اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ دار قطنی میں جو اہلسنت کے مجموعہ صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے، بڑی قوت اور جوش سے روایت کیا گیا ہی کہ ہمارے مہدی موعود

کے لئے دو بڑے نشان ہیں یعنی ماہ رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا۔ اگرچہ یہ نشان خدا کے فضل سے پورے ہو کر ایک مدعی کے صدق دعوے کے دو عادل گواہ ٹھہر گئے۔ مگر افسوس بہت سے بدقسمت سُنیوں نے ان خدا کے نشانوں کو پانوں کے نیچے کچل ڈالا اور انکی تکذیب میں وہ باتیں کیں جو یہود کی گستاخیوں کو یاد دلاتی تھیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ شیعوں نے بھی جو سب سے زیادہ حضرت قائم الزمان امام منتظر کے لئے آنکھیں سفید کر رہے تھے اور رات دن انکے خروج کے لئے وظیفے پڑھتے اور دعائیں مانگتے تھے اور انتظار غیبت کو جزو ایمان سمجھتے تھے۔ ان نشانوں سے فایدہ نہ اٹھایا اور اس بات سے اسطرح اعراض کیا کہ گویا انہیں اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور گویا کسوف وخسوف کے نشان مہدی کو سُنیوں ہی سے تعلق ہے اور میرا گمان ہے کہ پنجاب و ہندوستان کے اکثر شیعہ ممکن ہے۔ کہ اس عظیم الشان پیشگوئی سے بیخبر ہوں اسلئے اس پیشگوئی کو آج میں کتاب کمال الدین واتمام النعمہ سے نقل کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ حضرت مُنتَظر علیہ السلام کے سچے منتظر اب کیا کرتے اور کس صدق اور شرح صدر سے کسوف وخسوف کے نشان کے موافق ظاہر ہو جانیوالے کو قبول کرتے ہیں۔ از لبکہ غیبت ایک جان کاہ چیز تھی اور ضروری تھا کہ مخبر صادق اسکے لئے کوئی غایت اور علامت اختتام مقرر کرتا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ اس رحیم کریم نے دو جلی نشان خسوف کسوف کے اسکے لئے مقرر کر دیئے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال اٰیتان بین یدی ھذا الامر خسوف القمر بخمس وکسوف الشمس بخمسۃ عشر لم یکن ذالک منذ ھبط ادم علیہ السلام الی الارض الخ۔ اور دوسری روایت۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال تنکسف الشمس لخمس مضین من شھر رمضان قبل قیام القائم علیہ السلام۔

کیوں سب سے بڑھ کر ہمارے حضرت مہدی کو شیعہ لبیک نہ کہیں

اب میں نہیں سمجھتا کہ شیعوں کے پاس کیا عذر باقی رہ گیا ہے اور وہ کیوں اس شخص کو قبول نہ کریں جسنے مسیح موعود اور مہدی مسعود اور امام مُنتظر ہونیکا دعوے کیا اور پھر خدا تعالے نے اسکے صدق کے لئے مخبر صادق کی پیشگوئی کے موافق خسوف وکسوف کا نشان بھی اسکے زمانہ میں ظاہر کر دیا۔ کسقدر عجیب بات ہے کہ سُنیوں کی کتاب کی روایت آخر شیعوں کے مقتدر امام تک ہی جا کر ٹھہرتی ہے۔ اور اب شیعوں کی بڑی معتبر کتاب میں بھی میں نے اس روایت کو دکھا دیا ہے کیا ہنوز جان کاہ انتظار کی زحمت سے سیری نہیں ہوئی۔ کب تک شیعہ غار کیطرف اور نصارٰے اور جاہل مسلمان آسمان کیطرف دیکھیں گے

آنے والا آگیا اور آسمان اور زمین نے اُسکے صدق پر گواہی دے دی۔ آسمان نے کسوف خسوف سے اور زمین نے طاعون کے کثرتِ انتشار سے اور یہی دو بڑے نشان حضرت قایم علیہ السلام کے زمانہ کے شیعوں کی کتابوں میں لکھے ہوئے تھے چنانچہ کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول قدام القائم **موتان** موت احمر و موت ابیض حتی یذھب من کل سبعة خمسة فالموت الاحمر السیف والموت الابیض الطاعون [اکمال الدین صفحہ ۳۴۸ مطبوعہ ایران] اے لاہور کے شیعو اور دوسرے تمام ملکوں کے اثنا عشریو اٹھو اور خدا کے لئے گواہی دو۔ کہ کیا خدا نے اتمامِ حجت میں کوئی کسر باقی رکھی ہے۔ اے نصرانیو۔ زمین پر مسیح کی قبر اور اے شیعو آسمان پر کسوف و خسوف تمہیں بتا رہے ہیں کہ وہ موعود مسیح اور موعود مہدی جسکے انتظار میں تم مضطرب بیٹھے تھے اور جو درحقیقت قبل از وقت غار میں یا آسمان پر تھا اب آگیا ہے۔ اب تمہارا کام ہے کہ یا اپنی سعادت کا ثبوت دو یا اپنی شقاوت پر ابدی مہر لگا دو۔

> حضرت مسیح موعود نے صدیقی جماعت کا ایک فرد ہو کر صدیق کی حقیت پر مہر لگا دی اور حضرت صدیق اول و آخر دونوں زمانوں میں حق پر ثابت ہوئے

حاصل کلام ہر ایک فریق کو یہ اُمید تھی کہ وہ موعود منتظر اسی کے مشرب و مذہب کا ہوگا۔ حنفی کہتے تھے وہ حنفی ہوگا۔ وہابی غیر مقلد کہتے تھے وہ پکا غیر مقلد اور ٹھیٹھ نواب صدیق خانی ہوگا۔ اور شیعہ خیال کرتے تھے کہ وہ شیعہ محب حسین اور چناں و چنیں ہوگا۔ آخر اس نے پیدا ہو کر اپنے عمل سے ایک مذہب کو سچا کر دکھایا۔ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا وجود بڑی بھاری دلیل اور تمام دلایل سے بے نیاز کرنیوالی برہان ہے حضرت صدیق کی حقیت پر آپکے عمل اور ایمان نے عملاً خطِ نسخ پھیر دیا۔ صدیقی مذہب کے سوا تمام مذاہب باطلہ پر۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

آخر میں ایک بات کا کہنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ رات کو میں نے رویا میں دیکھا کہ میرے عزیز دوست محمود شاہ مرحوم (ولد حکیم میر حسام الدین صاحب) نے مجھے ایک عینک دی ہے وہ بڑی خوبصورت تھی اور اسکے شیشے عادت سے زیادہ چوڑے تھے۔ جب میں نے اُسے لگایا اسکی خنکی اور لذت میرے قلب کو محسوس ہوئی اور نظر اُفق تک ہر شے کو بہت صفائی سے دیکھتی تھی اسکی تاویل میں نے یہ کی کہ میری یہ کتاب **خلافت راشدہ** بحمد اللہ محمود و مقبول ہوگی اور معاً یہ کہ کوئی بڑا تیز باطل کش حربہ میرے ہاتھ آئیگا جو پہلے نہیں آیا۔ صبح میں نے عادتاً اکمال الدین و اتمام النعمة کو پڑھنا شروع کر دیا اور اس میں خسوف و کسوف والی پیشگوئی جو مہدی موعود کا نشان تھا نکل آئی۔ میری

خوشی کا اندازہ خدا تعالیٰ کو بہتر معلوم ہے۔ جو مجھے اس حدیث کے ملنے سے شیعوں کی کتاب میں حاصل ہوئی میں پکار اُٹھا کہ آج سے شیعہ مذہب پر بھی ہمنے وہی فتح پائی جو نصرانیوں پر مسیح کی قبر کے اظہار سے ہم نے پائی تھی۔

اب انصاف اور عقل کی اجازت حاصل کر کے کوئی شیعہ اہل حق کے مقابل سر اُٹھا نہیں سکیگا اور زیادہ تر خوشی اس بات سے ہوئی۔ کہ حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرماتے تھے کہ دارقطنی والی حدیث اگر شیعوں کی کتاب میں بھی ملجائے تو بہت بڑی حجت دونوں قوموں پر ہو جائے۔ سو خدا نے آج یہ آرزو پوری کی اور میری رویا کا صدق بھی ظاہر ہو گیا۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً اور عجیب بات یہ ہے کہ پہلی دفعہ جبکہ میں نے لکچر اثبات خلافت شیخین دینا تھا۔ اسوقت بھی ایسا ہی خواب آیا تھا کہ میرے دوست چوہدری نصر اللہ خاں صاحب میرے لئے عینک لائے ہیں اس سے خدا تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے کہ **خلافت راشدہ** کی دونوں صورتیں منصور اور محمود ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب میں اس دیباچہ کو ختم کرتا ہوں اور بہت سی مفید اور دلچسپ باتوں کو جنکے اظہار کے لئے میرا دل تڑپتا ہے۔ دوسرے حصہ پر موقوف رکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ انکا بوجھ برداشت کرنے کے قابل قلوب اس پہلے حصہ کے پڑھنے سے تیار ہو جائیں جس اخلاص اور درد دل سے میں نے یہ کتاب لکھی ہے مجھے اُمید ہے کہ میرا رب رحیم اسے بہتوں کے لئے نافع بنائے گا۔ جس شوق اور اخلاص سے لوگوں نے اس کتاب کی تکمیل اور اشاعت کیلئے مجھے خطوط لکھے ہیں اس سے میری اُمید کو اور بھی قوت ملتی ہے۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ **اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** خدا کا سچا وعدہ ہے اسکے مطابق میری یہ سعی انشاء اللہ قیامت تک مثمر رہے گی۔ اور فی الحقیقت میری ساری امیدوں کا مرجع میرا مولا کریم ہے جس نے مجھ سے ناتوان میں نفخ روح کر کے اس بھاری کام کے سرانجام کی توفیق دی۔ وہی میرا اجر اور وہی میری جزا ہو۔ آمین ✦

میں نے مصلحتاً پسند کیا ہے کہ اس کتاب کے آخر میں اپنی چند تحریریں اس مضمون کے متعلق پیوند کر دوں جو وقتاً فوقتاً الحکم میں شائع ہوتی رہیں۔ اس سے میرا مدعا یہ ہے کہ ایک مسئلہ مجموعی ہیئت میں پیش ہو اور اس طرح غور اور تدبر کو کافی سامان ملجائے۔

آخر میں ایک عجیب بات سُناتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ہماری عزیز اور مکرم احمدی جماعت اور دوسرے حق کے طالب اس سے خوش اور مستفید ہونگے اور وہ یہ ہے کہ لاہور کی شیعہ جماعت

 کے پیشوا علی حائری کا اشتہار (وسیلۃ المیتا لدفع البلا)

اس دیباچہ کے لکھنے کیوقت مجھے ملا۔ اسے جو میں نے پڑھا تو اسکے سوا اسمیں کچھ نہ تھا۔ کہ کچھ تو خدا کے مسیح موعود و امام مُنتظر علیہ السلام کی نسبت سخت ناسزا اور ناپاک الفاظ استعمال کیئے ہیں اور کچھ فضول اور بے دلیل دعووں اور مشرکانہ باتوں سے اُسے مزین کیا ہے۔ اگرچہ مجھے حق پہنچگیا تھا۔ کہ اس گندہ زبان موذی کی باتوں کا دنداں شکن جواب دیتا مگر میں اس سوچ میں تھا کہ میں کیونکر گالیوں میں مقابلہ کرسکتا ہوں اس قوم کا جنکے باپ دادوں کو فحش اور پھکڑبازی کی مشق صدیوں سے کرائی جاتی اور بدزبانی کا ناپاک گوسالہ انکے رگ و ریشہ میں پلایا گیا ہے۔ میں اگر ایک لفظ لکھونگا تو وہ الفین نہیں آف جلدیں گالیونکی تصنیف کردینگے۔ اسی سوچ میں تھا کہ اکمال الدین سے مہدی موعود کے نشان والی حدیث کسوف وخسوف اور طاعون کی ملگئی۔ مَیں نے خدا تعالےٰ کا شکر کیا اور یقین کیا کہ اب اسکے بعد رفض کا باطل اس حربہ سے پاش پاش ہوجائیگا اور حائری کے اس فتنہ پرداز گندہ اشتہار کا یہی نشان کافی جواب ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا کسقدر شکر ہے۔ اور دانشمندونکو اس سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ باطل نے کیا کارروائی کی اور ہماریطرف سے کیا کارروائی ہوئی ہمیشہ تجربہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی دشمنِ حق حق پر حملہ کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اسی وقت نئی اور چمکتی ہوئی تائیدیں ظاہر کرتا ہے مجھے اس موذی اشتہار سے قبل اسکا ہرگز علم نہ تھا۔ کہ آخری امام کیلئے شیعوں کی کتابوں میں بھی کسوف وخسوفِ ماہ رمضان اور طاعون کو نشان قرار دیا گیا ہے۔ خدا کی غیرت نے یہ نیا حربہ حائری کی اس ایذا کے مقابل میرے ہاتھ میں دیا مجھے انتظار اور شوق ہے کہ میاں حائری اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے منحوس نام کی شامت اور وخامت سے حیرت مذموم میں پھنسکر حضرت خلیل کے حریف کی طرح مبہوت رہ جائیں۔ واٰخر دعوٰینا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ ونبیّہ محمد واٰلہ اجمعین

خاکسار

عبدالکریم۔ قادیان۔ بعد از عصر۔ ۲۰ جون ۱۹۰۲ء

تنبیہ

دارقطنی کے اثر میں (ان لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السّمٰوٰت والارض ینخسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔ ترجمہ یعنی ہمارے مہدی کی تائید وتصدیق کے لئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے۔ وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت ظہور میں نہیں آئے۔ اور وہ یہ ہیں کہ مہدی کے دعوے کے وقت چاند کو اسکی پہلی رات گہن ہوگا جو اس کے خسوف کی تین راتوں میں پہلی رات ہے۔ یعنی تیرہویں رات اور سورج کو اسکے گہن کے دنوں میں سے اُس دن گہن لگیگا جو درمیان کا دن ہی یعنی اٹھائیسویں تاریخ کو۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی مدعی کے لئے یہ اتفاق نہیں ہُوا کہ اسکے دعوی کے وقت میں خسوف کسوف رمضان میں ان تاریخوں میں ہوا ہو) جسکے الفاظ بالکل سنت اللہ کے مطابق ہیں اور اکمال الدین کے اثر میں کسی قدر لفظی فرق ہے۔ اور اتنا ہی ہے جتنا اہل سنت رواۃ کے حفظ و اتقان اور قوت تنقید اور جودت قریحت میں اور رواۃ شیعہ کی غباوۃ اور عدم اتقان میں ہی مگر اس خفیف فرق سے کوئی دانشمند جو جانتا ہے کہ صاحبان اکتشافات اور تحقیقات کن کن مواد اور قرائن سے مضبوط قواعد اور اصول موضوعہ نکال لیتے ہیں۔ تذبذب اور حیرت میں نہیں پڑسکتا اسقدر بدیہی اور صاف مشترک مادہ دونوں اثروں میں ہے کہ سرسری نظر بھی بول اُٹھتی ہے کہ ایک ہی چشمہ سے دو مختلف استعدادوں اور قابلیتوں نے پانی لیا ہی اور پھر اپنے اپنے ظرف کے موافق اس مقدس پانی کو یا مصفا رکھا ہے یا مکدر کردیا ہی۔ اس میں شک نہیں کہ دارقطنی کی روایت اولےٰ بالقبول ہے اسلئے کہ اس کے سارے پاکیزہ الفاظ قانون قدرت کے مطابق ہیں اور اکمال الدین والی روایت اسکے نیچے لائی جاکر اور اسکی روشنی میں خفیف سی اصلاح کے زیر مشق ہوکر پھر یہ دونوں روایتیں ایک دوسرے کے تظاہر سے وہ قوت اور مکانت پیدا کرلیتی ہیں کہ ان سے بڑھکر اور کوئی روایت پیدا کرہی نہیں سکتی خدا کرے کہ ہمارے شیعہ دوست اس سے نور حاصل کریں اور ظلمت سے نکلنے کے لئے جلد کوشش کریں ⁂

ضمیمہ

مَیں اپنی طرف سے بہت دن ہُوئے مضمون ختم کر کے کاتب کو دے چکا تھا۔ آج اُس نے درخواست کی کہ کسی قدر اَور مضمون ہو تو کاپی پُوری ہوتی ہے۔ مَیں اسے خدا کی طرف سے تحریک سمجھکر نئی بات کی طرف متوجہ ہُوا جو اس مقام کے مناسب حال لکھی جائے۔ آخر غور کے بعد ایک استدلال مجھے بہت پسند آیا جو یہاں لکھتا ہوں اُمّید ہے کہ طالبانِ حق اِس سے بہت فایدہ اُٹھائیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول ولا نبی الّا اذا تمنّٰے القی الشّیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشّیطان ثمّ یحکم اللہ ایاتہ واللہ علیمٌ حکیم اور ہم نے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہیں اُنسے یونہی معاملہ ہوتا رہا ہے کہ جب اُس رسول یا نبی نے کوئی تمنّیٰ کی شیطان نے اُسکی آرزو کا خلاف کرنیکے لئے

دراندازی کی۔ آخر خدا تعالےٰ ایسا کرتا رہا ہے کہ شیطان کے تمام منصوبوں اور دراندازیوں کو خاک میں ملا دیتا اور اسکے بعد اپنے نشانوں یعنی نبی اور رسول کی آرزو کو پختہ کر دیتا اور اُسی کو ہمیشہ تک قایم رکھتا ہے ٭

یہ آیت عجیب قولِ فصیل ہے اہلِ حق اور شیعوں کی نزاع میں۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول کی دلی آرزو تھی۔ کہ ان کے بعد حضرت علی خلیفہ بلافصل ہوں اور اسکے لئے ۲۳ سال تک آپنے جہانتک امکان میں تھا۔ زور بھی بہت ہی لگائے نہ صرف رسول کریم نے بلکہ خود خدا نے۔ جبرئیل نے اور تمام نبوںاشتیم نے۔ مگر ایک عورت (عایشہ صدیقہؓ) اور ایک مرد (حضرت عمرؓ) نے آں حضرت کی تمنی میں دراندازی کی اور ایک منصوبہ سے جو مدتوں سے پکایا جا رہا تھا۔ خدا کے رسول کی آرزو پر پانی پھیر دیا گیا۔ مگر یہ آیت تو اُنکے اس خیال کی دھجیاں اُڑا دیتی ہے۔ فرض کرو حضرت عائشہؓ نے یا حضرت عمرؓ نے۔ اوّل الذکر نے آں حضرت کی زندگی کے آخری دنوں میں اور دوسرے شخص نے آپکی وفات کے بعد حضرت علی کی وصایت اور خلافت بلافصل کے شیرازہ کو اُدھیڑنیکی کوشش کی۔

مگر بموجب خدا تعالیٰ کی اس جلالی آیت کے از بس ضروری تہا کہ وہ القائے شیطان منسوخ ہوجاتا اور آیات اللہ یا رسول کی تمنی قایم رہجاتی اور اگر وہی قایم رہا جو حضرت عائشہؓ نے پہلے اور حضرت عمرؓ نے پیچھے کیا تو کیا صاف سمجھا نہیں جائیگا کہ خلافت کی یہی شکل اور وضع جو ظہور میں آئی خدا کا منشا اور رسول کی تمنی تھی مگر افسوس کہ شیعوں نکے اعتقاد کے موافق رسول کی تمنی۔ وصیٔ رسول کی تمنی خاک میں مل گئی اور انکی ساری اولاد ناکامی کی حسرتیں دلو ںمیں لیکر اس جہان سے رخصت ہوئی۔ سوچنا اور خوب سوچنا چاہیئے کہ اس نازک معاملہ میں القائے شیطان کس قوم کی تمنی کو کہنا جایز ہوگا اور آیات اللہ کس جماعت کی تمنی ہوگی۔

فتدبروا ولا تکونوا من الذین یمرون علے ایات
اللہ وھم عنہا معرضون +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے افسوس ہے کہ اِس لیکچر کی اشاعت میں اس قدر التوا ہوا۔ حق یہ تہا کہ دو مہینے اس سے پہلے شایع ہوجاتا۔ توقف کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ میں نے عادتاً جو کچھ کہا تھا زبانی کہا تہا۔ سوائے دو چار آیتوں کے مَیں نے خود کسی اَور امر کو نوٹ نہیں کیا تہا۔ اس مجمع میں میری مکرم دوست مولوی محمّد فیروز دین صاحب مدرس اول فارسی بورڈ سکول میری تقریر کو لکھتے گئے مگر قواعد مختصر نویس کے نہ جاننے کے سبب سے مولویصاحب ممدوح بالّلفظ ساری تقریر پر قابض ہوجانیکے لئے جہاد کرتے تھے۔ لیکن مجھے شبہ ہوتا کہ مولویصاحب پورے کامیاب ہونگے آخر جب مولوی صاحب نے میری منثور تقریر کو منظم اور شیرازہ بند کرکے مجھے مرحمت کیا مجھے پڑھکر یقین ہوگیا۔ کہ سبق اللّسان القلم باایں ہمہ جناب مولویصاحب نے چہوٹی تقطیع کے پوری چھیالیس صفحے مجھے لکھکر دیئے۔ اب مَیں نے یہ تو پسند نہ کیا کہ اس حیثیت میں اُسے چھپوا دوں۔ دل میں آیا کہ کسی قدر بہتر صورت اور مفید تر طرز میں اس کا شایع ہونا مناسب ہے۔ اسی حیص بیص میں کئی دن گذر گئے۔

اور رات دن کے غور و فکر نے معلومات میں اَور بھی وُسعت پیدا کردی۔ آخر میں نے شروع سے آخر تک اُس لکھے ہوئے کو پھر اپنے ہاتھ سے لکہا۔ کچھ حصّہ اس کا لفظاً بحال رکہا اور زیادہ حصے کو از دیاد مضامین کے ساتھ بالکل نیا لباس پہنایا۔ مگر مجھے دل سے اعتراف ہے کہ یہ سب کچھ مکرمی مولوی صاحب موصوف کی حسن سعی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ ایک لکہا ہوا مجموعہ مجھے نہ دیتے تو میں بوجہ لکھنے میں سُست ہونے کے اس زبانی بولے ہوئے کو دُوبارہ لکھنے کی جرأت نہ کرسکتا خدا تعالےٰ مولویصاحب کو اسکا اجر دے اور ہمیشہ نیک کاموں کی توفیق بخشے ❖

جب میں نے اس لیکچر کے دینے کا ارادہ کیا معمولاً میں نے جناب باری تعالےٰ میں بہت بہت دُعا کی۔ اور اپنے سیّد و مولیٰ رحمۃ للعالمین (صلے اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجکر انتظار کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں مجھے اپنی روح سے تائید بخشے۔ لیکچر کے معین دن کی رات کیا دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کا کوئی مبشر میرے دوست چوہدری نصر اللہ خاں صاحب وکیل سیالکوٹی کی تمثل میں آیا۔ اور مجھے بڑی خوبصورت عینک دکھائی۔ میں نے اُسے تجربہ کر کے بینائی کے لئے فوق العادۃ نور بخش اور تقویت دہ پایا۔ قیمت پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ میں یہ آپ کیلئے ہدیہ لایا ہوں۔ میرے دل میں اس سے بڑا یقین حاصل ہوا۔ کہ اس کام میں اللہ تعالےٰ میری بڑی نصرت کریگا۔ اور قرآن کریم سے مسائل کے استنباط میں روح حق میری بینائی اور فہم کو تیزی بخشے گی۔ فکان کما اریت وللہ الحمد۔

اس لیکچر کی نسبت بعض لوگوں کا خیال تہا۔ کہ اس میں شیعوں کے اشتہار کے مندرجہ حوالجات پر بھی کلام ہوگا جنہیں وہ علمائے اہلسنت سے منسوب کرتے ہیں بعض جو بہت غور کرنیکے معتاد نہ تھے اپنے مظنون کے خلاف دیکھکر کسیقدر شکستہ دل ہوئے۔ میں اگرچہ اس رائے پر بڑا ہی مستقیم القلب تھا کہ تمام ظلمتوں سے نور کیطرف لیجانیوالا اور حکم عدل صرف قرآن کریم ہی ہے اور میں اس ایثار کی مدلل وجوہ بھی لکچر میں بیان کر چکا تہا۔ لیکن عوام کے قلوب کی تسلیت کیلئے اسطرف مائل ہوگیا۔ کہ تہوڑی سی اس دجل کی پردہ دری بھی کروں۔ مگر پھر تردد پیدا ہوا کہ اس سے سچے اور قطعی فیصلہ کی راہ اسی عام پامال سڑک سے ملتبس ہوجائے گی جسپر قدم مارنیسے آجتک کوئی منزل مقصود تک نہیں پہنچا اسی تردد میں میں نے اپنے مخدوم مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں لکھا کہ وہ اس بارہ میں حضرت مرشد برحق امام صادق مرزا غلام احمد (اللہ تعالیٰ کی برکات۔ نصرت اور سلام انکے شامل حال ہو) سے استشارہ فرما کر مجھے اطلاع بخشیں۔ اسکے جواب میں حضرت امام المسلمین (ایدہ اللہ) نے براہ راست مجھے یہ خط لکھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم مولوی عبدالکریم صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخویم حکیم مولوی نورالدین صاحب نے آپ کا کارڈ مجھکو دکہایا۔ بہت سوچنے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ اس زمانہ کے اندرونی اور بیرونی اختلافوں کے دُور کرنیکے لئے قرآن شریف جیسا اور کوئی ذریعہ نہیں روایات اور دیگر کتابوں کی بناء پر بحث کرنیسے نزاع لمبی اور غیر منفصل

ہوجاتی ہے۔سواس طولانی سلسلہ میں پڑکر فتح نمایاں کے ساتھ انجام ہونا روئداد موجودہ کے خلاف
معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آجتک تنازعات ختم ہونے میں نہیں آتے۔ اگر اہل سنت کیطرف سے بین جزو
کی کتاب نکلی تو مخالفوں کی طرف سے اسی جزو کی نکلی۔ جس سے ناظرین کو معتدبہ فایدہ نہیں ہوا۔ میرے
نزدیک بہتر ہے کہ طریق بحث کو بدل دیا جائے۔ یعنی ہر ایک بات کیلئے قرآن کریم کو حکم
ٹھہرایا جاوے یقیناً قرآن کریم ہر مقام میں مدد دیگا والسّلام +

خاکسار غلام احمد ۱۱ مارچ ۱۸۹۶ء از قادیان

اس مبارک خط نے جسے میری کارروائی اور تجویز سے پورا توارد واقع ہوا تھا مجھے بہت مسرت
بخشی اور آئندہ کے لئے مجھے ایک فضول اور مبتذل کام سے باز رکھا۔ فجزاہ اللہ عنی خیر الجزاء۔
مَیں نے اپنے دعوے کے موافق ساری باتوں کا فیصلہ قرآن کریم سے کیا ہی۔ جو دعوے کیا ہے
قرآن سے کیا ہے اور جو دلایل اور بینات اس دعوے کی تائید میں پیش کیئے ہیں قرآن سے کئی ہیں
اگر کہیں کوئی تاریخی شہادت اپنے دعوے کی تقویت میں لایا ہوں یا کوئی روایت ذکر کی ہی تو وہ
بطور رفاضل موید کے ہی۔ بحمد اللہ اس دلربا عمارت کی چھت آیات قرآنی کے قواعد پر قایم اور استوار ہی
شیعوں سے بمنت التجا ہے کہ انصاف کے قوی ہاتھوں سے اس رسالہ کو پکڑیں۔ اسلیئے کہ دل کا بیجا
اشتعال ہاتھوں میں رعشہ پیدا کرتا اور پھر نگاہ کو کسی مطلب پر غور کیلئے ٹھہرنے نہیں دیتا دلکو تھام کر اسے
بہ تدبر پڑھیں اور خدا تعالےٰ سے ڈرکر اس سے فائدہ اُٹھانیکی کوشش کریں۔ اگر کوئی جواب لکھی تو اسی کو اسوہ
ٹھہراکر اپنے دعوے اور دلایل کو بینات فرقانیہ سے موکد اور مزین کرے مَیں نے اسکے لکھنے میں بہت بہت
دُعائیں کی ہیں۔ لکھتے لکھتے اس خوف سے ٹھہر ٹھہر گیا ہوں کہ کہیں میرا بیان بخاطر فداری و رنارو لجذبات
کا سرجوش نہ ہو۔ مَیں نے موقع موقع پر اللہ تعالیٰ سے یُوں دُعا کی کہ اے علیم خبیر عزیز رحیم۔ اگر میری
یہ کارروائی تیری رضا کے حصول کا ذریعہ ہو تو میری اس میں مدد کر۔ اور اگر یہ تیری سخط و مقت کی
موجب ہو تو میری ساری طاقتوں کو اس سے ایسا پھیر دے جیسے تو ایک متقی مخلص کو معاصی کے ارتکاب سے پھیر دیتا ہی۔
مجھے واثق امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے نافع اور مقبول بنائیگا۔ فعلی اللہ توکلی و بہ ثقتی
ھو ولی فی الدنیا والاخرۃ۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل
فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ امین۔

عبدالکریم ۔ سیالکوٹ
۸ - اپریل ۱۸۹۶ء چہارشنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لکچر

اثبات خلافت شیخین

(از قرآن کریم)

اَلحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالمین الرحمٰن الرحیم مالکِ یومِ الدّین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ محمدٍ والمؤمنین بہٖ اجمعین۔

امّا بعد

مَیں نے اشتہار دیا تھا کہ میں قرآن کریم کے رُو سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی خلافت کو ثابت کرونگا۔ اور یہ بھی ثابت کرونگا کہ ان لوگوں نے اسلام کی سچی حمایت اور تائید کی۔ یہ تحریک اس طرح سے ہوئی یعنی اس لکچر کا موجب یہ ہوا کہ میں نے سیالکوٹ میں ایک اشتہار دائروسائر دیکھا۔ جس کا نام مشتہر نے "آئینہ حق نما" رکھا تھا سیالکوٹ میں کس کی ایما سے پھیلایا گیا؟ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے اس میں یہ دعوےٰ تھا کہ شیخین رض اس دُنیا سے باایمان نہیں گئے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیئے کہ دنیا سے بے ایمان منافق اور مرتد گئے۔ نعوذ باللہ۔

اِس اشتہار سے جو قلق اور اضطراب میرے دل پر طاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ علیم اُسے خوب جانتا ہے جسدن سے یہ اشتہار دیکھا اُسی دن سے مجھکو کرب اور غم لگا رہا۔ بہت دیر تک سوچتا رہا کہ میں اُن

برگزیدوں کیطرف سے کیا ذب اور دفاع (ڈیفنس) کر سکتا ہوں۔ سوا اسکے کہ جیسا ان برگزیدوں کی نسبت ناسزا سب وشتم کے ناپاک اور گندے الفاظ مشتہر کیئے گئے ہیں۔ میں اسکے مقابلہ میں انکی حقیقی تمجید ظاہر کروں۔

یہ وجہ ہوئی جس سے میرے دلمیں اس لیکچر کی تحریک پیدا ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی خاص فضل سے موفق و مؤید فرمایا۔ اس بات کے فیصلہ کے لیئے کہ ہم جناب صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کی نسبت یہ ثابت کریں کہ وہ کیسے حامیٔ اسلام اور مؤید دین تھے۔ بہت بڑا وقت چاہیئے۔ اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس امر کی نسبت علمائے دین بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور بڑی بڑی مبسوط کتابوں میں منکرین کو جواب دیچکے ہیں اور میں ایسا دعوےٰ تو نہیں کر سکتا کہ ان سے اچھا جواب دونگا مگر اس غرض کے لیئے جو کچھ میں نے سوچا ہے اور وہ آسان فیصلہ کی راہ نظر آتی ہے یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ یوں بحث کیجائے کہ فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے۔ اور فلاں کتاب یہ کہتی ہے۔ ہمارا حریف ایک کتاب کی طرف حوالہ کرے اور ہم کسی اور کتاب کی طرف۔ قرآن مجید کو حکم عدل قرار دیا جائے اسواسطے کہ قرآن کریم نے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ وہ تمام اختلافات کو دور کرنے اور مٹانے آیا ہے۔ اور ہر اختلاف کے لیئے وہی فصل اور حکم ہے۔ پس یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کو بھی قرآن شریف پر عرض کریں تاکہ ایک قطعی اور یقینی فیصلہ ہاتھ آئے۔ غور کرو ایک ایسا واقعہ جسکے سبب سے اسلام کے بحر اعظم میں دو بڑے عظیم الشان دریا پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک عذب فرات (میٹھا خوشگوار) اور دوسرا ملح اجاج (کڑوا تلخ) اور دونوں میں ایک ایسا برزخ اور حجر محجور قایم ہو گیا ہے کہ اب انکا التقاء والقتال محال ہے کیا قرآن شریف اس اختلاف کے مٹانے کا بھی ذمہ وار نہیں؟ اور کیا خبیر علیم خدا آگاہ نہ تھا کہ اسلام میں ایک خطرناک نزاع پیدا ہو گی: بیشک ایک مسلم مومن انسان کی طرح جو قرآن شریف کو کامل مکمل اور ہر اختلاف کا مٹانیوالا سمجھتا ہے میں ضرور یقین کرتا ہوں کہ اسکے لیئے بھی قرآن شریف حکم ہے۔

اور قرآن شریف سے بڑھکر کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی جو اس امر کیلیئے صاف اور صریح فیصلہ کرنے والی قرار دیجائے۔ دنیا میں جسقدر کتابیں اس بارہ میں تصنیف ہوئی ہیں کیا وہ کتاب الٰہی کے ہم پلہ ہیں؟ کیا قرآن کریم کیساتھ کسی پہلو میں موازنت کر سکتی ہیں؟ حاشا و کلا۔ کوئی مسلمان ہرگز ہرگز اس امر کو باور نہیں کر سکتا۔ تو پھر آؤ اس بھاری مقدمہ کو اس بے لاگ صادق مصدق آسمانی جج کے حضور میں پیش کریں۔

بقول شیعوں کے اس خیر القرون میں جسے اسلام نے تمام دنیا کیلیئے قیامت تک اسوۂ حسنہ

اور قابل اقتدا نمونہ کہنے پر بجا فخر کیا ہے۔ دو فریق تھے۔ ایک فریق وہ تھا۔ جو ہر بات میں تقیہ کرنا ضروری جانتا تھا۔ اور نامساعدۃ روزگار اور ضعف قلب کی وجہ سے کسی طرح بھی سچی مومنانہ جرأت اور شجاعت سے حق کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ کسی امر حق کی اُس سے حمایت ہو سکتی تھی وہ فریق تقیہ کی آڑ میں صرف اپنا محفوظ رہنا غنیمت سمجھتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے سردار حضرت علی شیر خدا مصداق لافتی تھے۔ اب ہر ایک عقلمند غور کر سکتا ہے کہ ایک ایسا گروہ جو جبن اور بزدلی کو اپنا فرض سمجھتا ہے اور کسی طرح اظہار حق کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اُنکی وساطت سے اگر کوئی مذہب یا روایت پہنچے تو وہ کہاں تک قابلِ وثوق ہو سکتی ہے؟ دوسری جماعت بقول شیعوں کے وہ لوگ تھے جن کی بات بات میں تجبر اور تکبر تھا۔ وہ ہر امر میں مطلق العنان تھے۔ خدا انکی ترجیح کرتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے دبتے۔ شیر خدا خیبر شکن اُن سے سہمے رہتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان اُنکے فوق العادۃ رعب کے مقابل دم نہ مارتے وہ جو چاہتے کہتے اور جو کچھ اُنکا ارادہ ہوتا کر گذرتے۔ وہ بقول شیعوں کے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور اُنکی جماعت تھی۔ پہلی قسم کے لوگ معدودے چند تھے۔ اور دوسرا گروہ ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی کے قریب تھا۔ پھر یہ آخر الذکر لوگ بقول شیعہ کے دُنیا پرست مرتد اور منافق تھے اور محض دنیا کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ جو روایت اور اشاعت اس قماش کے لوگوں کے توسط سے ہم تک پہونچی وہ کہاں تک صدق اور حق پر مبنی ہو سکتی ہے اور کیوں یہ احتمال بجا نہ ہوگا۔ کہ ہر روایت کو اُن لوگوں نے اپنے رنگ میں رنگین کر لیا ہوگا؟ جب روایات کا یہ حال ہے تو ہم اپنے حریف مقابل کو کہتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر اور یوم الجزا کو سامنے رکھکر اس کا جواب دے کہ قرآن شریف کے سوائے کوئی کتاب یا کوئی اور انسان حکم ہونے کا استحقاق رکھ سکتا ہے؟ جب دونوں فریقوں کی روایت کا یہ حال ہے کہ ایک تو تقیہ کر کے حق کو چھپانیوالا اور دیدہ و دانستہ حق کے خلاف کہنے والا ہے اور دوسرا فریق بقول شیعوں کے جابر۔ غاصب۔ مرتد اور منافق ہے تو ہم مجبور ہونگے کہ آخر قرآن کریم ہی کو سچا فیصلہ کرنیوالا مانیں اور در حقیقت وہی قول فصل ہے جسپر کسی انسان کی دست درازی نہیں ہوئی اور جسپر کوئی شخص خواہش نفسانی سے تحریف و تبدیل کا ہاتھ نہیں بڑھا سکا۔ اگرچہ بعض ناعاقبت اندیش شیعوں نے جو ہمارے درجے کے احمق تھے قرآن کریم کی نسبت بھی پورا پورا اعتماد ظاہر نہیں کیا۔ لیکن ان معدودے چند بطالوں کو خود محققین علمائے شیعہ نے[1]

---

[1] صراط مستقیم میں جو شیعوں میں ایک معتبر تفسیر ہے زیر آیہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے لکھا ہے

بڑے زور سے رد کیا ہے۔ اُنہوں نے قرآن کریم کی نسبت یہی فیصلہ کیا ہے کہ وہ تحریف و تبدیل سے محفوظ و مصئون ہے اور موجود بین الدفتین وہی ہے جو نبی امین پر نازل ہوا تہا۔ کمی بیشی کو اسمیں مطلق دخل نہیں لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ صرف قرآن کریم ہی ہر امر میں جج ہونیکا منصب رکہتا ہے اور اسی کا فیصلہ ناطق اور قطعی سمجھنے کے لائق ہے۔ اور فریقین (شیعہ۔ سُنّی) صرف قرآن کریم کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہو سکتے ہیں اور وہی وہ دونوں فریقوں میں متفق علیہ کتاب ہے۔ تو اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروؤں کیلئے یا جن لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات سے حصہ لیا انکے لئے کیا نشان قرار دیئے ہیں۔ قرآن کریم نے جو زندہ فیضان اور ابدی انعام اور مخلد برکات مقرر کی ہیں اُنکی علامتیں کیا ہیں اور وہ کن لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اُس خوفناک وقت کا دل میں تصور کرو۔ جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے اُسوقت تمام قوم کی قوم اپنے اور بیگانے اس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ جس طرح ہو سکے آپکو نیست و نابود کیا جائے۔ کِس کِس قسم کی تدبیریں کیں۔ وقت نہیں۔ کہ مفصّل بیان کروں۔ بہرحال کوئی کوشش نہیں جو ایک ہتھیار بند جری اور شجاع اور کینہ توز قوم کر سکتی ہے۔ جو اُنہوں نے اس نبی اُمی بیکس بے بس

---

۱ انا الحافظون من التحریف والتبدیل والزیادۃ والنقصان۔ یعنی ہم حافظ ہیں تحریف اور تبدیل اور زیادتی اور کمی سے حدیقہ سلطانی میں ہے نقلاً عن مجمع البیان فی تفسیر انا لہ لحافظون۔ والزیادۃ فی القرآن بطلانہا مجمع علیہ واما النقصان فرواہ قوم من اصحابنا و بعض الحشویۃ من العامۃ والاصح خلافہ کما نص بہ سید المرتضےٰ قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مصائب النواصب میں لکہا ہے جو لوگ ہماری طرف نسبت کرتے ہیں کہ شیعہ قایل ہیں اس بات کے کہ قرآن میں کچھ تغیر ہوا۔ سو یہ قول جمہور امامیہ کا نہیں۔ اسکے قایل گروہ قلیل ہیں جن کا اعتبار نہیں۔ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ رسالۃ العقائد میں لکھتے ہیں۔ ہمارا اعتقاد قرآن میں یہ ہے۔ کہ تحقیق قرآن جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا وہی ہے جو دو دفتوں میں موجود ہے۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں پایا جاتا ہے محمد بن حسن حر عاملی جو بڑا محدث شیعوں میں گذرا ہے لکھتا ہے ہر کسیکہ تتبع اخبار و تفحص تواریخ و آثار نمودہ بعلم یقینی میداند کہ قرآن در غایت و اعلے درجہ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ و نقل میکردند و آں در عہد رسول خدا مجموع مولف بود

بے سامان - بے زر - بے زور کی نسبت اُٹھار کہی ہو - کئی برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہر ایک قسم کے تعلقات کو مسدود رکھا - یہاں تک کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ حالت
بھی آئی - کہ شعب ابی طالب میں مخفی ہیں اور چند صحابی رض ساتھ ہیں جو سب کے سب مصیبتوں کا نشانہ
بن رہے ہیں - بھوک اور پیاس کے مارے انکے زار نالے آسمان تک پہونچ رہے ہیں - مگر مکہ کے
قسی القلب لوگوں کے دل میں ذرا ترس نہیں - گذرنیوالے سنتے ہیں - مگر کوئی رحم نہیں کرسکتا -
کیا ایسے وقت میں کوئی شخص قیاس کرسکتا تھا - کہ یہ رسول کوئی عظیم الشان آدمی ہوگا اور ایسا
شہنشاہ ہوگا - کہ جسکے سامنے قیصر و کسرے جیسے بادشاہوں کی گردنیں جھکیں گی - کوئی پولیٹیشن کوئی
قیافہ دان اور زمانہ کی کجدار و مریز کا پہچاننے والا بھی اسوقت ہرگز ایسا قیاس نہیں کرسکتا تھا - وہاں
تو ان بیچاروں کو اپنی جان کے لالے پڑ رہے تھے - حکومت اور بادشاہت کے سرسبز میدانوں کو تصور
میں لانا کیونکر ممکن ہوسکتا تھا - غرض یہ ایک ایسا خطرناک نظارہ ہے کہ دنیا کی ہسٹری کوئی اسکی
نظیر پیش نہیں کرسکتی - ایسے خوفناک وقت میں اگر کوئی شخص ایسے رسول پر ایمان لاوے اور اپنی
تمام مشہور و معروف جاہ و حشمت کو ترک کرکے قوم کے طعن کا نشانہ بنے اور ہر قسم کی ہلاکت کا عرضہ
بنکر اس قسم کے انسان کو تسلیم کرے تو کیا کہا جائیگا - کہ کسی طمع کی بنا پر اس شخص کو قبول کیا عجیب
دل ہے جو ایسا قیاس کرے - اور سخت ہی سیاہ دل ہے جو ایسا خیال کرے - ہاں اگر ایسا ہوتا کہ اپنی
قوم کے لوگ جو وجاہت و ثقاہت اور جرأت میں مسلم تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کر
لیتے تو دل خوش کن امیدوں اور استقبالی کامیابیوں کو ایک دنیا طلب کی رفاقت اور معیت ایمان
کی تحریک کا باعث قوی سمجھا جاتا - مگر وہ عزیز قوم تو اول المنکرین بلکہ اشد المؤذین بن گئی - ایسی کس مپرسی
حالت میں صدیق اکبر رض نے پوری صداقت کے ساتھ اس جلیل الشان انسان کو قبول کیا - کیا اسلیئے قبول کیا کہ آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خفیہ وقت پر گرفتار کرادی - اور کیا اسلیئے تسلیم کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خفیہ کمیٹیوں کے پاس عرض کری - ایسا ہرگز نہیں بلکہ اس قبول کرنیسے صدیق اکبر رض کی وہ وجاہت جو قوم میں مسلم تھی
یک لخت جاتی رہی تاریخ کے پڑھنے والے جانتے ہیں - کہ حضرت صدیق اکبر قبل اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیخدمت بابرکت میں حاضر ہوں اپنی قوم میں ذی وجاہت اور مرجع خاص و عام تھے -
اور ایسے شخص تھے - کہ قریش کے بڑے بڑے اہم معاملات اور بیرونی تعلقات کے بھگتانیکے لیے
وہ ایک بڑا ذریعہ اور سفیر تھی - ولیم میور نے اپنی کتاب اینلس آف دی ارلی کیلیفیٹ (تاریخ
خلفائے راشدین) میں جناب صدیق کی نسبت ایک قابل غور فقرہ لکھا ہے جس سے میرے اس

بیان کی شہادت نکلتی ہے اور وہ یہ ہے۔ "جب میں ابوبکرؓ کیطرف غور کرتا ہوں جو بڑا دانا ذی فہم
معاملات دُنیا کے پُرپیچ حالات سے واقف تھا۔ اور اپنی قوم میں سب سے زیرک تہا۔ اور پھر اس شخص
کی صاف عقیدت۔ سچی اور بے ریا ارادت کو دیکھتا ہوں۔ جو اس کو رسول عربی کی نسبت تھی تو
خواہ مخواہ مجھے شک پڑتا ہے کہ رسول عربی کا دعوے شاید صحیح ہو" حاصل یہی ہے گو الفاظ اور
ہوں۔ اللہ اللہ! حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلےٰ درجہ کا ذی ثروت اور ذی وجاہت ہونا اور
اُس بیکسی کی حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پورا مخلصانہ تعلق پیدا کرنا ایک ایسے
مسلم دشمن رسول کو مجبور یا مذبذب کر رہا ہے کہ رسول خدا کو اپنے دعوے نبوت میں منصوبہ باز اور
مفتری نہ سمجھے۔ اسلئے کہ بقول میور کے اگر نعوذ باللہ آنحضرتؐ اپنے دعوے میں کاذب ہوتے تو
ایسا ذی وجاہت شخص اُنپر ایمان لاکر اپنی سابقہ عزت و وجاہت کو بھی خاک میں نہ ملاتا۔ حاصل
کلام یہ کہ ولیم میور باوجود عیسائی ہونیکے حضرت صدیق اکبرؓ کی عظمت اور سچی عقیدت کا صاف
اعتراف کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اعتراف بلکہ نبی عربی کی نبوت کی صداقت کا اُسے ایک نشان اور
معیار قرار دیتے ہیں۔ افسوس ہماری مخالفین شیعہ کے حال پر جو ایسے کھُلے کھُلے اور روشن آیات سے

۵۱۔ پھر ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ آپکی طینت میں ہمدردی اور حلم مخمر تہا۔ مگر امور مہمہ کے پیش آنے پر بڑے ذی عزم تھے
جذبات اور اشتعال آپکی حرکات میں کبھی دخل نہیں پاسکتے تھے۔ آپ کے ساتھ ہمیشہ آپکی دانش اور بردبار استقامت رہنا رہتی
آپ صادقانہ تعلق اور غیر متغیر اخلاص سے جو آپکو اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ تہا اُس وقت سے آجتک اسلام میں الصدیق
کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں اور بڑے رقیق القلب اور رحیم ہونیکی وجہ سے آپکو الاواہ بھی کہتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ
تجارت میں پُورے ماہر ہوشیار اور کامیاب تھے اور اخراجات میں ایسے میانہ رَو تھے کہ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپکے پاس
چالیس ہزار درہم تھے آپ فیاضی میں منبظیر اور خیرات مبرات میں اتھک تھے۔ بہت سا حصہ آپکی جائداد کا اُن غلاموں کی خریداری میں صرف
ہوا جنہیں اہل مکہ بوجہ مسلمان ہوجانیکے ایذا دیتے تھے چنانچہ جب آپنے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی اُسوقت آپکے پاس صرف پانچ ہزار
درہم تھے۔ آپ قریش کی تواریخ سے غیر معمولی طور پر واقف تھے۔ چنانچہ قریش معاملات الانساب میں اپنی کیطرف اشارہ کرتے۔
آپکے فیصلہ میں پوری بُردباری اور بے طرفداری ہوتی۔ آپکی طرز گفتگو اور طریق سلوک دلکش تہا۔ اسی وجہ سے قریش
آپ سے استشارت و استصواب کے بڑے خواہاں رہتے اور آپ تمام شہر میں ہر دل عزیز تھے۔ ڈاکٹر سپرنگر کے اس
قول سے میں پورا متفق ہوں کہ پیغمبر اسلام صلعم پر ابوبکرؓ کا ایمان لانا بڑا اعظیم ثبوت اس امر کا ہے کہ پیغمبر صاحب اپنے مشن کے آغاز
میں خالص صادق تھے۔ (ولیم میور کی لائف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم جلد دوم صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳ مع نوٹ)

دانستہ آنکھ بند کر رہے ہیں۔ ایسی ہی اوقات میں حضرت صدیق کے وجود میں قرآن کریم کی وہ زبردست پیشگوئی پوری ہوئی جو اس آیہ شریفہ میں ہے۔ وقال رجل مومن من اٰل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم الآیہ۔ یعنی فرعون کے متعلقین میں سے ایک مومن نے جو ہنوز ایمان کو پوشیدہ رکھتا تہا۔ موسےٰ کے دشمنوں سے کہا تم ایک آدمی کو اس جرم پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔ یعنی بمقابلہ تمہاری مادی دنیوی علوم کے میں دبستان الٰہی کا تعلیم یافتہ ہوں اور اس پاک تعلیم اور صادق دعوے کی تائید میں تمہیں اس نے کھلے نشان بھی دکہلائے ہیں اگر یہ اتنا بڑا دعوے کر نہیں کہ میں خدا کا شاگرد ہوں اور علوم حقہ کا مخزن ہوں جھوٹا ہے۔ تو عنقریب میدان مقابلہ میں اسکا پردہ کھلجائیگا اور یہ جھوٹ اسکا نام ونشان مٹا ڈالیگا اور اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس پیشگوئیوں کے بعض حصے تمہاری نسبت پورے ہوکر رہینگے۔ تمہیں اسکے خون سے ہاتھ رنگین کرنے اور اسکے قتل کے جرم کا داغدار ہونیسے کیا حاصل۔ یہ تو بڑا پکا قاعدہ ہے کہ الوہیت کی غیرت اسکے نام پر افترا کرنے والے اپنی حد سے نکلنے والے اور جھوٹی شیخی مارنیوالے کو کبھی کامیابی کا مونھ دیکھنے نہیں دیتی۔ تواتر قومی اور دوست دشمن کی تاریخ کہتی ہے کہ یہ نظارہ مکہ میں ابوبکر صدیق کی جان نثاری اور مخلصانہ طرفداری نے دکہایا۔ اگر کوئی تعصب کا مارا ہوا اخل بجائے صدیقؓ کو اس کا مصداق قرار دینا نہیں چاہتا تو کسی اور مرد خدا کو آپکے قایم مقام پیش کرے۔ یہاں یہ دال تو گلنے کی نہیں کہ حضرت خیبر شکن مشکلکشا، کو سامنے کرسکے اسلئے کہ مکے کے اکہاڑے میں آپکو دنگل میں نکلنے کے دست وبازو دیئے نہیں گئے تھے۔ اور نوعمری ہنوز متقضی تھی۔ کہ آپ معصوم ایمان کی چادر میں منہ سر لپیٹے ہیں اور ان آیات کا محل ومصداق پیدا کرنا ضروری ہے اس لئے کہ سورہ مومن کی یہ آیات موسوی رنگ میں مثیل موسے (علے نبینا وعلیہ السلام) کے ایک دردناک واقعہ کی خبر دیتی اور ایک عظیم الشان صداقت کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور جیسی یہ سورہ شریفہ درحقیقت مکی ہے ضروری ہے کہ مکے کے صالح فرزند پر بھی ایسا ہی جگر خراش صدمہ واقع ہوا ہو۔ وہ ہوا اور ایسے نازک وقت میں ابوبکر صدیقؓ نے دشمنوں کے خونخوار جتھے کی کچھ بھی پروا نہ کرکے اس سنگدل فرعونی قوم کو وہی تبلیغ کی جو اس مرد مومن نے اسوقت فرعونی دربار میں کی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کے ابوجہل اور فرعون اور جاہلیت کے ابوالحکم سے دوستانہ تعلق تہا جیسے ایک ذی وجاہت کو ذی وجاہت سے ہوا کرتا ہے۔ یہی تعلق اور وجاہت تھی جسنے تبلیغ کی جرأت بخشی ورنہ ایسے حق ناشنو سفاک گروہ کو چھوٹے جتھے اور تھوڑے دل گردہ کا

آدمی ایک بات بھی تو کہہ نہیں سکتا۔ ان آیات کے الفاظ میں غور کرنے سے حضرت صدیق کے
ایمان کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور ایک خداشناس فہیم آدمی دنگ رہجاتا ہے کہ ایسے ابتدائی وقت میں
یہ کامل معرفت خدا کے خاص الہام وانعام کے سوا کیونکر حاصل ہو سکتی ہے کیا فراست حقہ صدیق کو
بخشی گئی تھی کہ وہ نہ صرف خود اس بات پر پختہ یقین کر بیٹھے کہ رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا تعالے
کے تربیت یافتہ ہیں۔ بلکہ اس دلی بصیرت اور قوت ایمان نے انہیں مجمع کفار میں تبلیغ حق کرنے پر آمادہ
کردیا۔ مکہ معظمہ میں تو حضرت رسالتمآب (صلے اللہ علیہ وسلم) طرح طرح کے فتنوں اور آزمائشوں کا نشانہ
نبھتے۔ اور بالاتفاق معجزات خرق عادات اور تائیدات بینہ ہنوز ایک وقت کا انتظار کر رہی تھیں تو
پھر وہ کونسی علامات وآیات تھیں جنہیں دیکھکر ایک مکی رئیس جو اہل کتاب نہ تھا اور اپنی سوسائٹی کے
لسانی علوم کے سوا اور کچھ نہ جانتا تھا۔ ایسی معرفت تامہ کی بات بولتا ہے کہ یہ داعی صفات کاملہ کی
جامع ذات کا تربیت کردہ ہے۔ اور اسکے دعوے اور تحدیاں اور پیشگوئیاں جو تمہاری نسبت ہیں جسقدر خدا
کا منشا ہوگا ضرور پوری ہوجائینگی۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ وہ کیسی فراست حقہ اور قوت یقین تھی جسنے صدیق
کے دل میں میخ فولاد کیطرح گاڑدیا۔ کہ مکہ کے فرعونیوں کا مصلح مسرف کذاب نہیں ہے یہی الفاظ اور یہ ایمان
اگر کوئی بدر کے بعد احزاب کے بعد اور قریظہ وبنی نظیر کے استیصال کے بعد بولتا اور ظاہر کرتا تو نکتہ بعد
الوقوع ہوتا۔ مگر ہنوز آگ دہک رہی ہے اور ایک شخص کو اس میں دھکیلنے کی سازشیں ہورہی ہیں اور ہنوز
معلوم نہیں کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ایسے حال میں اگر ملکہ نبوت کے مشابہ قوے حضرت ابوبکر میں نہیں تو وہ ایسی
پیشگوئی کس بل اور بوتے پر کرتے ہیں۔ یا یونہی کہدو کہ قرآن کریم کی متعلق پیشگوئی کی تصدیق اس قوت سے
کیونکر کرتے ہیں میرا کامل ایمان ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص سلیم دل رکھتا اور خدا کی صفات اور
نبوات کی حقیقت میں غور کرنیکا ملکہ رکھتا ہے۔ مجھ سے متفق ہوگا۔ کہ خداوند علیم حکیم نے اسلام کی عظیم الشان
دعوت کے لئے حضرت صدیق کو داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید کرنیکو ازل میں چن لیا تھا۔ لہذا
ایک فوق العادۃ ملکہ جو ملکہ نبوت کے قریب قریب ہوتا ضرور تھا کہ حضرت صدیق کو بھی ملتا۔ اسلیئے کہ
والذی جاء بالصدق وصدق بہ دونوں میں مناسبت قلبی کا ہونا ازبس ضروری ہے خدا کا
شکر ہے کہ مختلف واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ ان محب ومحبوب میں روحانی شدید مناسبت تھی اول اسی
واقع تصدیق نے۔ دوسرے ہجرت کے خطرناک دن کی رفاقت نے۔ تیسرے حضرت خلیفۃ اللہ (صلے اللہ
علیہ وسلم) کی طرح اسلام کو سخت تزلزل کے بعد از سر نو زندہ کرنے اور استوار کردینے نے پانچویں اپنے
محبوب ومقتدا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ہم پہلو سونے نے چھٹے حضور رسالتمآب (صلے اللہ علیہ وسلم) پر

جوان شرفا میں سب سے اوّل ایمان لانے نے حضرات اہل تشیع ۔ خدا کے لئے ان امور میں غور کرو کہ
آیا یہ مناسبات بڑے لطیفے اور کھینچ تان کر بنائی ہوئی تسویلیں ہیں یا خدا کا کلام اور اس کا کام اور
حضرت رسالت پناہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عملی زندگی ان مناسبات کے سچے گواہ اور مؤید ہیں میں
اعتراف کرتا ہوں اور سب سے پہلے اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ قرآن کریم جیسے تمام مومنین صالحین کی
مدح و تمجید سے بھرا ہوا ہے۔ اسی رنگ میں جناب مرتضےٰ علیہ السّلام کی مدح میں بھی بالفصح لسان ناطق
ہے اور ان برگزیدوں کے ہمرنگ اتباع قیامت تک اُن پاک آیات کے مصداق ٹھہرا کرینگے مگر حق اور
انصاف اس اقرار پر مجبور کرتا ہی کہ مخصوصًا و صریحًا رسالت و نبوّت کی تثلیث کی شکل میں جو شخص محکم و
مفصل و نبوذ کتاب اللہ میں مذکور و مسطور ہی وہ حضرت ابوبکر صدّیق ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا
ہوں جسکی قسم کھا کر جھوٹ بولنا ملعونوں کا کام ہے کہ میں نے خوف خدا اور تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھکر
مدتوں اس بحر میں غوطہ زنی کی ہی۔ اور آخر میں اس نتیجہ حقہ پر پہنچا ہوں کہ حضرات اہل تشیع کا جناب علی
علیہ السلام کو مخصوصًا قرآن کریم کی عامۃ الورود آیات کا مورد و مصداق ٹھہرانے کی کوشش کرنا ذرہ برا
بھی اس سے زیادہ قابل قدر نہیں جیسے نصرانیوں نے حضرت ابن مریم علیہ السّلام کو توریت کی عظیم الشان پیش
گوئیوں کا مصداق بنانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ جو کچھ تو پہلے ہی اُور مومنین کے حق میں پوری
ہوچکیں اور کچھ ہمارے نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود پر برابر آتی ہیں اور حضرت یسوعؑ کا
اُن میں کچھ بھی حصہ نہیں۔ آہ صد آہ۔ کیا کروں کہ یہ صاف اور سچی باتیں ان کے دل میں ڈالوں۔ ایک
ہی ہے جو دلوں کو بدل سکتا اور قبول حق کے لئے جب چاہے سینوں کو کھول سکتا ہی میں دیکھتا ہوں
کہ میرے دل میں اس قوم کی غلطیوں کی اصلاح کیلئے فوق العادۃ جوش اور تموج ڈالا گیا ہی اور میں اپنے
قلم کو اُن کے حق میں ابر رحمت یقین کرتا ہوں کیونکہ میں اس راہ میں بحمد اللہ اول الموفقین ہوں جیسے خداوند
کریم نے باطل کی تردید اور حق کی تائید میں نئی اور جلد منزل تک پہنچا دینے والی راہ بتائی۔ فللہ الحمد۔

دوسرا وقت حضرت صدیق کے جوہر ایمان کے پرکھنے کا وہ کیمیا دینے والا وقت ہے۔ جب حق
ناشناس قریش نے اس کریم انسان صلعم کی نسبت آخری کوشش کی کہ آپکو قتل کر کے آئے دن کا
جھگڑا فیصل کریں اور جسکا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں صاف طور پر اسطرح بیان کیا ہے۔

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک	اور جب کفار تیرے خلاف منصوبہ بازیاں کر رہے تھے کہ
او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون	تجھے قید کر لیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں اور وہ
و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین	بُرے منصوبے گانٹھ رہے تھے اور خدا بھی اپنی تدبیر میں

مصروف تہا۔ اور خدا کی تدبیر سب پر غالب آجایا کرتی ہے۔

واذ یمکر بك اس سے پہلے آغاز رکوع میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرماتا ہے۔ کہ اگر تم تقوی اللہ اختیار کرو گے تو ہم تمہیں فرقان یعنی اعدائے ملت پر نمایاں فتح عنایت کرینگے اور کفار کی ستیز و آویزہ اور اُن کی ایذاؤں اور مکائد سے تمہیں نجات بخشینگے۔ اور اس اپنی مستمرہ عادت کے ثبوت میں کہ وہ ہمیشہ سے متقین کا ناصر و مولےٰ ہے امام المتقین سید المحسنین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا محض تقوی اللہ کی وساطت سے نجات پانا بیان فرماتا ہے۔ کہ یاد کر جبکہ تیری نسبت کافروں نے منصوبہ باندھا کہ تجھے قید کر دیں یا وطن سے نکالدیں یا ہلاک ہی کر دیں وہ تیرے قتل کے لئے منصوبہ بازیاں اور جان توڑ کوششیں کر رہے تھے اور ہم تیرے بچاؤ کی تدبیر کر رہے تھے اور آخر ہم ہی جیت گئے تیرا بال بھی بیکانہ ہوا۔ عقلمندوں اور تجربہ کاروں نے ایک مثل بنائی ہوئی ہے کہ دوست مصیبت کیوقت پہچانا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ پُر آشوب طوفان ممکن ہو سکتا ہے؟ قوم میں خون آشام جوش پھیلا ہوا ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا سر لانے پر بیش قرار انعام تجویز ہو چکا ہے۔ اب بھی وہ صادق انسان جو قیامت تک سچے محبوں۔ عاشقوں۔ مریدوں اور ناصران ملت کیلئے یگانہ نمونہ ٹھہر چکا ہے دل کی کشایش سے اپنے مظلوم محبوب و مولےٰ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گیا ہے۔ تاکہ اس مشہور مثل کی صداقت پر اپنے بے لوث مخلصانہ چال چلن سے مہر کر دے اور دکہا دے کہ وہ ہر خوفناک امتحان میں یکساں کامل اور مقبول نکل سکنے کا فخر رکھتا ہے۔ کیا ابو بکرؓ دیکھتے تھی کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کسی عظیم الشان ملکیت یا جلد ہاتھ آجانے والی دولت اور تلافی مافات کرنیوالی حالت کیطرف جا رہے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ دیکھتے تھے۔ کہ ساری دنیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اور جان بچانیکی بھی کوئی سبیل نہیں۔ چہ جائیکہ اُمیدوں کیلئے بالنقد کوئی منظر ہو۔ اللہ اللہ!! ایسے نازک ترین وقت میں کس خوشی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے ہیں۔ بال بچوں کی حفاظت کا کوئی سامان کیا ہے؟ کوئی خرچ تجویز کر گئے ہیں؟ کوئی مدد و مقرر کیا ہے؟ کوئی نہیں۔ الٰہی حفاظت پر سب کچھ چھوڑ کر اپنے ہادی اور مولےٰ کے ساتھ چل دیتے ہیں۔ تدبّر کرنیوالے کے لئے یہ کچھ کم نشان ہے؟ اب یہ بیان ایسا ہے اور یہ واقعہ ایسا ہے کہ ظالم سیاہ دل مخالفین بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ ہاں ہمارے حریف حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دینے کو تسلیم تو کرتے ہیں مگر گھبرا کر آخر یہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ اسلیئے آپ کے ساتھ ہوئے تھے کہ موقع پا کر آپ کو گرفتار کرا دیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسلیئے انکو ساتھ لیگئے تھے۔ کہ کفار کو آپکا پتا نہ بتا دیں۔ یہ ایسا خیال ہے کہ اس سے زیادہ ایک سلیم الفطرت کو

مکروہ اور ناپاک تصور تصور میں نہیں آسکتا۔ غار ثور مکہ سے کوئی دُور نہیں تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس میں تین روز رہے کیا صدیق اکبر کو اس اثناء میں موقع نہ ملا کہ کفار کو اطلاع دیدیں یا خود گرفتار کرائیں*؟ کیا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم غار ثور میں کبھی سوئے نہیں ہونگے جو صدیق اکبر موقع پاکر نکل آتے اور کفار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پتا بتا دیتے۔ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھ بھی رہے تھے اور چاروں طرف تلاش اور تجسس کے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ منافق تھے تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے موقعہ پاکر اور دفعتہً بھاگ کر آسکتے اور کفار کا غار ثور کا پتا بتا سکتے تھے۔ دیکھو! شیعوں کے اس ناپاک افترا کو واقعات صریحًا جھٹلا رہے ہیں۔ الغرض حضرت صدیق رضؓ کی رفاقت اور آخری نتائج نے جو ظاہر ہوئے صاف ثابت کر دیا ہے کہ صدیق اکبرؓ مخلص دوست اور سچے جان نثار تھے کہ دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اور سب سے بڑی بات اور قابل فخر امر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بھی اس واقعہ کو نصرت دین اور حمایت نبی امین کا سبق سیکھنے والوں کے لئے نمونہ ٹھہرایا ہے۔

الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذ هما فى الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا	اگر تم اسکو نصرت نہ دو گے تو کچھ پروا نہیں خدا اسکا ناصر ہے (جو اسکو پہلے بھی بڑی نصرت دے چکا ہی جبکہ اس کو کفار نے مکہ سے نکالدیا۔ وہ دوسرا تھا۔ دو میں کا۔ جبکہ وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ حزین و غمگین نہ ہو۔ یقینًا اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

یہ آیت مدینہ شریفہ میں اُتری ہے جبکہ مخالفوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سخت منصوبے

---

* اس میں رسد رسانی بھی تو جناب صدیقؓ ہی کے خدام کے سپرد تھی۔

سلہ۔ یہ آیتیں سورہ براۃ کی ہیں اسوقت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام قابل غور ہی۔ ایک وہ وقت تہا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر مکہ معظمہ میں ناگفتنی مصائب اور اذیتیں اُٹھاتے۔ ایک ایک سے بڑی منت اور التجا کرکے صرف اتنا ہی چاہتے کہ وہ آپکی ایک بات ہی سننی گوارا کرے۔ اس لاشریک یکتا ذات پاک کے گھر کو جسے ایک مومن حنیف نے صرف اس کی عبادت کے لئے مخصوص کیا تہا۔ تین سو ساٹھ بت کے تصرف میں دیکھکر کڑھتے۔ آج وہ وقت ہے کہ ایک مقتدر بادشاہ اور یگانہ بااختیار مالک کی طرح حکم دیتے ہیں کہ وہ سرزمین جھوٹے دعویداروں۔ نابکار غاصبوں۔ نجس فاسقوں اور انکے

باندھے اور متواتر فوج کشی کرکے چاہا کہ اسلام کو نیست ونابود کردیں۔ شام کے رؤسانے شاہ روم کو

اصنام واوثان کی رجس سے خالی اور پاک صاف کیجائے۔ اگر ایک دہریہ یا میٹیریلیسٹ غور کرنیوالا
دل لیکر ہمارے ہادی جلیل کے تمام مکی واقعات یعنے آپکی سخت قابل رحم حالت اور مادہ پرست
اسباب بین نگاہ میں کامیابی کی کوئی بھی اُمید نہ دلانیوالی زندگی کا مطالعہ کرتا اس زرّیں ورق تک
پہونچے جو آپ کی مدنی لائف کے اس فوق العادۃ کامیاب حصے نے پیش کیا ہے تو وہ اس ساری
کارروائی میں اس غیب الغیب عزیز حکیم ہستی کا ہبت کہلا کہلا ہاتھ اور صاف چمکتا ہوا وجود یقین
کرنے پر شرح صدر سے مایل ہوگا۔ سورہ براءۃ اُس پر شجاعت تبلیغ اور صدع بالامر کا اظہار کرتی ہے کہ
جسے سوچ سمجھکر ایک شخص جو انسانی دل کی کیفیات کو پڑھنے اور غور کرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔
بے اختیار مان لیتا ہے کہ یہ خود خداوند قادر مطلق کا کام ہے اور لاریب اُس علام الغیوب کا کام ہے کیا
یہ اس ضعیف اور ناتواں انسان کے دل ودماغ اور خود تراشیدہ منصوبہ کا نتیجہ ہوسکتا ہے جو اس بڑے
پُرسطوت دباشان مگر رعب سے کانپنے والے سفیر کو تسلی دیتا اور یہ سچی بات کہکر مطمئن کرنا چاہتا ہے
کہ تو مجھ سے کیوں ڈرتا ہے میں تو ایک ایسی بڑھیا کا بیٹا ہوں جو باسی گوشت کھایا کرتی تھی۔ الحاصل
یہ سورہ شریفہ دکھاتی ہے کہ جناب بشیر نذیر صلے اللہ علیہ وسلم امر تبلیغ میں لانظیر شجاعت رکھتے
اور آپنے اپنی ساری زندگی میں اور خصوصًا اس پرجلالت سورہ کی تبلیغ میں عملًا ثابت کیا ہے کہ آپنے
قرآن کریم کے اس قول ثقیل (یا ایھا النبی بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم
تفعل فما بلغت رسالتہ) کی پوری تعمیل فرمائی ہے۔ اس سورہ کے مختلف مقامات سے (ام
حسبتم ان تترکوا الآیہ) - (الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم الآیہ)
(یا ایھا الذین امنوا لاتتخذوا آباءکم واخوانکم اولیاء الآیہ) صاف ثابت ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آیندہ بڑی آزمایشوں اور امتحانوں میں ڈال کر صادق اور کاذب اور مومن اور
منافق میں بین فرق دکھانا چاہتا ہے۔ باپ۔ دادوں۔ بھائیوں۔ بیٹوں۔ بیبیوں۔ قبیلوں اور تمام
محبوب و مرغوب چیزوں کو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم
اطاعت کے نیچے جمع ہونا بہت بڑا امتحان ہے۔ جن لوگوں نے یہ سب کچھ چھوڑا اور پھر سب کچھ جوڑ جاڑ کر
راہ خدا میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اُنہیں سرٹیفکیٹ عطا ہوتا ہے۔ اعظم درجۃ عند اللہ
واولئک ھم الفائزون یعنے وہی اس امتحان میں پاس ہوئے پھر اس کامیابی کا ثمرہ یوں بیان

آنحضرت پر چڑھا لانا چاہا۔ ایسی حالت میں بعضے کچے مومن اور منافق کفار کا مقابلہ کرنیسے پیچھے ہٹ گئے۔

فرمایا یبشرھم ربھم برحمتہ منہ ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدًا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ یعنی اس تمام محنت شاقہ کے عوض میں آقائے محسن قدر دان کی طرف سے ان کو رحمت اور خوشنودی مزاج اور دائمی آرام کی خوشخبری ہے۔ خالدین فیھا اور یہ آرام دائمی اور خوشنودی مزاج اور رحمت یعنی سند اعمال صالحہ بجا لانے اور انپر خوشنودی خدائی کے مستحق ہونیکی توفیق اُن سے کبھی بھی چھینی نہ جائیگی۔ یہ آیت اور اسی قسم کی صدہا آیتیں جن میں سے بعض لکچر میں بیان ہوئی ہیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ اس قسم کے پاس شدہ مومنین یعنی جنہوں نے خدا تعالے اور اس کے صادق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی تمام مالوفات و محبوبات سے ہجرت کی اور رسول اکرم کے حضور میں دینی ضرورتوں کے پیش آنے پر مال اور جان کے پیش کرنے اور خرچ کر ڈالنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ وطن میں (مکہ) آرام سے بیٹھے ہیں۔ قوم میں مسلّم محترم اور معزز ہیں۔ تجارت اور اسباب تمول میں معروف مشہور ہیں مگر خدا تعالے کے لیئے اس کے برگزیدہ رسول کا ساتھ دیکر سبھی کچھ کہو بیٹھے ہیں۔ ایسے مومن یقینًا رضائے الٰہی کے اس عالی مقام پر پہنچ گئے ہیں اور وہ پکی سند حاصل کر چکے ہیں کہ آیندہ کبھی بھی اس سے مخذول و محروم نہ ہونگے۔ یعنے جیسے اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپکے روبرو آپ کے ہر کام میں معین ہیں۔ ناصر ہیں۔ منفق فی سبیل اللہ ہیں۔ مومن ہیں۔ صادق ہیں۔ صدیق ہیں اور بالآخر مبشر بالجنہ ہیں۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی رہینگے اور اسی پر اُن کی زندگی کا دَور بھی ختم ہوگا۔

یہاں تک تو خدا تعالے عزاسمہٗ نے ایمان۔ ہجرت۔ جہاد اور نصرت دین اور تائید رسول کے فوائد اور اُن کے نتائج بیان فرمائے ہیں اور کسی خاص شخص اور قوم کو الفاظ قرآنی میں مخصوصًا مخاطب کرنے کے بغیر ایک عام ترغیب اور ترہیب ان اعمال حسنہ کی بجا آوری اور ان کے ترک کی نسبت فرمائی ہے مگر اس سے آگے ان سب امور کیلئے جو دین و ملت کی جان ہیں ایک معین متبین اور معروف و محدود راہ ایک خاص ممتاز اور اول درجہ پہ پاس شدہ اور پکی سند پائے ہوئے انسان کا نشان بیان فرماتا ہے اور اسوقت سے قیامت تک صرف صرف واللہ العظیم الکریم ثمّ باللہ العلیم الخبیر صرف صرف اسی جانباز ناصر کو ایسے صفات سے موصوف جماعت کا محرک اُسوہ اور قابل افتخار نمونہ ٹھہراتا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ

اسپر اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان نصرت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر تم اس رسول کی نصرت نہ کروگے تو

اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاخرہ فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل - الا تنفروا یعذ بکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علےکل شیئ قدیر - الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ الآیہ - ترجمہ - اے وہ لوگو جو ایمان کا دعوے کرتے ہو سبب کیا ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں تائید دین کے لئے نکلنے کو کہا جائے تم اُٹھ نہ سکنے والے بوجھل آدمی کی طرح زمین سے لگے جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ دُنیوی زندگی پر خوش ہو جس کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں - اگر تم نہ نکلے تو اللہ تمکو سخت سزا دیگا اور تمہارے بدلے اور لوگ پیدا کردیگا - اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکوگے اللہ تعالےٰ تمہیں ہلاک کرنے اور نئی جان نثار اور مجاہد قوم پیدا کرنے پر قادر ہے اگر تم اس رسول کی مدد نہ کروگے تو اللہ ضرور اسکی مدد کریگا - اور یقیناً کریگا - چنانچہ اس سے پہلے وہ اپنی نصرت اور مدد کا ثبوت دے چکا ہے اور ایسے خوفناک وقت میں دے چکا ہے جب ناقدرشناس قوم نے اسے مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا پھر ایسے زہرگداز مرد آزما سفر میں اللہ نے اسے تنہا بھٹکتا نہیں چھوڑا بلکہ ایک سچے انیس و مونس اور جاں باز رفیق طریق کو اسکے ساتھ کردیا جب وہ دونوں تنگ و تاریک غار میں پناہ گزین ہوئے وہ رفیق اپنی مصیبت - فراق اہل بیت اور مہاجرت وطن اور ایذائے اعداء کی ذرا بھی پرواہ نہ کرکے اپنے محبوب و مولیٰ اور مرشد و آقا کیلئے یعقوب علیہ السلام کیطرح حزین ہے کہ کہیں میرے اس پیارے کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اور میری جان چاہے اس راہ میں فدا ہوجائے وہ قدردان مولیٰ سیّد الشاکرین صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ معنا کہکر اس خدائی مخلص کو تسلی دیتا ہے اور معنا میں وحی الٰہی یہ خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اثبات استحقاق الوہیت اور ابطال عبادت غیر اللہ کیخاطر ان دونوں یکساں خطرے میں پڑے ہوئے رفیقوں کا سلامت رہنا اور یکے بعد دیگرے بلا فصل مقتدر شہنشاہ اور مالک رقاب امم بننا ضروری ہے اور فی الحقیقت اس وحی الغیب کے مطابق عملاً بھی ہوا چنانچہ پہلا کفر کا جوش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اور دوسرا مگر ویسا ہی ارتداد کا فتنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نیست و نابود ہوکر باقی دوسرے تیسرے چوتھے اور تمام عالم کے مومنین کیلئے قیامت تک حق کی راہ صاف اور سیدھی کھل گئی - اے خوفناک بھیانک غار تو جو ایک وقت سانپوں اور بچھوؤں اور درندوں کی ماند تھی اب سے تو تنگ و تاریک اور خوفناک نہ کہلائی گئی - تو اب مبارک جگہ اور نورانی نشان ہوگئی نہ صرف اسی لئے کہ تجھ میں دو پاک نورانی وجود

اللہ تعالیٰ تو نصرت کریگا۔ دلیل یہ ہی کہ نصرت کا ثبوت تو آگے ہو چکا جبکہ چھوٹی نگاہ والونکے نزدیک

مسکن گزین ہوئے ہو بلکہ تو خود اپنی ذات میں ہی ایک درخشاں آیت اور نور مبین ہے اور تیرا یہ نور قیامت تک ویسا ہی لازوال رہیگا اسلئے کہ تو اے مبارک غار ایک بڑی گھٹا ٹوپ تاریکی۔ ایک ظلم عظیم اور ایک عالم کو برہم کرنیوالی نزاع کے پاش پاش کرنیوالی اور سچا فیصلہ کرنیوالی ہے تو جیسے اس صادق رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نشان ہو ویسا ہی بلا کم وکاست اسکے حلقہ بگوش صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدق اور للہیت کا بھی نشان ہے۔ صدیوں پہلے نبوت کے طور پر تیرا نام ثور رکھا گیا اسلئے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب کے وجود۔ علم اور قدرت پر اور اس کامل انسان کی صداقت پر بین دلیل ہو جسکے لئے مقدر تہا کہ ایک بہاری فتنہ کے ثوران یعنی جوش زن ہونے کیوقت تجھ میں پناہ گزین ہو کر اعدا کے شر سے محفوظ رہیگا۔ خدا تعالےٰ ایسا فضل کرے کہ جیسے تو نے ایک بڑے فتنہ اور شر کے ہیجان کے وقت اُن دو برگزیدہ فراریونکو پناہ دیکر ایک فیصلہ کر دیا۔ آجکے دن بھی جو چاروں طرف بے تمیزی کا طوفان برپا ہو رہا ہے اور شر کے شرارے یوں اُڑ رہی ہیں جیسے کسی بڑے بہاری میگزین کو آگ لگ جاتی ہو تو ایک کھلے کھلے فیصلہ اور حق کے واضح ہوجانیکا ذریعہ ہو۔ شریر بدباطن آج بلا سلطان مبین اور برہان متین کے اللہ تعالےٰ اور اسکے ازل سے چنے ہوئے بندوں میں تفریق کرنا چاہتا ہے ظالم ناہنجار اور ملعون سیاہ کار حاسد رقیب کی طرح ان دو محب و محبوب اور عاشق و معشوق میں جنہیں معنانے "من توشدم تو من شدی" کا مصداق بنا دیا ہی اور اس معیت کی ہم کناری نے انکے امتیاز تشخصی کو بھی مٹا ڈالا ہی۔ جدائی ڈلوانے اور حریف یکدیگر بنانیکی تاک میں لگ رہا ہی۔ ابن سبا کے یادگار یاد رکھو۔ صدیق اور انکی جماعت کو خدا کی شہادت اور رسول امین کی روداد ڈگری دلا چکی ہے اب بیٹھے سر پیٹا کرو۔ جف القلم بما ھو کائن۔ الغرض ان آیات سے ظاہر ہوتا ہی کہ خدا کی راہ میں تائید دین کے لئے نکلنے کی تحریک پیدا کرنے کو جو بڑا محرک اور مسلم نمونہ تجویز کیا گیا ہی وہ صاحب الغار (رضی اللہ عنہ) کا مبارک وجود ہی اور نیز ان آیات نے ڈنکے کی چوٹ سے ظاہر کر دیا ہی کہ اسوقت ایسے ہی لوگ بھی۔ جو اعلائے کلمۃ اللہ میں سستی اور غفلت کرتے۔ اور اس لئے سخت تنبیہہ اور ملامت کے مستوجب تھے مگر صاحب الغار رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہم رنگ اصحاب خدا اور رسول کے نزدیک نصرت دین کا قابل اقتدار نمونہ تھے۔ سب سے بڑی اور قابل توجہ بات یہ ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ شریفہ کی تبلیغ کے لئے جناب علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ مسلم امر ہے کہ اس سے پہلے جناب صدیق رضی اللہ

ہرطرف ہلاکت کا منظر تھا۔ کافروں نے آپکو وطن سے نکال دیا اگرچہ عرفی اور قومی حقوق کی لحاظ سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے امیر قافلہ حجاج ہو کر گئے تھے اور آپ قریش میں ہر پہلو کے لحاظ سے موقر اور معزز بھی تھے مگر نوجوان علی رضی اللہ عنہ کا بھیجنا علاوہ اور وجوہ کے ایک یہ بھی بڑی قوی اور اطمینان بخش وجہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسوقت استنباط سے جو آپکو وحی اللہ (کلام اللہ) کی نسبت تھی معلوم کر لیا ہوگا۔ بلکہ میری روح تو صاف گواہی دیتی ہے کہ وحی الٰہی نے صاف آپکو ارشاد کیا ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ان تمام امور کا تبلیغ کرنا جن میں ایک اہم امر صاحب الغار رضی اللہ عنہ کو قیامت تک مومنین کیلئے پیروی کے قابل نمونہ ٹھیرانا اور آپ کا خلیفہ بلافصل ہونا ظاہر کرنا تھا۔ مناسب اور ضرور ہے۔ سو خدا تعالیٰ عالم الغیب اور عزیز نے جیسا چاہا ویسا ہوا اس کی اندازہ کی ہوئی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ صدیق اکبر رضہ سابقین مہاجرین اور متعززین کے سردار بن گئے! رب العالمین کے رسول صلعم کے بلا فصل خلیفہ بنگئے! قرآن مجید میں صاحب النبی صلعم اور اسوہ انصار دین ٹھہرائے گئے! کیا یہ سب انسان کی منصوبہ بازی اور خانہ ساز کمیٹیوں کا نتیجہ ہے مدبر بالارادہ اور متصرف الکل علیم حکیم عز اسمہ کے علم و قدرت پر سبقت کر کے آپنے منصب خلافت لے لیا؟ اور جری اللہ۔ نبی اللہ۔ صادع بالامر اور مبلغ حق علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دباؤ ڈالکر قرآن میں مستثنیٰ طور پر بالتصریح اپنی فضیلت لکھوالی؟ کوئی رشید ہے جو ان سب باتوں میں خدا ترس دل سے غور کرے اور تعصب کے بے ایمان شیطان پر سارے دروازے بند کر کے خالی البال ہو کر ان میں فکر کرے!

ایک امر قابل غور بات ہے۔ اس خوفناک اور پر فتن وقت میں جسے اللہ تعالےٰ نے اذ اخرجہ الذین کفروا کہکر یاد دلایا ہے۔ دو شخص ایسے نظر آتے ہیں جنکی جان نثاری اور ایثار کی طرف حیرت سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک تو وہ شخص ہے جسنے ان خونی حملہ آوروں کا اپنے تئیں بہت ہی قریب نشانہ بنانا چاہا وہ اپنی جان کی پروا نہ کر کے اس بستر پر لیٹ گیا جسے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خون سے تر کرنیکے لئے نوسفاک حملہ کرنیوالے تھے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو رفیق طریق بنا۔ ایک رقیق دل اور محدود البصیرۃ تو بہت جلد قطعی رائے دینے کو تیار ہوگا۔ کہ پہلا شخص جان نثاری میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ مگر حیرت تو یہ ہے۔ کہ خدائے علیم جسکے ہاتھ میں انسان کی کوششوں اور محنتوں کی بڑی مستقیم میزان ہے اس دوسرے جان نثار کا آپ اپنے سچے کلام میں ذکر فرمانا مضبوط فراست والونکو فضیلت کی کسی اور پہلو پر سوچنے کیطرف توجہ دلاتا ہے عقلمند و! غور کرو۔ ایک شخص کو انسانی روایت محرف مبدل تاریخ۔ اغراض کے دست مال افسانی ایک واقع کا ہیرو ثابت کرنے کوشش میں جان کھپاتے ہیں اور ایک شخص کو کلام خدا نے بزرگ اپنی صریح منطوق سے مرد میدان بنا رہا ہے۔ اب تم اپنی لیے آپ فیصلہ کرو!

ان کا حق نہ تھا۔ کہ آپ کو نکالتے۔ ان آیات سے یہود و نصاریٰ پر بھی بڑی حجت ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادوں کو ظالمانہ لڑائیاں اسلام کی اشاعت کیلئے سمجھتے ہیں۔ مشرکین مکہ نے شہر بدر کیا۔ جلاوطن کیا اور اپنے مسلّم دستور کے برخلاف کیا اور ہر قسم کے جائز تمدنی اور ملکی حقوق اور منافع سے آپکو محروم کیا سوچنے والا دل لیکر غور کرو کہ ایسے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حزین اور غمگین دل کے لئے (جبکہ آپ قومی حقوق سے بھی محروم ہو گئے ہیں اور پرلے درجہ کے دُکھ دیئے ہوئے اور ستائے ہوئے ہیں) اللہ تعالی ایسے انیس اور رفیق کو انتخاب کرنا پسند فرما سکتا تھا۔ جسکے دل میں ذرا بھی امانت۔ مروّت اور صداقت نہ تھی؟ تجربہ اور مشاہدہ کس طرف لیجاتا۔ اور واقعات مجربہ کس اعتراف پر مجبور کرتے ہیں لا تحزن ان اللہ معنا حزیں مت ہو اسلئے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس قسم کے وعدے قرآن کے متفرق مقامات میں دیکھ لو۔ فرعون جیسے جبار اور سرکش آدمی کے مقابل حضرت موسیٰ مضطرب ہوتے ہیں تو اللہ تعالی تسلی فرماتا ہے اننا معکم ہم تمہارے ساتھ ہیں کیا معیت کے یہ معنی ہیں کہ اس میں برا ارادہ اور بُری مشیت مخفی ہوتی ہے اور کیا اللہ تعالےٰ کی صفت جس کے ساتھ علم اور حکمت اور قدرت لازم ہیں۔ ایک منافق بزدل اور خبیث باطن آدمی کے ساتھ ہو سکتی ہے صادق اور مصدّق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کو بزدل اور منافق سمجھکر ایسا فرما سکتے تھے کہ یقیناً اللہ میرے اور تیرے ساتھ ہے میں نے جہانتک قرآن شریف میں تدبر کیا ہے۔ اور جہاں تک میری استطاعت فہم قرآن تک رسائی رکھتی ہے میں نے اسم اللہ کو قرآن شریف میں وہاں مستعمل دیکھا ہے جبکہ قومیں رسول اور رسالت کے مٹانے کے لئے جوش مارتی ہیں اور الوہیت اپنے بلا شرکت استحقاق کے نظام کے قیام کے لئے رسالت کی نصرت ضروری سمجھتی ہے اسوقت اللہ تعالی اپنے ذاتی نام اللہ کو جامع جمیع صفات کاملہ ہے استعمال کرتا ہے جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ معبود جس کی صفات میں صفت قہر اور انتقام بھی داخل ہے دین حق کے خلاف اُٹھنے والوں اور نبوت کے دشمنوں کو پاش پاش کر دیگا۔ یہاں بھی اللہ تعالی کا کوئی اور اسم مذکور نہیں ہوا۔ اسکا ذاتی نام ہی آیا ہے گویا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ گو بڑے بڑے منصوبے اور مکائد ہمارے خلاف ہوں لیکن اللہ تعالی اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ ہماری ساتھ ہے اور ضرور ضرور اسکی نصرت ہمارا ساتھ دیگی۔ کیا اس حالت میں وہ رفیق جو اپنے محبوب کیحالت کو دیکھکر سخت کڑھتا ہے اور جس نے جان نثاری اور ایثار کی غیر مسبوق مثال قایم کی ہے اس معیت میں شامل نہیں یقیناً ہے۔

میرا مقصد اس سارے بیان سے یہ ہے کہ خود اللہ تعالے جل شانہ نے اُن لوگوں کے جنہوں نے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سچے دل اور اخلاص سے ساتھ دیا کیا نشان مقرر کیے۔ اور پھر ایسے ساتھ دینے والوں کو کن کن برکات اور فیوض سے مستفیض کیا۔ اور کیا حضرت ابوبکرؓ میں وہ نشان پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن برکات سے جو اللہ تعالےٰ نے سچے مخلصین کے لئے مقرر کی ہیں۔ اور اُن وعدوں سے جو خدا تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیے۔ حصّہ لیا یا نہیں۔ سو اس امر کے لئے قرآن شریف کی اس آیت کی طرف غور کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں وطن چھوڑا اس کے بعد کہ اُن پر ظلم ہوا ہم ان کو ضرور ضرور دُنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش وہ جانتے۔

اس آیت میں عجیب ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لئے وطن چھوڑا۔ ضرور ضرور اسی دنیا میں انہیں اس ترک وطن اور ترکِ جاہ کا نعم البدل ملا۔ اس عزت افزائی اور بندہ نوازی سے جسے ہر دشمن اور دوست آنکھ نے بالبداہت دیکھ لیا۔ اللہ تعالےٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وعدہ کی کامل جانب کا جو آخرت کے متعلق غیر مرئی اور نظری ہے حسّی نظر سے عالم کو یقین دلائے۔

اللہ تعالےٰ کی عادت یا قانون قدرت ہے۔ کہ جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوئے اللہ تعالیٰ اُسے اس تباہ کردہ شے سے تشابہ مگر اسکے حوصلہ سے بہت ہی زیادہ بقدر اپنے جود و کرم کے دیدیتا ہے کوئی شخص اللہ تعالےٰ کو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے سچے دل سے محض تیری رضا کے لئے فلاں فلاں چیز کو کھو یا اور اس کا اجر مجھے نہ ملا۔ انسان کی کوشش ہزاروں رنج اور دُکھ اس کی راہ میں جھیلے اسکو اجر عظیم کے مقابل سرملامت و خجلت اونچا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالےٰ کا یہ قول فللّٰہ الحجۃ البالغہ ہمیشہ سچا رہتا ہے۔ مال خرچ کرنیوالوں کی نسبت وعدہ مثل الذین ینفقون فی سبیل اللہ کمثل حبۃ الآیہ پڑھ لو اور جان دینے والوں کے حق میں لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموا تًا بل احیاء کی بشارت دیکھ لو۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عادت قدیمہ ~~ہے اور یہی~~ اخروی جزا کا حتمی اور قطعی ثبوت ہے۔ اس مسئلہ کو صاف طور پر صرف قرآن کریم نے دنیا میں ظاہر کیا اور کوئی کتاب

سلہ۔ قرآن شریف کو دیکھو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی بُت پرستی سے سخت بیزار ہو گئے ہیں۔ اور کہتے

مسئلہ جزائے اعمال کے ثبوت سے بالوضاحت جاذبہ آہنیں ہوسکی۔ قرآن کریم نے ہی اس فلسفہ حقہ کا بیّن ثبوت دیاہے۔ کہ جس شخص نے ارادت کے ساتھ اللہ کی راہ میں قدم اُٹھایا ہے اس دنیا میں وہ ضرور کامیاب ہُوا ہے اور اس دوسرے عالم میں بھی دائمی سرور کا وارث ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں دنیا میں دُکھ اُٹھایا ہے اُنہیں سکھ دیکر اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں کچھ کھویا۔ انہیں بہت کچھ اسی دنیا میں عطا فرماکر اس بات کا ثبوت دیاہے کہ ضرور ضرور وہ مابعد الموت کے اخروی وعدوں کو بھی اسی طرح پورا کریگا۔ اس لئے کہ قرآن کریم کے وعد و وعید دنیا اور آخرت کی دونوں جہتیں ساتھ ساتھ رکھتے ہیں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے جناب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے حالات سے خدا تعالےٰ نے اس امر کا ثبوت دیاہے کہ وہ لوگ جو قرآن کریم پر ایمان لانیسے دنیوی فیوض سے مستفیض ہوئے ہیں اور آلٰہی مواعید کو اُنہوں نے حق اور صادق پایاہے وہ یقین کرلیں کہ آیندہ کی نعماء اور برکات بھی حق اور یقینی ہیں۔ اور خدا ضرور ضرور اپنے وعدوں کو پورا کریگا۔ اس بنا پر غور کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قومی شہرت۔ عزت و وجاہت اور مال و دولت اور پیارے وطن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھوڑا اور اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں اس مقدس رسول کیساتھ چل کھڑے ہوئے۔

مذکورہ بالا آیت مکہ میں اُتری تھی۔ اس اعلےٰ درجہ کی مصیبت اور خستہ حالی کے وقت اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا۔ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں وطن چھوڑینگے۔ اُنہیں ضرور ضرور اس دنیا میں اچھا ٹھکانا عطا فرمائینگے۔ اور اس سے آخرت کے وعدوں کے ایفا کا ثبوت دینگے۔ کسی مُلکی دقیقہ شناس کی رائے اور کسی قیافہ دان کا قیافہ ایسی حالت میں اس امر کا یقین کرسکتا یا کسی کو دلاسکتا تہا۔ کہ یہہ پیشین گوئی کبھی بھی پوری ہوگی یا جیسے آج کوتاہ نظر عیسائی باگر فرکہتے ہیں کہ آپ اپنی پیروؤں کو آیندہ کے دل خوش کن وعدے دیکر جنگ کا اشتعال دلاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود اس حالت میں سر رکھنے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ مہاجرین کیساتھ اس وعدہ کے وفا کا خیال انسانی حدود استطاعت سے قطعاً خارج تھا۔

بقیہ حاشیہ۔ ہیں انا براء منکم ہم تم سے بیزار ہیں۔ انی مھاجر الی ربی میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنیوالا ہوں۔ اور بالآخر وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر قوم۔ برادری۔ اور وطن چھوڑ جاتے ہیں تو خداوند تعالےٰ ان کو اس سے اچھا ٹھکانا عطا فرماتا ہے۔ ان کی اولاد کو کثرت سے بڑہاتا اور کنعان کی زمین ہمیشہ کے لئے ان کو عطا فرماتا ہے۔ جو آجتک انہی کی نسل میں ہے۔ منہ

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے موافق اس وعدہ حقہ کو پورا کیا - اس کا پختہ وعدہ تہا - کہ جن لوگوں نے اسکی راہ میں وطن چھوڑا ہے - ضرور اسی دنیا میں اعلےٰ درجہ کا ٹھکانا پائیں گے - اب دیکھو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلا وطن و عزت چھوڑنے والا کون شخص ہے - وہ کون شخص ہے جو ہجرت کے پورے مضمون کا مصداق ہے جس نے بہت ہی کچھ خدا کے لئے خدا کے رسول کے ساتھ ہوکر برباد کیا جسکی پہلی قومی تباہ شدہ پوزیشن ذاتی تقاضا رکھتی ہے کہ الٰہی رحمت جبر کسر کرکے اسی عالم میں اسکی فوق العادۃ وجاہت ظاہر کرے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہی تو تھے - یہ کس قدر سچ ہے کہ آپنے اس پیارے رسول کے لئے جان اور مال اور اولاد کی کچھ پرواہ نہ کی اور اس کس مپرسی کی حالت میں سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غمگسار بنے - مگر کیا صدیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے سب کچھ کھو کر آخر کار یہ کہنے کا موقعہ پاسکے کہ اے رسول میں نے وطن اور اقربا چھوڑے - سوسائٹی کی مسرت بخش معاشرت سے محروم ہوا - اور اب میں آپکے ساتھ ہوکر مخذول ہو گیا ہوں - نہیں ہرگز نہیں - خدا تعالیٰ کے صادق وعدہ کے بموجب سب سے پہلے چاہئے تھا کہ وہی مہاجر الی اللہ اس مبوالصدق یا مسند خلافت پر بیٹھتا اور وہی بیٹھا - اسی نے سب سے پہلے وطن - اقربا - عزت و وجاہت - مال و ثروت کو چھوڑا - اور خدائی وعدہ کے بموجب سب سے پہلے اسی کو تمکن فی الارض اور خلیفۃ اللہ ہونا چاہئے تھا - اور وہی سب سے پہلے بلا فصل اس باجلال مسند پر جلوہ افروز ہوا - یہ خدا کی طرف سے مقدر تہا - اور اسی طرح ہوا - اس زیرک النشان کی زیرکی - معرفت اسرار نبوت - عہد دوستی کی پابندی اور غیر متزلزل استقامت منجملہ آیات اللہ کے ایک بینہ آیت ہے - ابوبکر صدیق رضنے ایسے وقت صداقت کا ڈپلوما حاصل کیا جبکہ چاروں طرف سے کذبت کذبت کی نذیر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے کان میں آتی تھی - جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے داعی اللہ کی پہلی آواز (اقرء باسم ربك الذی خلق - اقراء وربك الاکرام) سن کر اللہ تعالیٰ کی تفہیم سے سمجھ لیا کہ یہ نادرہ زمان قاری اکرم مربی کا تربیت یافتہ ہے - یہ ضرور ایک دن اکرم اور معزز ہو جائے گا - اسکا قدیر رب اس کو کبھی ذلیل ہونے نہ دیگا - جناب ابوبکر رضنے اسوقت جبکہ نبوت کی آفاقی صداقت کی کوئی آیت ظاہر نہ ہوئی تھی - اپنا ایسا صدق اور اخلاص اور ایمان ظاہر کیا - جو اگر کوئی ظاہر بین اور طامع دنیا ہوتا تو عادتاً انجام پر کامیابی کے ظہور کے وقت کرتا - سبحان اللہ فتن کے سلسلہ سے شروع کرکے جو صبر کا تلخ سلسلہ تھا فوز عظیم یا شاہنشاہی کے سلسلہ تک جو شکر اور ناز کا عالم تہا - آپکی مودت اور محبت رسول کی کڑیاں مسلسل مربوط اور غیر منفصل نظر آتی ہیں - ان آخری کلمات نے جو سید الجمیلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک موں٘ہ جو سنی وقت

جناب صدیقؓ کی زبان سے نکلے "میرے ماں باپ تجھپر فدا ہوں تو زندگی میں بھی خوبصورت تھا اور اب بھی ویسا ہی خوبصورت ہے" دوستوں اور مریدوں کے لئے عہد دوستی کے نباہنے کا قابل فخر نمونہ باقی چھوڑا ہے۔

بہر حال دیکھو۔ اور پھر دیکھو۔ غور کرو اور پھر غور کرو کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا کیسے پورا ہوا جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنے پیارے وطن پیارے اقربا اور قومی عزت و وجاہت اور مسئلہ شہرت کو چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلافضل آپ ہی کو خلافت کی مسند پر بٹھایا ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ اگر کوئی شخص اس امر کو نہ مانے اور اس آیت کا مصداق اول اور احق جناب صدیق رضؓ کو قرار نہ دے تو واقعات عالم کی شہادت از سند سے کسی اور کو پیش کرے۔ مگر احمق کی عقل دیکھو۔ جسے وہ سب سے پہلے پیش کرتا ہے۔ واقعات حقہ اُسے سب سے پیچھے پھینکتے ہیں۔ اس سفید جھوٹ کا شیعہ یا طرفدار گروہ کہ پچھلا سب سے پہلا ہے۔ خدا سے رسول سے تینتیس ہزار بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مومنوں سے واقعات عالم سے مشیت الٰہی سے اُس وقت بھی مار اور ہار کھا چکا ہے۔ اب فضول بکواس سے یا مرثیہ خوانی اور نوحہ زنی سے کیا توقع رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وماهم بمعجزين۔ وہ مجھکو ہرا نہیں سکینگے کیا الٰہی ارادہ پر کوئی غالب آسکتا ہے۔ خدا کو کوئی جیت سکتا ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بلافضل خلیفہ بنانا ہوتا تو کیا وہ ایسا نہ کرسکتا تھا۔ کیوں نہ کرسکتا۔ ضرور کرسکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ مشیت الٰہی اسی طرح تھی۔ سب سے پہلے خلافت جس کا حق تھا۔ اسی کو ملنی چاہیئے تھی۔ اور اسی کو ملی۔ کوئی روئے چلائے خدا کو جو کرنا منظور تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔

ایک کشمیری مجتہد محمد قاسم نام جو لاہور کا رہنے والا ہے اپنی تفسیر میں لکھتا ہے "گرد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منافقین بکثرت بودند و رئیس ایشاں ابوبکر بود" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد منافقین بکثرت تھے اور ان منافقوں کا سردار ابوبکر تھا۔ (نعوذ باللہ) تعجب ہے اس قوم کی فراست اور حیا پر۔ یہ لوگ منافق اور مخلص کے اعمال اور پھر تیئیس برس تک کے اعمال اور نتائج پر غور نہیں کرسکتے۔ افسوس وہ قوم جو ۲۳ برس سے تیار کی جا رہی تھی اور جو ہزاروں خون بہا کر اس حالت کو پہونچی۔ اور جسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے نصرت اور فتح کے ہزارہا وعدے دیکر اپنے رسول کو مطمئن کر دیا تھا اب اس قوم کی تربیت اور حکومت کی عظیم الشان مسند پر معاً بٹھتا ہے تو وہ بیٹھتا ہے جو راس المنافقین ہے۔ اے سیاہ دل اگر تو یوں لکھتا کہ "گرد آنحضرت صلعم مومنین صالحین بکثرت بودند و

رأس ورئیس ایشاں جناب ابوبکرؓ بود۔ تو خدا تعالےٰ کا کلام مشاہدہ اور تاریخ الایام سب ہی اسکی تائید اور شہادت میں تیار ہتے۔ اے حق پوش قوم! اے اسلام کے اندرونی دشمنوں! کیونکر تم اس لعنت اور غضب سے جو راستبازوں کے دشمنوں کے لئے مقدر ہے اپنا بچاؤ کر سکو گے۔

دوسرا بڑا نشان پوری رفاقت اور پوری کوشش کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقصد رسالت میں مدد دینا ہے۔ مَیں نے ابتدا وحی سے سلسلہ شروع کیا ہے۔ اور اخیر تک جناب ابوبکرؓ کو ساتھ لیا ہے وہ کام جسکے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جسکے لئے ۲۳ سال تک دُکھ اُٹھایا وہ کام کیا تہا۔ کلمۃ اللہ کی تبلیغ اور دین حق کی اشاعت۔ کوئی چیز اس سے زیادہ پیاری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہتھی۔ یہی آپ کی زندگی کا مقصد تہا۔ اور اسی بات میں دن رات آپ نے اپنی زندگی کو صرف کردیا۔ اس ساری مدت رسالت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اور جانفشانی اور جاں نثاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے یہانتک کہ جس مقصد کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں وہ پورا ہوجاتا اور الیوم اکملت لکم دینکم کی آواز آتی ہے تکمیل دین اور تکمیل قرآن کے بعد بہت جلد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ختم ہوجاتی ہے آپ کے کوچ فرمانے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ عرب کی تمام تاریخوںکو پڑھکر دیکھہ لو۔ کامل ابن اثیر ابن خلدون۔ طبری کو پڑھو سب کا بالاتفاق یہ قول ہے ارتد العرب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اہل عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے۔ اتنا بڑا ہنگامہ ہوا کہ اگر اسکی تفصیل کیجائے تو وہ تفصیل اس مختصر تحریر میں نہیں آسکتی۔

مختلف قبیلے اور مختلف گروہ زکوۃ کے تارک اور منکر ہوگئے۔ ایک طرف مسیلمہ کذاب نے رسالت کا دعوےٰ کیا تہا لاکھ سے زیادہ جمعیت فراہم کرلی تھی۔ دوسری طرف ایک عورت سجاح نامی نے بھی نبوت کا دعوےٰ کرکے بہت سی فوج جمع کرلی تہی۔ اُدھر اسود عنسی نے نبوت کا دعوےٰ کیا اُس کے ساتھ بھی بہت سی فوج تھی۔ منافقین کا ایک بڑا بہاری الگ گروہ موجود تہا اور ضرر رسیدہ اقوام جدا موقع کی منتظر اور بدلا لینے پر تلی ہوئی تھیں۔ اہل کتاب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت مقابلہ نہیں کرسکے وہ علیحدہ موجود تھے۔ غرض ایک نہایت خطرناک اور پُر آشوب وقت تہا ایسے خطرناک اور جان جوکہوں کے وقت میں کس نے پھر اسلام کو از سر نو زندہ کیا۔ کس نے پھر مرجھانے والی شاخ کو تازہ کیا۔ جس مشن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال میں پورا کیا اسکو کس نے

تباہی سے بچایا۔ کس کی تعجب انگیز استقامت نے اس بارگراں کو اُٹھایا۔ کوئی تاریخ اس سے انکار نہیں کرسکتی کہ ایسے زلزلہ ڈالنے والے زمانہ میں حضرت ابوبکر کی جان توڑ کوششوں نے پھر اسلام کو زندہ کیا۔ انہی کے ابرفیض نے ملت کے خشکی کے قریب پہونچے ہوئے درخت کو سیراب اور شاداب کیا۔

مَیں نے کہا تھا کہ قرآن کریم سے دکھاؤنگا کہ اسلام نے اپنے سچے متبعین کے لیئے کیا نشان رکھے ہیں اور وہ کن لوگوں میں پائے جاتے ہیں سچے مومنوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے کیا وعدے کیئے ہیں۔ اور کیونکر وہ پوری ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی کلام معجز نظام کو پڑھو اور غور کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علىٰ اعقابكم ومن ينقلب علىٰ عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين۔ ترجمہ۔ محمد تو ایک رسول ہی ہے۔ اس سے پیشتر بہت سے رسول گذر چکے۔ کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے۔ تو تم اُلٹے پھر جاؤ گے یعنی مرتد ہوجاؤ گے۔ اور جو کوئی مرتد ہوجائیگا وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گا اور خدا عنقریب شاکرین یعنی ثابت قدم رہنے والوں کو بدلا دیگا۔ اس آخری ٹکڑے پر بہت غور کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ ہی۔ ان سے پہلے بھی رسول گذرے اگر مرجائے یا قتل ہوجائے۔ تو کیا تم حی وقیوم کا دین چھوڑ کر مرتد ہوجاؤ گے یہ دین رسول کا نہیں۔ فاطر السمٰوات والارض کا دین ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر بھی جائیں تاہم یہ دین قیامت تک زندہ رہیگا۔ ومن ینقلب میں اشارہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انقلاب ہوجائیگا اور ارتداد اور بغاوت اور فتنہ عظیم واقع ہوگا۔

مگر پھر فرماتا ہے۔ ومن ينقلب علىٰ عقبيه فلن يضر الله شيئا۔ یعنی گو لاکھوں مرتد ہوجائیں مگر اسلام کو ضرر نہیں پہونچا سکینگے۔

عالم الغیب خدا تعالےٰ کا کلام کسی آئندہ وقت میں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آنیوالا تھا۔ دو فریق کے وجود کی خبر دیتا ہے۔ ایک فریق المنقلبين على الاعقاب یا مرتدین اور دوسرا الشاکرین۔ یا مومنین۔ معلوم ہوا کہ منقلبین کے مقابل شاکرین ہیں۔ یعنی ایک طرف تو کفر نعمت بدعہدوں اور غداروں کا غول ہوگا۔ اور دوسری طرف انکے بالمقابل شاکرین ہونگے جو اسلام حبل متین سے متمسک رہیں گے۔ پھر ایسے وفاداروں کی نسبت فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالےٰ انکو جزا دیگا۔ اب میں غور کرتا ہوں اور تدبر کرنیوالوں کو غور دلاتا ہوں کہ ایسے فتنہ عظیم کے فرو کرنیمیں کس

شخص نے آسمانی قوت ظاہر کی۔ کیا کسی تاریخ میں ہے کہ وہ حضرت علیؓ یا مقداد یا عمار بن یاسر امام حسنؓ یا حسینؓ تھے۔ کس نے اس امر میں ید طولےٰ دکھایا؟ کہتے ہیں جناب علیؓ آپکے غسل دینے میں مشغول تھے۔ بہت خوب رضی اللہ عنہ المومنون اُنہوں نے آپ سے نہیں بلکہ الہام الٰہی سے یہ کام کیا ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ جو جس لایق ہوتا ہے وہی خدمت اس سے لیجاتی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے اندرون خانہ کی خدمت صوفی مذاق فقیر منش خادم کو سپرد کی اور میدان کی خدمت اور اس امانت عظیمہ کا بار جس کے اُٹھانیکے قوے کسی مخلوق میں نہ تھے اس کے اہل اور قابل یعنی صدیق رضؓ کو تفویض فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقسیم ہے۔ اھم یقسمون رحمتہ ربک۔ میں پھر پوچھتا ہوں ایسے فتنہ عظیمہ کو کس نے مٹایا۔ کس نے دین کو از سر نو زندہ کر دیا۔ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ کیا یہ امر خدائے حمید و علیم کیطرف سے نہیں؟ کیوں نہ ان کو ایسی حالت میں صرع یا فالج ہو گیا کہ وہ اس فخر کے قابل ہی نہ رہتے اور ایک قوم کی بیجا شکایت اور انکی موت بالغیظ کا باعث نہ ہوتے مگر خدا کو دین سنبھالنا تھا۔ اُس نے دُنیا سے رسول کو نہیں اُٹھایا جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت رسالت ایمان اور فیضان کو انکے بلا فصل جانشین کے اندر کامل طور سے بہرہ نہ دیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کو اُس صادق مصدوق رسول کے رنگ میں پورا رنگین نہ کر دیا۔ یہی سنت اللہ ہے جسکے خلاف نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہُوا۔

غور کرو اور خوب انصاف کرو یہ دُنیاوی بادشاہت نہیں تھی۔ جسے ہر کس و ناکس مرضی سے اُٹھا لیتا یہ رسالت کا بارگراں تھا جسکو وہی شخص اُٹھا سکتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و گُردہ کا ہوتا۔ وہ وہی تھا جو دُنیائے اسلام کے لئے آدم ثانی بنا اور جس سے نئے سرے اسلامی نسل قائم ہوئی۔ اس بار عظیم کو اسی آدم ثانی ابو بکرؓ نے اُٹھایا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی امر کے لئے مقدر تھا۔ جلنے والے جلیں۔ حسد کرنیوالے ہلاک ہوں۔ مقدر ازلی نے جیسا ازل میں چاہا کر کے دکھایا۔ یفعل اللہ مایشاء و یحکم ما یرید۔ پھر ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور ایک زبردست پیشگوئی کے طور پر یہ وعدہ کرتا ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضےٰ لھم

لہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میرے باپ پر اسقدر بوجھ آپڑا۔ کہ اگر پہاڑوں پر بھی وہ بوجھ پڑتا۔ تو وہ بھی چور چور ہو جاتے۔

ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا - یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد
ذلك فاولئك هم الفاسقون ۔ خدا تعالٰے نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے
اور نیک کام کیئے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو ضرور ضرور زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ
ان لوگوں کو بنایا جو تم سے پہلے تھے اور اُن کا دین جو انکے لئے پسند کر چکا ہے متمکن کر دیگا - اور خوف
کے بعد اُن کی حالت کو امن سے بدل دیگا وہ مجھے پوجیں گے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک
نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے غور کرو - یہ آیت سورہ نور میں ہے اور اُسوقت اُتری جبکہ
ابھی اسلام میں کچھ قوت نہیں آئی تھی - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسوقت جو لوگ رسول کیخدمت
میں ہیں - اور دُکھ دیئے جاتے ہیں - اُن سے یہ وعدہ الٰہی متعلق ہے ۔

میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ آخرت کے وعدے محسوسات سے وراء الورا ہیں جن پر وثوق کے
ساتھ انسان کی کمزور نگاہیں پہونچ نہیں سکتیں - اللہ تعالیٰ نے ان وعدوں کا ظہور آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کیا - اور ان دُنیاوی وعدوں کے پورا ہونیکو آخرت کے وعدونکے
پورا ہونے اور جزاء اعمال کے لیئے نمونہ ٹھہرایا - اب دیکھو کون لوگ اس وقت رسول ؐ کی گرد ہیں۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں یعنی لوازم ایمان حقیقی ان میں پائے جاتے ہیں اور اعمال صالحہ
بجا لاتے یعنے عملی طور پر بھی ایمان کا واقعی نتیجہ یعنے نصرۃ دین کرتے ہیں ان سے اللہ تعالےٰ
کا حتمی وعدہ ہو چکا کہ ضرور ضرور ان کو اولاً بالذات اسی مُلک کا خلیفہ کریگا جیسا کہ خلیفہ کیا - ان
لوگوں کو جنکو موسیٰ کی پیروی کے سبب سے پہلے خلیفہ بنایا - چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ
تھے ضرور تھا کہ حضور پاک کے صحابہؓ بھی خلیفہ ہوتے [لہ]

لہ بہت مشہور بات ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی جناب آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہوئے اور یہ مسلم
امر ہے کہ حضرت سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی تعداد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے - ہماری
کتب الرجال میں اس تعداد کثیر کے سوانح بہ تفصیل مندرج ہیں - کیا یہ اتفاقی امر ہے یا اللہ تعالیٰ حکیم کے
ارادہ اور تدبیر کا محکم اور ابلغ نظام ہے - یہ تشبیہ کامل جیسے قانون قدرت آدمین مکرمین علیہما
الصلوٰۃ والسّلام کی آل کی مطابقت میں دکھا چکا ہے جبھی قائم رہ سکتی ہے کہ ان کثیر التعداد
صحابیوں کو سچے مومن کامل صالح وارث الانبیا حضور کے سامنے اور بعد یکساں لوازم ایمان و عہد میثاق ہم

رب العالمین کے رسولؐ کے استخلاف کے منصب پر ممکن ہے کہ ایک شخص متمکن ہو اور غاصب ہو
خلیفۃ اللہ کا بلافصل خلیفہ ہو اور ناحق پر ہو۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا تھا۔ کہ شریر بدنہاد ایک وقت
بڑی افتراپردازیاں اور شرارتیں کرینگے۔ اسلئے فرمایا کہ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضٰے لہم
یعنی یہ دین اسلام جو مَیں انکے لئے پسند کر چکا ہوں۔ اس دین کی اشاعت کی اُن کو قدرت دونگا
کہ وہ حامیٔ دین ہوں اور دین اُن کے سبب سے قدرت اور مکانت حاصل کرے ولیبدلنہم
من بعد خوفہم امنا۔ اب جو ڈرتے ہیں۔ اور اُن کے عرض و مال پر حملہ ہو رہا ہے قریب ہے۔ کہ وہ
وقت آئے جبکہ خوف امن سے بدل جائے۔

اب اگلا فقرہ دیکھیئے کیسی صفائی سے بے باک مفتریوں کے الزام کو رد کرتا ہے۔ کہ وہ لوگ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ویسے نہ رہے۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا
انسان کا قاعدہ ہے کہ سلطنت کا پیالہ پی کر بے اعتدال اور مست ہو جاتا اور غالباً پہلی حالت کو بھول
جاتا ہے۔ خدائے علیم آنیوالے اعتراض اور خبیث الفطرت قوم کی بدگمانی کے دفع کے لئے پہلے ہی
سے فرماتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار اور خلافت کے بعد بھی ویسے ہی غریب اور سچے عباد اللہ رہینگے
میری عبادت کرینگے اور میرا شریک کسی کو نہ بنائیں گے۔ جب یہ وعدہ پورا ہو جائے تو جو لوگ ان
وعدوں میں شک کرینگے۔ اور جن کو واقعات نے سچا ٹھہرا دیا۔ اُن کو ان کا مصداق نہ ٹھہرائینگے وہ لوگ
فاسق ہونگے۔

اللہ۔ اللہ! ۵ ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ ظالم روافض صحابہ کو فاسق
ثابت کرتے تھے۔ آپ ہی فاسق ثابت ہوگئے۔ یہ وعدہ بیّن طور پر پورا ہوا۔ اور سب سے پہلے اس
وعدہ کے مصداق جناب ابوبکرؓ ہوئے۔ بیشک اکثر ہوتا ہے کہ ایک ضعیف انسان بے بسی اور
بیکسی کی حالت میں ایک دعوےٰ کرتا ہے لیکن قوّت اور شوکت کے موقع پر اُسکے خلاف کرتا ہے لیکن

۵ ~~~~

قائم رہنے والے مانا جائے۔ لیکن روافض کا اعتقاد جناب صدیق رضؓ کو فاسق۔ کافر اور مرتد کہکر اس تشبیہ کو باطل
کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر صدیقؓ صدیق نہیں ہیں اور دشمنوں کے الزامات ان کی نسبت سچے ہیں۔ تو کثیر بلکہ اکثر
بلکہ کل حصہ ان اصحاب کا ان بدبودار گالیوں کا مستوجب ہے۔ جو ابن سبا کے اخلاف کے موہنہ سے حضرت
صدیقؓ کی نسبت نکلی ہیں اسلئے کہ یہ تمام صحابہ پہلے بھی اور پیچھے بھی صدیق پر صدیق کی خلافت پر صدیقؓ
کے افعال و اعمال پر راضی تھے۔ اور ابد تک راضی رہے۔ فتدبّر

یہ آیت ابوبکرؓ کے عمل کے ساتھ پوری متحد ہے۔ میں پوچھتا ہوں بعد اسکے کہ خلافت کا منصب ان کو ملا انہوں نے تقویت دین کی یا نہ کی۔؟ نمازیں پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ وہ خوف جو لوگوں کو فرائض کے ادا کرنیمیں تھا۔ وہ امن سے بدلا یا نہ بدلا؟ خوب یاد رکھو ایک خوف تو وہ تھا۔ جو آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مومنوں کو رہا۔ اور دوسرا خوف جسکی طرف یہ آیہ شریفہ عجیب لطیف طور سے پیشگوئی کے طور پر اپنے ضمن میں اشارہ کرتی ہے۔ وہ زلزلہ افگن خوف تھا جو فتنہ ارتداد کیوقت عالمگیر ہوا۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس ارتداد میں خلافت کے احکام صرف تین شہروںمیں محدود رہگئے تھے۔ مدینہ طیبہ۔ مکہ محترمہ طائف۔ سو خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ امن بھی دین کو جناب صدیقؓ کے ہاتھ سے ملا باوجود اسکے اب بھی جو کفران کرے۔ اور قرآن کریم کی پیشگوئی کے نقص کا قائل ہو وہ دشمن اسلام اور فاسق کہلائے گا۔

پھر دیکھو اللہ تعالےٰ سورہ انبیاء کے اخیر میں فرماتا ہے ولقد کتبنا فی الزبور[ف] من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ ہم نے ذکر (توریت) کے بعد زبور میں لکھدیا ہے کہ زمین موعود کے وارث میرے عباد صالحین ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ الارض یعنی اس زمین موعود (کنعان) کے وارث میرے صالح بندے ہونگے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی جو قرآن شریف میں بھی اللہ تعالےٰ نے مذکور فرمائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلوائی ضرور تہا کہ پوری ہوتی تاریخ پڑھکر دیکھو کہ اس زمین کا وارث کون ہوا؟ اور وہ پیشگوئی جو متعلق تھی جناب عمرؓ کے زمانہ میں پوری ہوئی یا نہ ہوئی۔ اگر حضرت فاروق کو رد کر دیں تو وہ نبوت بالکل ناقص رہیگی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یرثھا عبادی الصالحون۔ شیعہ تو تڑپتے ہونگے۔ کہ صالحون کے بجائے فاسقون یا منافقون کیوں نہ آیا۔ اسلیئے کہ یہاں

[ف] توریت میں اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے وعدہ فرماتا ہے کہ میں تجھکو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو (پیدایش ۱۷ باب ۸) اور زبور میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لیکن وہ جو حلیم ہیں زمین کے وارث ہونگے (۳۷ - زبور - ۱۱) صادق زمین کے وارث ہوں گے (۳۷ - زبور ۲۹) جن پر اسکی برکت ہے زمین کے وارث ہونگے اور جن پر اسکی لعنت ہے کٹ جائینگے (۳۷ زبور ۲۲) زمین سے انگلستان یا ہندوستان کی زمین نہیں سمجھنی چاہیئے بلکہ وہی پاک اور وعدہ کی زمین جسکی نسبت اللہ تعالےٰ کا حضرت ابراہیم اور اسکی نسل کو دینے کا وعدہ ہے۔ منہ

انکار کی تو جگہ نہیں کہ حضرت فاروق رضؓ کا وجود ہی قرآن کریم کی اس صداقت کا مصداق ہوا
مگر لفظ صالحون نے اس قوم کی جان پر آفت ڈھادی۔ عالم الغیب خدا نے کلام مجید میں ایسے
الفاظ کہدیئے ہیں جو تاریکی کے وقت نور کا کام کریں اور جھگڑے کیوقت قول فصل بن جائیں۔ اب
کون ہے جو حضرت عمرؓ کو عبادی الصّالحون میں داخل نہ سمجھیگا۔ شیعہ حضرت علیؓ کو فوق العادۃ
شجاع مانتے اور تمام خوبیوں کا مخزن اور جن وانس کا مطاع تسلیم کرتے ہیں ہمیں تو کوئی عذر نہیں
کہ وہ ایسے ہی ہوں اور ایسے ہی تسلیم کیئے جائیں۔ ان کی خوبیوں سے ہمیں کوئی چڑ نہیں وہ بھی
دنیا کے ایک نور ہیں لیکن ظلم کا سیاہ پردہ عالم پر پھیلانا نہ چاہیئے کہ ایک شخص کی تعریف میں
غلو کرتے کرتے ایک واقعی مستحق عظمت سے انکار کیا جائے۔ کاش شیعہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے
ایک ہی ایسی پیشگوئی کے پورا ہونیکی سند بالمقابل قرآن کریم کے ایسے صریح منطوق سی دکھاتے۔

یرثھا عبادی الصالحون میں ایک دقیق اشارہ یہ بھی ہے کہ جسقدر برکات اور فیوض سیّدنا
ابراہیم سے جناب موسیٰ تک متواتر چلے آئے ہیں ان سب کا عظیم مورد جناب رسولکریم صلے اللہ علیہ
وسلم ہوں گے اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو وہ وعدہ کی زمین ملی ضرور تہا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ملتی اور واقعی ضرور تہا کہ ایسا ہوتا کہ نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دادا حضرت
ابراھیم علیہ السلام کے وعدوں کے پورے وارث اور تثلیث موسیٰ کے سچے مصداق ہوں۔ مگر کیا
ارض مقدسہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فتح نہ ہوسکتی تھی۔ لاریب اللہ تعالیٰ چاہتا
تو کر دیتا۔ مگر خدا تعالےٰ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا غیر فانی اور ممتد سلسلہ
آپ کے برحق جانشینوں میں دکہانا اور اُن قدوسیوں کو اُس برگزیدہ جوہر کے ٹکڑے ثابت کرنا منظور تہا
بنا براں یہ فخر اور فضیلت آپکو آپکے جان نثار خادم عمرؓ کے ذریعے سے ملی۔ کنعان کو حضرت عمرؓ
نے نہیں لیا۔ بلکہ اس پیشگوئی کے مطابق بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی لیا پس جس
شخص کی فضیلت کے لئے رب العالمین اور طبقات السّموات والارض خود شاہد ہوں اسکی عظمت میں کلام کرنا
صرف فاسقین کا کام نہیں تو اور کس کا ہے۔ افسوس ایک رونا یہاں نہیں۔ شیعوں کیلئے تو ماتم پر ماتم
ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عبادی الصّالحون میں شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ الارض المقدسہ
اور بارکنا فیہا للعلمین کے امتیاز والی سرزمین آخر انکے تصرف میں آئی۔ شیعوں کے علیؓ نے
بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ہزاروں خون بہائے۔ کہ کسی طرح کچھ دن کیلئے وہ بھی اس پیشگوئی کے
مصداق اور نیم مصداق ہی بن جائیں مگر خدا وند کریم نے قیامت تک روافض پر حجت تمام کر کے

انہیں محروم رکہا اور اسد اللہ الغالب اور آسمان و زمین کے طبقات کو ایک انگلی پر اٹھانیوالے صفدر اکرار کی ساری کوشش جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زمین موعود چھڑا نہ سکی۔

پھر تیسرا رونا یہ ہے کہ اسکے بعد بھی جب خدا تعالیٰ نے چہاہا کہ اس موعود زمین کو اپنے پاک بندوں کے ہاتھ میں رہنے دے تو سنیوں کو ہی وہاں کی حکومت عطا فرمائی۔ آجتک سوائے اہلسنت کے کوئی شخص اس وعدہ کی زمین کا مالک نہیں بنا۔ ترک جنکے تصرف میں وہ زمین آجکل ہے وہ بھی سُنی ہی ہیں تعجب ہے۔ کہ آجتک کسی شیعہ کو موقعہ نہیں ملا۔ کہ چار دن کیلیئے ہی وہاں حاکم ہوکر عباد صالحین میں شامل ہونیکا فخر حاصل کرتا۔

چوتھا بڑا بہاری رونا یہ ہے کہ تمام بزرگ مقامات۔ مشاہد متبرکہ کربلا وغیرہ بھی سُنیوں ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ازل سے صالح اور مومن تھے حسب وعدہ الٰہی ضرور تہا کہ وہی آثار السلف کے وارث ہوں۔ اختلافات اور نزاعوں کی کیسی ہی ظلمت عالم پر چھا جائے۔ مگر برگزیدوں کی فضیلت متقیوں کی نگاہ میں آفتاب نیمروز کی طرح چمکتی رہتی ہے۔ یاد رکھو فاسق لوگ اسکے حضور عزت نہیں پاسکتے اور نہ بے ایمان اسکے وعدوں کے وارث ہوسکتے ہیں ورنہ حق و باطل میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہ رہے اس میں جاننے والوں کیلیئے بڑے غور کا مقام اور اعلےٰ نشان ہے وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض یمرّون علیہا وھم عنہا معرضون اور زمین و آسمان میں بہتیرے نشان ہیں جن پر وہ گزرتے ہیں۔ اور ٹال جاتے ہیں۔ زمین و آسمان خدا کے نشانات سے بہر رہے ہیں مگر کاش کوئی تدبر کرنیوالا دل ہو۔ مبارک ہیں وہ جو تمام نشانوں کو بغور دیکھکر یقین کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ مدبر عالم ہے ارادہ کیساتھ تدبیریں کر رہا ہے سوچو کہ یہ تمام واقعات کیا بتاتے ہیں؟ کن لوگوں کے حق کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی قرآن شریف میں سیکڑوں آیات ہیں۔ جنکا بیان اگر بہ تفصیل کیا جائے تو مجلدات تیار ہوجاتی ہیں۔ لیکن وقت کم ہے ہو نہیں سکتا کہ اُن سب کی تفصیل تھوڑے سے وقت میں بیان کیجاسکے۔ بہرحال اگر موقعہ ملا تو کسی اور وقت کچھ اور زیادہ بیان کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

میں نے آغاز تقریر میں بیان کیا تہا۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بے بسی اور بیکسی کی حالت میں تھے اور سخت سے سخت مصیبتوں میں گھر رہے تھے ظاہری نگاہ میں اُمید دلانیوالا منظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود نہ تھا ایسے وقت میں جناب صدیق اکبرؓ نے بغیر کسی نشان دیکھنے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق کو قبول کیا۔ پھر برابر ۲۳ سال تک

منزل بمنزل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ کوئی دقیقہ جان نثاری اور حمایت اسلام کا فروگذاشت نہ کیا۔ آخر کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی خلافت حقہ و تائید کلمۃ اللہ کا حق ادا کیا۔ مگر عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ موت کے بعد بھی صدّیق اکبر کو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ ملتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور تقدیر نے کیوں روا رکھا کہ اس شخص کو جس سے بقول شیعوں کے ربّ العالمین کے رسول کو مصلحۃً یا تقیۃً عرصہ دراز تک مصالحہ اور مسالمہ رکھنا ضروری تہا۔ موت کے بعد مطہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ دی۔ زندگی تو جوں توں کرکے کٹی جیسی کٹی مگر موت کے بعد بھی خدا نے آپکو چین لینے نہ دیا۔ ای قوم دیکھ تیری نوبت ایک صدیق کے انکار میں کہاں تک پہونچگئی راستبازوں سے معادات کرنا آخر یہ خوفناک نتیجے پیدا کرتا ہے اے قوم آخر تو لا الٰہ الا اللہ محمّد رّسول اللہ تو پڑھتی ہے دیکھ اور خوب دیکھ کہ تیرا وہ زہر آلود سنان جسے ابُوبکر کیطرف سیدھا کرتی ہی تیری نادانی سے کس کے سینہ میں کاری زخم لگاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ علیم حکیم نے جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی اور مطہر زندگی کی دائمی طہارت اور لاینقطع اخلاص کا واضح سے واضح ثبوت قیامت تک قائم رکھنے کو یہ ارادہ فرمایا کہ وہ دو محب اور محبوب جنہیں اس نے معناسی پورا جوڑا اور اتحاد بخشا تہا۔ موت کے بعد بھی معیت کی ایک ہی چادر میں لپٹ کر سوئیں۔ اللہ تعالےٰ حکیم نے ہر اختلاف کے وقت اپنے فعل اور قول سے ایک میزان بھی بخشی ہی چنانچہ فرماتا ہے انزل الکتاب والمیزان اسی طرح اُس نے ابوبکر صدیق رضہ کے مومن یا منافق ہونے کے بیّن فیصلہ کیلئے یہ بڑی میزان رکھدی اس لئے کہ کسی گستاخ کو اتنا بول بولنے کا موقع بھی نہ رہے کہ گو جناب ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مومن تھے۔ مگر آپ کی وفات کے بعد ویسے نہ رہے اے میرے اللہ میرے رب مبارک ہیں تیری حکمتیں اور بڑی غالب ہیں تیری قدرتیں سب حمد تیری ہی لئے ہی الحاصل اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک کیا منافقوں کی پردہ دری کی اور اکثر کو نیست و نابود کیا بنی نظیر بنی قریظہ کو پاش پاش کیا اور دین صادق کے سارے مخالفوں کو مختلف عذابوں اور ذلتوں کا ہدف بنایا عرب کو لا الٰہ الا اللہ کیلئے خاص کردیا وما یبدیٔ الباطل وما یعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُونھ سے کہلوا کر ہمیشہ کے لئے الباطل کے توحید کی زمین سے خارج ہوجانے کی پیشگوئی کردی مگر پھر بھی ایک عظیم الباطل کو جسنے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے کے بڑے حق کا یا خود اسی حق کا ابطال بلکہ استیصال کرنا اور شیعوں کے گہر گہر میں قیامت تک ماتم اور شیون برپا کرنا تھا بقاع مبارکہ مطہرہ میں ابد تک قائم رکھا

بلکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری آرام کے گھر میں اس کا علم نصب کیا۔ خدا جانے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی بیٹی کی حق تلفی یاد کرکے اور کبھی دوسرے پہلوان کی لات کا صدمہ یاد
کرکے کیسے جلتے بھنتے کڑھتے ہونگے اور وہ ظالم روبرو اور پہلو بہ پہلو۔ اور اسی طرح قیامت تک دُکھ
اُٹھاتے رہینگے۔ استغفر اللہ۔ سُبحان اللہ تعالےٰ اللہ عما یقول الظّالمون علوًّا کبیرا۔

شیخین مکرّمین مطہرین (رضی اللہ عنہما) کا حضور رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو
بہ پہلو آرام کرنا ایک حیرت انگیز کتبہ ہے جسپر جلی حروف سے یہ لکھا ہے کہ دوستی اور دوستی کا نباہنا
کوئی ان سے سیکھے۔ زندگی میں بھی ساتھ اور موت کے بعد بھی ساتھ درحقیقت راستبازوں کا ایک یہ
بھی نشان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاؤلٰئک مع الذین
انعم اللہ علیہم من النّبیّین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولٰئک
رفیقا ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما۔

اور جو اللہ اور رسول کے مطیع ہوں۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں اور ساتھ ہی رہینگے جنپر اللہ
تعالیٰ نے فضل کیا۔ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہدا اور صالحین سے یہ لوگ کیسے اچھے ساتھی ہیں یہ
اللہ کا فضل ہے اور خدا جاننے والا کافی ہے یعنی جو لوگ اس کڑے وقت میں رسول کو تسلیم کریں
گے اور آپکا ساتھ دینگے انہیں زندگی بھر کی اطاعت کا پھل یہ ملیگا کہ موت کے بعد بھی وہ منعم علیہم کے
سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام اس قسم کے راستبازوں کی معیت سے جُدا نہ ہونگے سو خدا تعالےٰ
نے حسب فحوا اس آیہ شریفہ کے شیخینؓ کی مرئی اور محسوس معیّت کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ
اخروی اور غیر مرئی معیّت کا نمونہ ٹھہرا دیا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے آخری وعدوں کی حقیقت حسّی
مشاہدوں اور مثالوں سے سمجھنا چاہتے ہیں انہیں اس سے زیادہ موثر اور مفید اور محرک سبق اور کہاں سے
ملسکتا ہے عجیب بات ہے بڑے بڑے نامی مصلحوں اولوا العزم پیغمبروں ہزاروں ہزار پیرو رکھنے
والونکے آثار مٹ گئے۔ مگر یقینی قطعی حتمی طور پر نشان موجود ہیں تو ان تین برگزیدوں (حضور
سرور موجودات صلے اللہ علیہ وسلم شیخینؓ) کے اور پھر سب سے زیادہ تعجب یہ کہ حضرت علیؓ کا
ایسا نشان مٹایا کہ آسمان کے نجوم بھی اس کا پتہ نہیں دیسکتے۔ اس میں دانشمندوں کیلئے
بڑے نشان ہیں اے میرے رب تیری حکمتیں کیسی عمیق ہیں تو قادر تھا کہ لحمک لحمی ودمک
دمی کے مورد کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ دیکر اسکا فضل خاص ظاہر کرتا۔ اگر تو
نے اپنی موںھ سے بولے ہوئے جملہ معنا کو جو وحی متلو اور آسمانی کلام تھا ترجیح و تفضیل دی۔ تو نے

اس حکیمانہ فعل سے ایک ظلم عظیم کی جڑ کاٹ دی۔ فتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك۔
الغرض ان تین صادق مصدوق اور مصدق وجودوں کو ایک جگہ سلا کر اور انکا نشان قائم رکھکر اللہ تعالیٰ نے گویا یہ سمجھایا ہے کہ چونکہ حیّ وقیوم کے زندہ مذہب کے ناصر و موید اصلاً و بالذات یہ تین وجود ہیں اور باقی ان کی تبعیت سے ہیں اسلیئے حیّ و قیوم آسمانی نے تقاضا کیا کہ زندہ اور قائم مذہب اسلام کے ساتھ ساتھ ان کا نشان بھی زمین پر زندہ اور قائم رہے اس فضل اور رحمت کو کون چھین سکتا ہے؟ قل لو انتم (ایہا الروافض) تملکون خزائن رحمۃ ربی (التی انعم بہا علے الشیخین ومن تبعہما) لامسکتم۔ ہمیشہ سے اور آج بھی جہاں ۹۵ کروڑ مسلمان اپنے سیّد و مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف توجّہ کر کے مخلصانہ صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں آپ کے صاحبین بالجنب بھی اس سے ویسے ہی مستفیض ہوتے ہیں اور روضہ مطہرہ کی زیارت کرنیوالا تو خواستہ و ناخواستہ متفقہ زیارت کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ شیعوں کے لئے کتنی بڑی مصیبت اور درحقیقت ابطال تشیع پر کتنی بڑی دلیل ہے کہ یا تو وہ عظیم الشان یادگار کو دیکھنے ہی نہ جائیں اور جو جاتے ہیں تو وہ ناگوار نظارہ سامنے آتا ہے اسی لیئے خدا تعالےٰ نے اس قوم کا مخلصانہ اور سرگرم اور بلا شرکت رُخ روضہ مقدسہ سے پھیر دیا اور انہوں نے بالعوض یمن کے ابرھہ کیطرح حقیقی کعبہ و قبلہ کو چھوڑ کر اور مصنوعی قبلے اور مزار (کربلا۔ مشہد اور اور ایسے غیرے) تراش لیئے۔ یہ شیخین کی عداوت کا ثمرہ ہے۔ مَیں اس سے بھی شیخین کی بڑی صداقت اور انکا منجانب اللہ ہونا سمجھتا ہوں کیونکہ یہ مسلّم امر ہے کہ اولیاء اللہ کی عداوت میں انسان ہدایت سے محروم ہو کر فسق میں ترقی کرتا ہے سو شیعوں کا یہ عمل اس پر شاہد ناطق ہے۔ منجملہ ان علامات و صفات اور برکات کے جو مومنین کے ایمان و اخلاص کا ثمرہ ٹھہرائی گئی ہیں۔ ایک یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والسّابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسانٍ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعدّ لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابداً۔ ذلك الفوز العظیم
اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنیوالے اور انصار لوگ اور جنہوں نے نیکی میں اُن کی پیروی کی۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور خدا نے انکے لئے باغ تیار کر رکھے ہیں۔ جن کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ابدالآباد کیلئے رہینگے یہ بڑی کامیابی ہے وہ لوگ جو سب سے اوّل سابق ہوئے اب اس کو کون مٹا سکتا ہے۔ جف القلم بما ھو کائن۔
سب سے پہلے سبقت کرنیوالے یعنے وہ جنہوں نے اللہ کیلئے وطن چھوڑا۔ اور وہ جنہوں نے

ان مہاجروں اور انکے سیّد و مولےٰ کو قبول کیا۔ اور اُنکے مقاصد میں اُن کی نصرت کی۔ اور وہ
جنہوں نے ہر حال میں اور ہر رنگ میں سچے دل سے ان ناصران حق کا اتباع کیا والذین اتبعوھم
باحسان میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت مہاجرین کو بڑا سخت وقت پیش آئیگا۔ انکو
مقصد اس وقت بڑا بھاری مقصد ہوگا۔ اور محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہوگا۔ اسوقت وہ جم غفیر
جو مہاجرین کے مقصد کا اخلاص سے موید ہوگا۔ وہ بھی اس سند کا مستحق ہوگا۔ سو ایک وقت تو وہ
تھا۔ جو انصار کی آنی غلطی یا عجلت سے انتخاب خلافت میں پیش آیا اور خدا تعالےٰ نے چونکہ المہاجرین
کا ذکر الانصار پر ترتیب قرآنی میں مقدم رکھا تھا۔ اسلئے ان متبعین محسنین کے دل میں انکی حق
کا تقدم القا کر دیا۔ اور ۳۳ ہزار آدمی کا جم غفیر امام المہاجرین صدّیق کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر مہاجرین
کے اس مقصد عظیم کا مویّد اور متبع ہوُا اور دوسرا وقت وہ تھا جبکہ یہ ناپاک شرارت یعنی خلافت
صدیقیہ کے انکار کا مسئلہ پیدا ہوا اور ایک کافر نعمت نمکحرام قلیل گروہ امام المہاجرین اور آپ کی
کثیر التعداد جماعت کو ناگفتنی ناموں سے یاد کرنے لگا۔ تب ایک لا تعداد جمہور اُن پہلے متبعین کے رنگ و مزاج کا
پیدا ہوُا۔ اُنہوں نے بڑے زور سے اس حق کی تائید کی۔ خدا تعالےٰ نے اس نابکار چھوٹے سے غول کے
مقابل اس جماعت کو ہر قسم کی برکات میں اور اپنے وعدوں کی میراث کی عطا میں برکت اور افزونی
بخشی۔ وہ اہل سنت کا فرقہ ناجیہ ہے کثرھم اللہ تعالیٰ ونصرھم علیٰ اعداء امام
المہاجرین۔ نوکر اور خدمتگار کی بڑی فلاح اور کامیابی یہ ہوتی ہے کہ اُس کا آقا اس سے
راضی ہو جائے۔ شیعہ بھی مجبوراً اس امر کو کسی حد تک تسلیم کرتے ہیں کہ صدیق اور آپکی جماعت
میں ارادت اور اخلاص ضرور تھا۔ مگر بالاستقلال اقتدار نے انکا پہلا ساختہ پرداختہ برباد کر دیا۔ وہ
شوکت پاتے ہی اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور پہلی حالت پر نہ رہی چونکہ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ ایک فرقہ
ایسے ایسے اعتراض کرنیوالا پیدا ہوگا۔ اسلئے فرمایا اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے
راضی ہوئے۔ اور ان کے لئے ایسی جنتیں طیار کی ہیں جو سدا سرسبز رہتی ہیں تجری من تحتھا
الانھار یعنے انکے پیش پاندیاں جاری ہیں وہ کبھی مرجھا سکتی ہی نہیں عارفین جانتے ہیں کہ جنات
وانہار انہی اعمال صالحہ کا تمثلی پھل ہوگا۔ جو حیوۃ دنیا میں بجالائے جا رہے ہیں۔ یہ آیت اپنی منطوق
سے صاف کہہ رہی ہے کہ یہ رضا کا منشور پھر ان سے کبھی نہ چھینا جائیگا۔ میں مکرر بیان کر چکا ہوں
کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہی کہ وہ اخروی وعدوں کے ایفا کے ثبوت کے لئے جو وراء الورا اور در پردہ
ہیں دنیوی وعدوں کے ایفا کو بطور شہادت حسیہ کے پیش کرتا ہے ایک گرم ریگستان

وادی غیر ذی زرع میں ایک داعی اُٹھا بے سامان بے زر بے جاہ و حشم اُس نے ظاہر کیا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے دو خطاب دیئے ہیں بشیر و نذیر یعنی میرے پیرو موجودہ اور آئندہ ہر قسم کی سچی خوشی اور دائمی راحت کے مستوجب ہوں گے اور میرے دشمن ہلاک ہونگے اس تبشیر اور انداز کو ایسے پُر زور اور تحدی آمیز الفاظ میں تبلیغ کیا کہ حیوٰۃ ظاہری دنیا تک مقصور رہنے والے انسان ظاہری اسباب کے لحاظ سے ایمان لانا تو کہاں وعدہ دہندے کو مجنوں اور خبطی کہنے کے ملزم ہوئے درحقیقت جیسے پہلا دعوےٰ ظاہر بینوں کو خیال محال نظر آتا تھا۔ دوسرا اُنہیں اُور بھی تعجب انگیز معلوم ہوا نذیر ڈر سُنانے والا اپنے مخالفین کو ہلاکت کی اطلاع دینے والا وہ کون یتیم ابن عبداللہ محض بے سرو سامان تنہا بے یار و مددگار اپنے اور بیگانے کا چھوڑا ہوا۔ کن کو۔ جنگ جو شجاع قوم کو۔ اسی لئے تو وہ ظاہری اسباب پر نگاہ کر کے بار بار کہتے ہیں وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبین۔ یعنی ہم ایک بے سامان بے یار و مددگار شخص سے جو ہمیں ہلاکت کی دھمکی دیتا ہے کیونکر ذلیل اور ہلاک ہونگے۔ اللہ اللہ یہ خدا کا فعل ہے اس بیچون و چرا ذات اس غیب الغیب ہستی اس بے ند و ضد وجود نے چاہا کہ حسب تقاضائے ذاتی غیب الغیب اور ورا الورا بھی رہے اور با ایں ہمہ پہچانا اور حمد کیا گیا بھی ایسا ہو جیسے اُسکی صفات کا تقاضا ہے مگر کیونکر وہ شناخت کیا گیا۔ اور کیسے ساری ستائیشوں نے اُسی کی طرف رجوع کیا اس نے اپنی پوری باجمال قدرت نفاذ ارادے اور محیط علم کی شان دکھا کر اپنے تئیں صاف صاف دکھا دیا اور اپنی خدائی کے عرش عظیم کے آگے لا انتہا مخلوق کی گردنوں کو جھکایا اور یہ خدائی صفتیں خلیفۃ اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کامل طور پر ظاہر ہوئیں اور اسی طرح ہوئیں۔ جس طرح اسم بشیر و نذیر نے اپنے واقعی مفہوم و معنی کے لحاظ سے ابتدائً دعوےٰ کیا تھا پرلے درجے کی بے سامانی کے ساتھ پرلے درجے کی تبشیر و انذار کی تحدی نے ایک عرصہ دراز کی ہزاروں ناکامیابیوں دشمن کامیوں اور فوق العادۃ مصیبتوں کے بعد کامل طور پر پورا ہو کر دکھا دیا۔ کہ وہ سب وعد و وعید مقتدر ملیک علیم خبیر خالق السّموات والارض کے وعد و وعید تھے۔

الغرض ایسی ابتدائی حالت میں جبکہ وہ رحمت کا شہزادہ فقیری کے لباس میں تنہا چاروں طرف سے متکبروں کی ہنسی اور تحقیر کا نشانہ بن رہا تھا۔ مجنون۔ ابتر۔ ساحر۔ کاہن۔ شاعر اور کافر کہا جا رہا تھا۔ ایسی خوفناک حالت میں ایک برگزیدہ شخص نے اور پھر اسی کی تحریک اور نمونہ پر ایک جماعت نے اس داعی کو قبول کیا۔ بے تذبذب دل سے اسے بشیر و نذیر مانا۔ دشمنوں کی ایذا کی حرارت

قومی سفاہت کی حرارت۔ افلاس وفقر وفاقہ کی حرارت۔ غرض ہر قسم کی آگ میں پڑنا پیارے دین اور پیارے رسول کی خاطر گوارا کیا۔ ابھی کچھ نہ دیکھا۔ اور سب کچھ مان لیا اور وہ کر دکھایا جو سب کچھ دیکھ لینے کے بعد بھی اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتا۔ دلوں پر دلوں کے سچے ارادی اور مخفی در مخفی تقاضاؤں پر اطلاع رکھنے والے قادر حکیم نے چاہا کہ ان سب دُکھوں کا عوض اس عالم کی فطرت اور حیثیت کے موافق اُن کو اس عالم میں بھی دے اور اسی سے اس ابدی اور مقصود بالذات عالم مابعد الموت کی تفہیم کی راہ پیدا کرے۔ اس لئے اُسنے چاہا کہ اُن سب آتشوں اور حرارتوں اور دکھوں کے عوض انکو ایسا آرام عنایت کرے جو ان دُکھوں کا بالکل ضد اور ان اعمال کی اصلی فطرت کا نتیجہ تھا۔ اسی گرم ریگستان اور وادی غیر ذی زرع میں اس وقت جبکہ پیروانِ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نمرودانِ عرب کے ہاتھ سے اخدود النار میں ڈالے جا رہے تھے۔ یہ وعدہ اور بشارۃ نازل ہوئی۔ جنات تجری من تحتہا الانہار اور اسی قسم کی صدہا آیتیں اور یہ سب وعدے اس جہاں میں یوں پورے ہوئے کہ شام کی ساری زمین جسے کبھی ارض مقدسہ اور کبھی بارکنا حولہ اور کبھی بارکنا فیہا للعلمین کہا گیا تھا۔ پیروان بشیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرحمت فرمائی۔ عجیب بات ہے وہ سب علاقہ اس وقت نصاریٰ کے قبضہ میں تھا۔ اس داعی کے مقابلہ میں ظاہری سامان کی بنا پر وہ قوم ایک بادشاہ اور باشان قوم تھی۔ کسوقت یہ پیشگوئی ہوئی۔ اور کیونکر پوری ہوئی۔ اور کن مبارک ہاتھوں سے پوری ہوئی۔ ایک غور کرنیوالا ان سب امور کو سوچکر خدا کو ماننے رسالت کے ماننے اور بالآخر خلافت کے ماننے کے بغیر چارہ نہیں دیکھ سکتا تورین میں سرزمین شام کو بہشت اور وہ زمین کہا ہے جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اسی کو کامل کتاب نے تکمیل اور تصدیق کرنیوالے لفظوں میں جنات تجری من تحتہا الانہار وبارکنا فیہا للعلمین کہا۔ خدا تعالےٰ نے یہ سب کچھ مسلمانوں کو بخشا اور جناب فاروقؓ کے ذریعہ بشیر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی معلق بشارت کو پورا کیا اسلئے کہ آخرت کی حقیقی جنتوں اور مخلد آراموں کا نمونہ اور تصدیق کا کارگر آلہ ہو۔ اگرچہ قرآن کریم ایسی صدہا آیات سے معمور ہے جو مومنوں کے ایمان اور ایمان کے نتائج وبرکات پر مشتمل ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ ایک تیز فہم کی قوت استنباط کی تحریک کے لئے اتنا کافی ہے۔ اگر کوئی سلیم الفطرت اس قسم کی متشابہ آیات میں جو باہم پوری مظاہرت اور معانقہ رکھتی ہیں غور کریگا تو ان کو یقیناً صدیقی اور فاروقی جماعت پر بکلی منطبق پائے گا۔ اب میں ایک اَور پہلو لیتا ہوں اور تصویر کو اسکے ہر رُخ سے

بے عیب دکھانا چاہتا ہوں۔ کیا یہ صحابہ نہیں شیخین سچ مچ منافق تھے؟ اس غرض کے لئے پھر خدا تعالیٰ کے کلام کو پڑھو اس میں منافقوں کے کیا نشان قایم کئے ہیں اور ان کے اعمال کے کیا نتائج بیان فرمائے ہیں۔ اگرچہ پہلا مذکورشدہ حصّہ اپنی ضد اور عکس کی تردید کیلئے خود ہی کافی ہے مگر اس سے صادقوں کی صداقت کی توضیح خوب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں فرمایا ہے۔ المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضهم من بعض یامرون بالمنکر وینهون عن المعروف ویقبضون ایدیهم نسوا الله فنسیهم ؕ ان المنٰفقین هم الفاسقون۔ وعد الله المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جهنم خالدین فیها هی حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقیم ۔ کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوة واکثر اموالا واولادا فاستمتعوا بخلاقهم واستمتعتم بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم بخلاقهم وخضتم کالذی خاضوا ؕ اولٰئك حبطت اعمالهم فی الدنیا والاٰخرة واولٰئك هم الخٰسرون ۔ ترجمہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے بُرے کام کا حکم دیتے ہیں بھلے کام سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں اُنہوں نے اللہ کو چھوڑ دیا اللہ نے انکو چھوڑ دیا یقینا منافق ہی فاسق ہیں خدا نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے ابدی عذاب جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے وہی انکو بس ہے اور خدا نے انکو اپنی رحمت سے بعید کیا اور اُن کو دائمی عذاب ہے اُن کا حال انہی لوگوں کا سا ہے جو تم سے پیشتر تھے تم سے قوت میں زور آور تر اور مال و اولاد میں بڑھکر تھے۔ پس اُنہوں نے اپنا دُنیاوی فایدہ اُٹھا لیا اور تم نے اپنے حصّہ کا فائدہ لے لیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے فایدہ اُٹھایا اور تمنے بھی دین کو ہنسی مخول سمجھا۔ جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا۔ ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضایع ہو گئے اور یہی لوگ خسارہ میں پڑنیوالے ہیں۔

منافقوں کی موجودہ اور آیندہ حالت اور انجام کا نقشہ دکہانے کو یہ آیات کافی ہیں۔ موجود حالت جو جناب سید الانبیا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے روبرو ہے یہ ہے کہ یامرون بالمنکر وینهون عن المعروف ویقبضون ایدیهم یعنی شرارت اور فساد پھیلاتے ہیں اور دینی ضرورتوں میں امداد نہیں کرتے حقیقت میں بہت بڑا ثبوت انسان کے اخلاص کا انفاق مال ہے ظاہری عبادات میں سرگرمی دکہا کر ایک شخص بڑے سچے عابد کا جامہ پہن سکتا ہے مگر مختلف اوقات کے چندے اسکے اخلاص و نفاق میں تمیز کر دیتے ہیں مکہ معظمہ کے اس پُرفتن وقت میں جبکہ نومسلموں پر ظلم شروع ہو پشت و زور والے نو مسلم تو کسی قدر محفوظ تھے مگر بیکس

مسکینوں اور غلاموں پر جنہوں نے دائمی سنت کے موافق مذہب جدید کا بہت بڑا فیض حاصل کیا بے روک ٹوک آفتیں برسنے لگیں مارے جاتے ۔ جلتے ہوئے پتھروں سے باندھی جاتے اور دھوپ میں لٹائے جاتے اور اس قسم کی اور سختیاں ان سے برتی جاتیں ۔ ایسے کثیر غلاموں کو جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زر کثیر فدیہ دیکر خریدا ۔ انہیں کیوں ایذا دیجاتی تھی اسلئے کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے ۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے کیوں اُنپر ترس کہایا اسلئے کہ وہ حامی اسلام و مسلمین تھے ۔ چالیس ہزار کے قریب روپیہ ایسی دینی ضرورتوں کے لئے جناب صدیق نے خرچ کیا ۔ حضرت بلال رض جیسا نامی مؤذن جس سے اسلام کا بچہ بچہ اپنے باپ دادوں کے نام سے بھی زیادہ واقف ہے ۔ حضرت صدیق کے احسان کا بہت بڑا مرہون ہے ۔ مکہ میں بہت بڑے بڑے نامی گرامی آدمی حضرت ابو بکر رض کی وجاہت اور وقعت کی تاثیر سے ایمان میں داخل ہوئے الغرض مکہ معظمہ میں جناب ابو بکر نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور بسط ید کا جو ثبوت دیا یہ اسکا ایک کرشمہ ہے اب مدینہ میں چلکر دیکھو بڑے بڑے خطرناک غزووں اُحد وغیرہ کے پیش آنے پر اس فیاض جوانمرد نے گھر کا سارا اثاثہ لالاکر اپنے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھدیا ۔ آپ کی نظیر میں جناب فاروق نے آدہا اثاثہ اور کسی نے کسیقدر اور کسی نے کچھ عرض کیا ۔ اور بہتوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کا پروانہ حاصل کیا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دولت نے جو بہت بڑے تاجر تھے اسلام کو بہت دفعہ سخت خطروں سے بچایا ۔ ذو النورین رضی اللہ عنہ نے جیش العسرہ کی امداد اور آراستگی سے قیامت تک وسیع حوصلگی اور سچی خدمتگذاری اسلام کا نمونہ باقی چھوڑا ۔

جہاد فی اللہ کی حقیقت کیا ہے یہی کہ جیسی جیسی ضرورت دین کو پیش آوے ۔ اسکی مدد کیجائے ۔ مال کے بغیر کبھی سامانِ جنگ بہم پہنچ سکتا ہے ؟ اونٹ درکار تھے ۔ گھوڑے درکار تھے ۔ اسلحہ جنگ درکار تھے ۔ خدا تعالیٰ سے ڈر کر غور کرو ۔ کن لوگوں کے اندوختوں نے ان سب بوجھوں کے ہلکا کرنے کی ذمہ واری لی ۔ کنہوں نے اپنی آیندہ کی تجارتی اُمیدوں کا کچھ بھی لحاظ نہ کرکے سمو چے ۔ راس المال اپنے آقا کے خوش کرنیکو خرچ کردیئے ۔ ناانصافی ہوگی اگر میں اس مد میں یعنی امداد دین کے تذکرہ میں جناب علی رض کا ذکر نہ کروں لاریب آپکے مدارج انسانی فہم کے احاطہ سے باہر ہیں آپکا محاربات میں شجاعانہ لڑنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سپہ سالاری کے علم کے نیچے شیر خدا کا سچی بہادری دکہانا ۔ جناب شیخین رضی اللہ عنہما کے اقتدار و کمینڈ میں خیبر کا کرار کا

بہادر سپاہی بن کر ظاہر ہوتا یہ ایسے کارنامے ہیں جنہیں کوئی چھپا نہیں سکتا۔ یہ سچ ہے کہ حضرت علیؓ مال و دولت کے لحاظ سے سخت مفلس تھے۔ اسوقت تک بھی جبکہ جناب بتول رضی اللہ عنہا سے آپکا نکاح ٹھہرا تھا افلاس اور بے سامانی نے آپکا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ مگر جو کچھ اُنہیں دیا گیا تھا اُس سے کبھی دریغ نہ کیا یعنی زور اور طاقت کو جہاں موقعہ ملا خرچ کیا اور خوب خرچ کیا۔ مگر جہاں جناب علی رضی اللہ عنہ کی تیغ زنی کا ذکر بڑے شد و مد سے کیا جاتا اور قتل کفار سے اُنہیں بڑے شکریہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے کسقدر ناسپاسی اور حق پوشی ہے کہ اس قوم کا کوئی شکریہ ادا نہیں کیا جاتا۔ جنہوں نے ایک طرف تو مالی امداد سے فوج اسلام کو لڑنے کے قابل بنایا اور دوسری طرف محاربات میں اپنی جانوں کو پیش کرنیمیں بھی کوتاہی نہ کی دوہرے ثواب کے مستحق باوجود اتنی جان توڑ کوششوں کے جو حمایت اسلام میں کیں گندے سے گندے القاب کے مستوجب سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ہزار شکر ہے کہ کسی ناقدرشناس کی کوشش اُنکے حقوق کو ضائع نہیں کرسکتی۔ خدائے علیم شکور فرماتا ہے۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔ یعنی فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اموال خرچ کئے اور جنگ کی۔ بعد الفتح خرچ اور جنگ کرنیوالے ان سے فضیلت اور درجہ میں برابری نہیں کرسکتے کتب سیر کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل اسلام کی اور اعدائے اسلام کی کیا حالت تھی اور اس عظیم اور بارعب شہر کے قبضۂ اسلام میں آجانے کے بعد عموماً ساری قوموں اور مخصوصاً مکہ معظمہ کو مرجع امید و بیم ماننے والی قوموں کے نزدیک اسلام کی کیا حالت ثابت ہوگئی سو ان تاریک اوقات میں جبکہ امیدیں کبھی کوئی یونہی سی جھلک دکھا جاتی تھیں وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے انفقوا و قاتلوا کا خطاب پایا وہ کون مرد میدان ہیں جو دونوں مالیاں لیکر نصرف بندونکی بلکہ رب العباد کی آفرین اور انعام کا مورد ٹھہرے نہ صرف انسانی غیر معصوم تاریخوں میں تعریف و تمجید سے لکھے گئے بلکہ معصوم اور مقدس تاریخ یعنے قرآن مجید میں مذکور ہوئے۔

مَیں نے پہلے بیان کیا تھا کہ جنگ کرنا یا اپنی جان کو خطرہ میں پیش کردینا اگرچہ بڑی تعریف کے قابل اور ضروری بات ہے۔ مگر انفاق مال یعنی مجاہدین یا فوج کی ہر قسم کی ضرورتوں کو بہم پہنچا کر اُن کو لڑنے کے قابل بنانا مقدم اور سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ایک شخص جان پیش کرنیوالا اپنے ایک نفس کو پیش کرتا ہے اور بیشک قابل قدر ہے۔ مگر سامان جنگ مہیا کردینے والا ہزاروں جانوں کو جرأت و قوت دلاتا اور پیش کرتا ہے۔ الحمدللہ کہ خود کلام مجید اس بیان کی تائید کرتا

ہے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے انفقوا کو کیوں مقدم رکھا ہے۔ اس بلاغت نظام اور حکمت التمام کلام کی ترتیب تقدیم و تاخیر الفاظ میں بھی ہزاروں حکمتیں مرکوز رکھتی ہے۔ انفقوا کی تقدیم قاتلوا پر صاف ناطق ہے کہ یہ کسی آئندہ کی نزاع کے فیصلہ کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ انسانی تاریخوں کی بنا پر جو اطرا۔ تعصب اور ناروا طرفداری کے رنگ سے بکلی مبرا ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتیں۔ ایک قوم (روافض) جناب علی کو بڑے بڑے جنگی افسانوں کا ہیرو بنا کر اور ایک معبود کی طرح مان کر دیگر خدام اسلام کی حقیقی کوششوں کا انکار کریں گے۔ یہ خدائے حکیم کا فیصلہ ہے۔ قومی تواتر اور دشمن اور دوست کی روایتی اور تاریخی کتابیں بالاتفاق گواہی دیتی ہیں کہ جناب صدیق جناب عمرؓ اور جناب عثمان رضی اللہ عنہم امداد مالی وغیرہ میں وہ نمونے ہیں کہ قبل اور بعد کبھی بھی کوئی اُن کا نظیر پیدا نہیں ہوسکا اور بعد وفات جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے اگر کسی نے تمول حاصل کیا یا غنی کہلایا۔ یا بڑا فیاض اور کریم بنا تو انہی مردانِ خدا کی بیرونی فتوحات سے کمائی ہوئی دولت کے سبب سے۔ بہرحال یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت علیؓ پہلی شق میں تو کسی طرح بھی داخل نہیں ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے انکی اپنی جان کو سخت خطروں میں بڑے زور اور شجاعت سے پیش کرنیکی کہ انفاق مال اگر نہیں ہوسکا تو جان دیکر ہی فہرست عشاق میں منسلک ہوسکیں لاریب خدا تعالیٰ نے انکی سعی کو مشکور کیا اور وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ نے اسپر مُہر لگادی۔

الغرض تیسرا نشان جسے اُن دو نشانوں کا (امر بالمنکر نہی عن المعروف اور قبض ید) نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ ان آیات میں خلود نار جہنم لعنت اور عذاب مقیم ہے۔ عذاب مقیم ایک باطنی شے ہے اور کبھی ظاہری صورت میں بھی نمودار ہوجاتا ہے۔ خلود نار جہنم بھی اکمل طور پر اس دوسرے عالم کی سزا ہے مگر لعنت الٰہی کتابوں کی اصطلاح میں اس دنیا کی کامل رسوائی۔ فضیحت۔ پرلے درجہ کا ذلیل و خوار ہونا۔ طاقتوروں کا حلقہ بگوش ہونا۔ ذاتی حقوق سے۔ قومی حقوق سے بکلی محروم ہوجانا غرض سب کچھ کہو کہ غالب اور قوی اعدا سے ماریں کھانا اور انکا ماتحت کہلا کر ہر وقت انکا دستِ نگر رہنا ہی یہ ہیں معنی لعنت کے۔ پاک کتابوں کے محاورہ میں لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علےٰ لسان داؤد و عیسےٰ بن مریم۔ پھر اس کی تائید میں دوسرے لفظوں میں پڑھ لو وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباءُوا بغضب من اللہ اور اس کی زندہ اور سچی تفسیر ان لعنتوں کی مورد قوم (یہود) راستبازوں کو گال دینے والی ستانے والی اور ان کو قتل کرنیوالی قوم کی تاریخ پڑھکر دیکھ لو۔ کہ ان بدافعالیوں نے انکی حمیت و عصبیت کے ناک پر مٹی ڈال کر اُن کو

غیر قوموں کا غلام اور غلامی کی ساری لعنتوں اور ذلتوں کا ہدف بنا رکھا ہے۔

پھر کیا شیخین (رضی اللہ عنہما) "منافق" تھے اور "وہ دنیا سے با ایمان نہیں" اُٹھے؟ خدا تعالیٰ کی بے لوث کلام کو حکم بناؤ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو جیسے اُن کی کامیابی تھی ظاہر ہے کوئی قومی متفق تاریخ نہیں دکھا سکتی کہ کبھی وہ آپ کے سامنے اس ناپاک الزام سے ملزم اور متہم ہوئے۔ بلکہ سیاہ دل اور بیرحم دشمن بھی انکی جلی خوبیوں اور محامد سے انکار کرنیکے قابل نہ ہوکر اور چند جھوٹے خود تراشیدہ واقعات کی مفروضیت کی بنا پر جن کا وقوع بعد از وفات آں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں آخر اتنا ماننے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ با ایمان اور مخلص رہے مگر پھر ویسے نہ رہے چنانچہ یہ فقرہ اس گندے اشتہار کا (حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کا دنیا سے با ایمان جانا ثابت نہیں ہوتا) انکی دلی بیقراری اور اس شعور کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک عرصۂ دراز تک انکا ایمان پر رہنا مانتے ہیں۔ مگر خدا کا کلام اور واقعات کیا شہادت دیتے ہیں۔ اُنہوں نے خدا تعالےٰ کے وعدہ استخلاف سے سب سے پہلے اور سب سے بڑا حصہ لیا۔ جب خدا تعالےٰ کا مہاجرین سے حتمی وعدہ تھا۔ اور یہ وعدہ اعمال صالحہ سے مشروط تھا۔ کہ وہ ضرور ضرور انکو موسوی خلفا کی طرح تمام پاک زمینوں کا وارث بنائے گا۔ نہایت ضروری اور مناسب تہا کہ ایک عالم کو خطرناک اشتباہ والتباس سے بچانے کے لئے اس پاک وعدہ کا وارث اُنہیں ہرگز نہ بناتا۔ اور جو خدا اور اُسکے ملاء اعلےٰ پر شیخینؓ کا اتنا ہی رُعب غالب آگیا تھا۔ کہ اُنکا بادشاہ بنانا لابُد تھا تو بارے اُنکا نمبر ہی ذرا پیچھے ہٹا دیتا۔ اتنا تو آجکل کے یونیورسٹیوں کے رجسٹرار بھی کہہ سکتے ہیں۔ استخلاف کا وعدہ پورا ہونا دوسرے لفظوں میں اس برکت کا پورا ہونا ہے جسکو توریت میں برکت دونگا سے تعبیر کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ برکت اور رضا ضد تام ہے اُس لعنت اور مقت کی جو کفار اور منافقین کے حق میں دین و دنیا کے خسارے کا موجب ہُوا کی ہے۔ قوم میں بڑا اختلاف ہُوا ہے اور عمیق فہم نہ رکھنے والے بعض تذبذب میں اور بعض صاف کہتے رہے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خلافت کا فیصلہ کرکے اس عالم سے نہیں اُٹھے۔ اُنکے نزدیک اُس حکم رسول نے اور ہزاروں اختلاف مٹائے اور آئندہ کے ہزاروں محتمل اختلافوں کے مٹانے کی راہیں کہولدیں مگر اس دل کو کپکپا دینے والی نزاع کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اور گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے ہمیشہ سے انکے اس فہم پر بھی تعجب ہے، کہ وہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس فیصلہ کے اُمیدوار رہے ہیں۔ یعنی وہ چاہتے تھے کہ یہ فیصلہ ان کو انسانوں کے ہاتھوں کی متداول متبذل اور تعصبات کی رنگین روایتوں کی معرفت ملتا اور پھر بھی کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوتا۔ اگر ایک فریق کے لئے ہوتا تو دوسرے کے لئے نہ ہوتا۔ کیا یہ مسئلہ خلافت جھوٹا اور ناقابل التفات مسئلہ تھا۔ اسکی عملی حالت نے یعنی ایک خوفناک تفرقہ امت نے صاف دکھا دیا ہے کہ بڑا اہم مسئلہ تھا۔ یہ تو خدا تعالےٰ کا ہی حق تھا کہ مکمل کتاب میں اس مسئلہ کا فیصلہ اور تکمیل کرتا چنانچہ لیستخلفنھم سے قولی طور پر اور اُنکو خلیفہ بنا کر اور ہزاروں میں سے اُنہی کو انتخاب فرما کر اپنے اس ارادے اور وعدے کا فعلی ثبوت بھی دیدیا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ دُنیوی بادشاہی پر کسی ذریعہ سے پہونچ جانا اُور بات ہے مگر حسب وعدہ باریتعالیٰ موعود بادشاہ ہونا اُور ہی یہ خلافت پر نص جلی ہے۔ خدا تعالےٰ کے کلام کو خدا تعالیٰ کے کام نے مفسّر اور واضح کردیا۔ یا یُوں کہو کہ خدا کا فعل یا قول دونوں ملکر یکساں اسپر گواہ ہیں۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ یومنون۔

مَیں پھر حیران ہوں کہ خدا تعالےٰ کے کلام اور فعل کے اسقدر بیّن ثبوت اور فیصلہ کے بعد کیونکر لوگوں کو اتنا کہنے کی جرأت ہوئی کہ حضور سیّد العالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کا کوئی بھی فیصلہ نہیں کیا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ قرآن کریم کو۔ قرآن کریم کے دقائق کو جاننے والے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ محفوظ اور نافذ الحکم کتاب فیصلہ کر چکی ہے۔ خدا کا واسطہ ہوتے انہیں کیا ضرورت تھی۔ کہ انسانی مشکوک ذریعوں سے اس امر کی ندا عالم میں کریں۔

خم غدیر پر من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ سیّد المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے نکلا ہوا بیان کیا جاتا ہے۔ شیعہ نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اسپر بڑا غوغا برپا کیا ہے۔ ہزاروں ورق ناکامیاب کوششوں میں سیاہ کر ڈالے ہیں اُور بھی بعض بعض اس قسم کے فقرے فرضی علیؓ کے خیالی حق کے اثبات میں قبلہ ہمت بنائے ہیں۔ مگر کیوں سب سے پہلے خدا تعالےٰ کے محفوظ اور معصوم کلام اور خدا تعالےٰ کے غیر متبدل قانون قدرت یعنی فعل پر نظر مار کر دیکھ نہ لیا۔ قرآن کریم کی تعریف میں صاف صاف آچکا ہے۔ انزل الیك الکتاب مفصلا اور لیحکم بین النّاس فیما اختلفوا فیہ۔ اور کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر۔ یعنی خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کو کتاب مفصل اُتارا ہی کہ گذشتہ اور آیندہ سارے اختلافوں کا

فیصلہ کرنیوالا ہو۔ اس کتاب کے احکام اور پیشگوئیاں اور اسکے نتایج سب حکمت پر مبنی ہیں اور دین کے تمام مسایل مہمہ اور اصول ضروریہ اس میں واضح کیئے گئے ہیں اور ضرور تھا کہ یہ کتاب کا یہی ہی ہوا اسلیئے کہ یہ حکیم خبیر کیطرف سے ہے۔ الغرض جب خدا تعالےٰ کے کلام اور فعل نے دھکے دیئے اور ذلیل اور سیاہ رُو ہو کر ادھر سے ہٹے تو انسانی روایتوں اور وہ بھی محتمل المعانی اور ادھر اُدھر کے افسانوں سے استدلال شروع کیا۔ فاضلهم الله واحبط اعمالهم۔ اے رحمان رحیم خوف وخشیت والے دل سچ کو دیکھنے والی آنکھیں پیدا کر کہ اس صاف بات کو دیکھیں اور سمجھیں

آخری نشان منافقوں کا ان آیات میں ہے۔ اولئك حبطت اعمالهم فے الدنيا والاٰخرة واولئك هم الخاسرون۔ الدنیا اور الاٰخرہ میں بغور تدبر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ آیت کے مشہور معنوں کے اسکا یہ مطلب بھی ہے کہ الدنیا یعنی موجود اور قریب عہد میں بھی جس سے مراد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد سعادت مہد ہے۔ انکے اعمال اور انکی کوششیں رائگاں گئیں اور الاٰخرہ یعنی اسکے پیچھے آنیوالی حالت میں بھی جس سے آپکی وفات کے بعد کا زمانہ مراد ہے انکے اعمال اور ساری کوششیں اکارت ہوئیں۔ قرآن کریم سے اور قرآن کریم کی تصدیق میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں منافقین نے اسلام کی تباہی کے لئے کیا کیا تدبیریں سوچیں اور منصوبے باندھے۔ مسلمان بنے رہے۔ نمازوں میں شامل ہوتے رہے اور اس شمولیت کو سادہ اعتقاد مسلمانوں کے بہکانے کا مؤثر قوی آلہ بناتے رہے۔ یہود سے سازشیں کرتے کفار سے ریشہ دوانیاں کرتے اور جو کہ بظاہر مسلمان تھے کبھی کبھی کوئی دین کا خفیف کام بھی کر دیتے۔ مگر آخر کار کچھ تو حضور علیہ الصّلوٰة والسلام کے وقت ذلیل و رسوا ہوئے اور کچھ انجام کار فتنہ ارتداد کیوقت تباہ و برباد ہوئے۔ بہرحال ہمیں کسی روایت اور تاریخ کی طرف رجوع لانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کتاب کریم فرماتی ہے۔ ان کے سارے اعمال بفایدہ اور بے نتیجہ گئے اور انکے سارے نفع کی امیدوں نے زیان اور خسارہ اٹھایا۔

اب غور کرو کیا شیخین رضی اللہ عنہما اس خوفناک وعید کے مصداق ہوئے حبط اعمال اور خسارہ کے یہی معنی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی مکرم محترم اور مقرب اور سب پر غالب و محیط رہنا اور بعد وفات آنجناب کے مقتدر بادشاہ بن جانا۔ شیعہ کہتے ہیں چونکہ انکا رُعب داب اور اقتدار بہت بڑا تھا اسلیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُن کا ظاہری پاس کرتے تھے۔ اور حضرت علی بھی محض تقیۃً اُنکی ہر قسم کی رعایت رکھتے تھے۔ بہت اچھا یہ تو

ثابت ہو گیا کہ موجود وقت میں ان کا اعزاز و اکرام جیسا چاہیئے ویسا تھا۔ اور انجام کار تو عیاں ہی ہے کسی گواہی کی اسکے لئے کوئی ضرورت نہیں۔ افسوس غور نہیں کیا جاتا۔ خدا تعالیٰ جن لوگوں کی نسبت کہے۔ حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ پھر وہ کبھی کسی نوع کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو! جس طرح لیستخلفنہم اللہ تعالےٰ کی طرف سے برکت کا وعدہ تھا ویسا ہی حبطت اعمالہم لعنت کا وعید تھا اور ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ کے جتنے وعدہ وعید پورے ہوں اور وہ پورے ہوئے اب بولو اور خدا کے لیئے بولو برکت اور وعید کے وارث کون ہوئے اور حبط اعمال اور لعنت کے وعید کے مورد کون ہوئے۔ اگر شیعہ راستی پر ہیں کہ حضرت علیؓ کے اعمال اور حقوق چاہتے تھے کہ خلیفہ اول یا خلیفہ مطلق وہی ہوں اور آخر وہ غاصبوں کے اقتدار سے رضا بقضا ہو کر قریب پچیس برس تک جلتے بھنتے کڑھتے اور سر دھنتے رہے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ شیعوں کا فرضی علیؓ جسکو وہ کیا کیا بنا بیٹھے ہیں۔ حبط اعمال اور خسران والے گروہ میں سب سے پہلے داخل سمجھا جائیگا۔ اور وہ تھوڑی سی سلطنت جو قلیل وقت کے لئے اُسے میسر آئی نفاق کا الزام اسپر سے مٹا نہ سکے گی۔ کیونکہ نفاق کیحالت میں کوئی ذرا سا اچھا کام جو وہ کر گزرا تھا۔ اسلئے ایک ردی اور آخری نمبر میں پاس کا مستحق سمجھا گیا۔ مگر شومی نفاق سے وہ خلافت بھی ہر طرف کے فتنوں اور فسادوں اور دبے ہوئے اور عمری سطوت سے مغلوب ہوئے ہوئے دشمنان دین کی سرکشیوں کی ترکتازی کا میدان بن کر اسلام کے ضعف اور تباہی کا باعث ہوئی۔ تعجب کی بات ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے وقت بیرونی فتوحات کا دروازہ بڑی شان اور کامیابی سے کھلا رہا اور برابر یدخلون فی دین اللہ افواجًا کی تصدیق ہوتی رہی۔ مگر یہ پچھلا وقت ایسا نحوست کا وقت آیا کہ بیرونی فتوحات کا تو کیا ذکر پچھلے بزرگوں کے اندوختہ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔ شام کی وعود اور مبارک زمین جسکی نسبت خدا تعالےٰ کا کلام بشارت دے چکا تھا۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون مدینہ کی خلافت کے قبضہ سے باہر نکل گئی۔ غرض گھر میں ہی وہ اندھیر مچا کہ الامان۔ پھر اسپر مزید یہ کہ شیعوں کے دوسرے معبود آخر اس رہی سہی کے بھی ناقابل ثابت ہو کر شیعوں کے مذاق پر نہایت ناروا طریق اور بزدلی سے مگر حق پسندوں کے نزدیک نہایت دور اندیشی اور نیک نیتی سے اس شخص سے مصالحہ اور مسالمہ کرتے ہیں جو زمین موعودہ کا وارث ہوا تھا۔ اور سب سے زیادہ مصیبت یہ کہ وہ بڑے معبود بھی جنہیں دنیا کا کفارہ مانا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک برگزیدہ احمق اس زمانہ کے بعض نالائقوں کا ریفارمر

لکھتا ہے "اگر حسینؓ اُمت کے لئے کفارہ نہ ہوتے تو خدا جانے اُمت کا کیا حال ہوتا" الغرض
وہ خدا کے بیٹے یا خدا کے نواسے۔ (شیعوں کے اعتقاد کے مذاق پر) بھی ہزاروں ناکامیوں اور
جوانامرگیوں کی ناشادیوں سے اپنے اعمال کا کچھ بھی ثمرہ نہ دیکھکر یا یوں صاف کہو حابطہ الاعمال
اور خاسر اس دار ناپائدار سے رخصت ہوئے۔

اب میں شیعوں سے پوچھتا ہوں ذرا انصاف کر کے جواب دیں کہ قرآن کریم کی اصطلاح کے
موافق مشاہدہ سے واقعات حقہ کی شہادت سے وہ کون فریق ہے جنکے اعمال حبط ہوئے وہ کونسا
گروہ ہے جنپر ذلت اور تباہی کی مار پڑی۔ افسوس ایسے مذہب پر اور لعنت ایسے مشرب پر جو اپنے
بیگانے سب کو یکساں لعنتی جہنمی کافر مغضوب علیہم اور منافق اور خائب و خاسر بنائے دیکھو اور بغور
دیکھو۔ شیخینؓ کی عداوت تمہیں کہاں کہاں تک پہنچاتی ہے اور انکو رد کرنے سے تمہارا سارا
تاروپود کیسا پاش پاش ہوجاتا ہے۔ وہ جنہیں تم تاریکی کا شیطان ثابت کرنا چاہتے ہو وہ کیونکر
روشنی کے فرشتے ثابت ہوتے ہیں۔ نہ انسانی من گھڑت روایتوں اور منصوبوں سے بلکہ خدا تعالیٰ کے
صادق کلام سے اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل کام سے۔ مگر جنہیں تم خدا کا کُنبہ ثابت کرتے ہو انہیں
کلام اور کام اور خود تمہارے اعتقاد کے نتائج سارے کے سارے کہیں کا بھی نہیں چھوڑتے آؤ توبہ کرو
ایسے فاسد اعتقاد سے جسکا نتیجہ اسقدر خبث اور شر ہیں اور شرح صدر سے ایمان لاؤ ان پر جنہیں
خدا نے ازل سے چنا۔ دنیا میں ان سے وعدہ کیا اور پورا کیا اور اخروی لازوال
انعامات کا ثبوت دینے کیلئے معنا کی مبارک خلعت انہیں پہنائی اور یہ وہی معیت ہے جو اُس نے
انّ اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون میں اور اننی معکما اسمع واریٰ میں اور
ان معی ربی سیھدین اور اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم میں یاد دلائی اور صراط
الذین انعمت علیہم میں ہر روز اسکی درخواست سکھائی ہے آؤ صدق دل سے مانو ان برگزیدوں کو
جنکے اقتدار نے قیصر و کسریٰ کے تخت اُولٹ دیئے۔ جنکے زور آور ہاتھوں نے ھلک کسریٰ
فلا کسریٰ بعدہ و ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ کی پیشگوئی کو پورا کیا اور نبی صادق صلے اللہ
علیہ وسلم کو اپنے اعمال سے سچا کر دکھایا۔ انکا رحمت کرو ایسا نہ ہو کافر نعمت اور نمکحرام کہلاؤ۔
اسلئے کہ بہت عرصہ تک تمہاری وہ مقدس جماعت یا خدا کا عزیز گھرانا انہی کی لوٹ مار کی کمائی سے پیٹ
پالتا رہا ہے انہی کے جود و کرم کا طفیلیہ وہ ملک یمین ہیں جو تمہارے آسمانی خاندان کی ماں بنتی ہیں۔ بالآخر
مجھے منافقوں اور مومنوں میں تمیز کے لئے ایک آیت سنانی باقی ہے قال اللہ تعالیٰ و

لِلّٰہِ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی غلبہ اور کامیابی سدا اللہ اور رسول اور مومنین کے لئے ہی۔ لیکن منافق اس کو نہیں جانتے۔ یعنی وہ اپنے لئے غلبہ اور فتح تجویز کرتے ہیں۔ مگر یہ کبھی نہوگا بلکہ منافق سدا ذلیل اور خوار رہینگے اس آیت نے تو صاف فیصلہ کردیا۔ مومنین کو نظم میں اللہ اور رسول کے بعد اور ساتھ ذکر فرما کر خدا تعالےٰ نے اشتہار دیدیا۔ کہ جن مومنوں کو غلبہ نصرت فتح کامیابی اور استیلا علے الکل نصیب ہوا وہی درحقیقت اعلےٰ اور اولےٰ جلالی اور جمالی دونوں طریق پر اللہ اور رسول کے ظل اور خلیفے ہیں فالحمد للہ ثم الحمد للہ علےٰ ذلک

مجھے یقین ہے کہ میں خدا تعالےٰ کے کلام اور کام دونوں سی تسلی بخش ثبوت دے چکا ہوں کہ شیخین یعنی ابوبکر صدیق رضہ اور عمر فاروق رضہ (سلام اللہ وملئکتہ والمومنین علیہما وعلےٰ من اتبعہما باحسان) مومن۔ صلح۔ مہدی۔ تواب۔ اواب۔ اواہ۔ مصطفےٰ۔ خیر۔ بر۔ ذوالاید حلیم۔ رحیم۔ منصور۔ موید۔ محسن۔ غرض ان سب صفات وعلامات سے متصف اور متسم تھی جو مومنین کاملین کی نسبت کلام اللہ الکریم میں مذکور ہوئی ہیں اور اسکے ساتھ میں کافی طور پر خدا تعالےٰ کی تائید اور اذن سے انکی تطہیر بیان کر چکا ہوں۔ ان رذایل اور ذمائم سے جو منافقوں۔ کافروں۔ مشرکوں ظالموں۔ مرتدوں اور ان کے ہمرنگوں کی نسبت فرقان مجید نے بیان فرمائے ہیں۔ اگر میں دونوں شقوں کے مناسب حال کثیر اور متظاہر آیات لاتا اور انکی تفسیر کرتا تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی۔ میرا اعتقاد ہے کہ یہ چند امر جو میں نے ذکر کئے ہیں بطور اصول یا کلید باب کے ہیں اور اس سے دوسری ہمرنگ آیات اور واقعات سے استدلال واستنباط کی ایک راہ کھلگئی ہے۔

آخر میں تتمیم کلام کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فاروق اعظمؓ کے ان مساعی جمیلہ کا مختصراً ذکر کروں۔ جو اشاعت وحمایت اسلام میں اُن سے ظہور میں آئیں۔ شاید میرے اس دعویٰ سے کوئی منتظر ہوگا کہ میں آپ کی ساری قابل قدر لائف کو اجمالاً ہی بیان کرونگا یا میں ان بیش قیمت قواعد اور اصول کا ذکر کروں گا۔ جو نظام وبقائے سلطنت عرب اور تائید اسلام کیلئے جناب فاروقؓ نے ایجاد کیئے اور جنہیں دیکھکر آج بڑے بڑے پولیٹیشن حیران ہوتے ہیں۔ میں نقط گبن مورخ کی تاریخ سی ایک دو فقرے نقل کرنے پر اکتفا کرونگا۔ گبن لکھتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں

سلہ ۔ میں نے ارادہ کیا ہے اور خدا سے چاہتا ہوں کہ مجھے توفیق دے کہ جناب فاروقؓ کی لائف جو امام طبری نے لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ کردں۔ اس سے وہ کسر جو جناب شبلی کے الفاروق میں رہ گئی ہے پوری ہوجائیگی۔

مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے فتح کئے۔ چار ہزار گرجے اور دیگر کفار کے معبد مسمار کیئے اور اقامتہ صلوٰۃ کے لئے چودہ سو مسجدیں بنائیں۔ اُن میں سے بڑے بڑے گرامی اور نامی مُلک یہ ہیں۔ سیریا مصر۔ افریقہ تا بحر ظلمات۔ آذربائیجان۔ آرمینیا۔ عراق۔ عرب۔ ایران۔ خراسان۔ ماوراء النہر ترکستان۔ افغانستان کے مشرقی حصے۔

غور کرو ان فتوحات سے اسلام کو فایدہ پہونچا یا ضرر پہونچا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مقتدر فاتح کے رنگ میں جبکہ باطن کے واقعی مخفیات کے نکال سکنے کا موقعہ پایا۔ عیاشی فسق و فجور۔ ہتک حرمات اللہ اور اہانت حدود اللہ کا چرچا پھیلایا یا اسلام اور مقصد اسلام کو حیرت انگیز وسعت اور تقویت دی۔ مردوں کے کارناموں کی قدردان قومیں خفیف خفیف سی قومی کاموں کے بدلے قومی خیرخواہوں اور جان نثاروں کے شکریہ کے کیا کیا طریق نکالتے ہیں۔ اُنکی یادگاریں قایم کرتے ہیں اور اس شکر میں روا نہیں رکھتے کہ آیندہ نسلوں کی یاد سے انکے نام اور کام مٹ جائیں۔ حضرت رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تیرے سبب سے ایک شخص ہدایت پاجائے تو تیرے لئے ہر قیمتی چیز سے بہتر ہے اللہ تعالےٰ اٰمرون بالمعروف اور ناھون عن المنکر اور دعاۃ الی الخیر کی جو فضیلت بیان فرماتا ہے ظاہر ہی ہے۔

اب بتاؤ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام سچے مُسلمان کے نزدیک فوق الفوق مدح اور شکر کے لائق ہیں یا ہزار ہزار تبرے اور ناپاک سے ناپاک گالیوں کے لائق ہیں کہ کیوں اسلام اور مقاصد اسلام کی اسقدر تائید کی۔ اگر یہ ثابت ہوتا تو الزام کے قابل بات تھی۔ کہ جناب صدیق اور آپکے سچے ہمرنگ متبع فاروق رضی اللہ عنہما نے یہود سے مِلکر نصاریٰ سے گانٹھ کر اور مشرکین عرب سے منصوبہ ملاکر فلاں مقصد اسلام کی تخریب میں کوشش کی۔ مساجد کو منہدم کیا۔ صلوٰۃ کی اقامت کو موقوف کیا اور تمام شعائر اللہ کی ناگفتنی بے حرمتی کی۔ قرآن کریم کو دنیا سے نابود کرنیکی فکر کی۔ اور دشمن کو اس وقت تک اپنی کوششوں میں اپنے آپ کو کامیاب نہیں سمجھنا چاہیئے تھا۔ جب تک وہ خدا تعالیٰ اور رسالت کی اصل منشاء و مقصد کے خلاف انکے اعمال ثابت نہ کرلیتا۔ خدا تعالےٰ کا کلام اور کام تو انکو امام المتقین خیر الحسنین اور اسوۃ المومنین دکہاتا ہے اور سنگدل دشمن کہتا ہی کہ وہ دُنیا سے بے ایمان ہوکر اُٹھے۔ کس ثبوت پر۔ کس شہادت پر۔ کس سلطان مبین اور علم کی بنا پر۔ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو زجر کرتا ہے۔ ام اٰتینٰھم کتٰبًا فھم علےٰ بیّنۃ منہ بل ان یعد الظالمون بعضھم بعضًا

الّا غروراً۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ میں کہتا ہوں اور تمام جہان کے شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے قرآن کریم کی بینہ کی بنا پر یہ الزام قائم کیے ہیں کیا فرقان مجید نے ان کی مذمت کر کے تمہارے ہاتھ سلطان اور برہان دیدی ہے کیا خدا تعالیٰ کی راست بیان کلام نے جو نشان منافقوں اور کافروں کے بتلائے ہیں وہ تم نے اُن میں اور اُنکے اعمال کے نتائج میں دیکھے ہیں۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آسمان و زمین کے پیدا کرنیوالے رب عرش عظیم کی قسم ہرگز نہیں۔ بدکار ظالموں کے پاس کوئی علم اور سند آلٰہی نہیں۔ دھوکا کھایا ہے اور دھوکا دیتے چلے آتے ہیں کوئی شکایت ہے۔ کہ فلاں کو دوچار درخت کھجور کے نہیں دیئے۔ کوئی بہتان ہے کہ فلاں کو لات مار کر ہلاک کر دیا۔ پست فطرت قوم سوچ اور خوب غور کر۔ اپنے خبیث اور بدبودار باطن پر قیاس کرنا تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے۔ ان پہلے نمونوں میں اول اول شاگردوں میں جنہیں کامل مکمل اُستاد خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کا کورس ۲۳ برس میں ختم کرا کر تیار کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے کنتم خیر امۃ کا خطاب دیکر تمام دنیا کے لئے ابد تک انہیں نمونہ بنایا۔ ایسا گندہ چال چلن چوہڑوں چماروں جیسی حرکات و افعال امکان رکھ سکتی ہیں؟ اور پھر وہ جن کو تم اہلبیت کہتے انکے حق میں تطہیر کی آیتیں ٹھہراتے ہو۔ دُنیا سے منقطع متبتل الی اللہ۔ دل کے غنی اور سچے درویش سیرت۔ سلطان صورت انکو مشہور کرتے ہو۔ ان میں کسی کی نسبت یہ ظاہر کرتے ہو کہ فلاں بدقسمت دوچار درختوں کے نہ ملنے سے بقیہ عمر کڑھ کڑھ اور جل جل کر ہلاک ہوئی۔ ایک عام دُنیا پرست کی طرح جو ایک بالشت زمین کے چلے جانے سے خودکشی کر مرتا ہے وہ نہایت ذلیل اور حقیر متاع دُنیا کی وجہ سے بصد حسرت مری اور شاید اسی حسرت نے بہت جلد عین جوانی میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور لات کا بہانہ بنا لیا۔ اور کوئی ان میں سے بقول تمہارے حق چھن جانے سے ایک عمر دراز تک جلتا بھنتا رہا۔ دنیا سے گوشہ گزین رہا۔ اور ہر وقت یہی غم اس کی جان کو اندر اندر کھاتا رہا۔ جو جوں اپنے حریفوں کو رب العالمین کے رسول جلیل کی مسند پر دیکھتا یا ان کی روز افزوں کامیابیاں سنتا کباب ہو ہو جاتا۔ اور غالباً بلکہ (تمہاری مذاق پر) یقیناً اسی سبب سے اُس کا دل و دماغ خلافت کے قابل نہ رہا اور زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ابتریوں اور آشفتہ حالیوں میں مبتلا ہو گیا۔ اسداللہ تھا۔ پر ایک چڑیا خانہ کی لومڑی سا بھی دل گردہ نہ دکھایا۔ بڑا فصیح بلیغ شاعر تھا۔ بڑا حکیمانہ کلام کہنے والا اور اول درجہ کا فقیہہ تھا۔ پر چند ایسے دل بھی مسخر نہ کر سکا جو غاصبوں سے اسکو انتقام لے دیتے اور اسکی جان کو حسد اور ڈاہ کے خونخوار اژدہا کے مونھ سے چھڑاتے۔ مسیلمہ کذاب نے

ایک سال کے عرصہ میں ایک لاکھ پیروا اکٹھے کرلیئے۔ مگر متبوع جن والنس سے ایک تنکا بھی نہ ٹوٹ سکا غیرت ہی شیرِ خدا کی حالہ جورو ایک ظالم کی لات کے صدمہ سے ماری جائے۔ باپ کی قبر اس سانحہ سے شق ہو جائے۔ عرشِ بریں ہلجائے۔ ملائکہ زمین و آسمان میں انتقام کا غلغلہ پڑ جائے۔ غیور شوہر کی آنکھوں میں اندھیرا ہو جائے اور پھر کچھ نہ ہو۔ آل ابی طالب کی قرشی حمیت سخت بے غیرتی سے بدل جائے۔ بنی ہاشم ہاتھ پر ہاتھ دھرکے بیٹھے رہیں!!! اللہ تعالےٰ کی لعنت ملائکہ کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت اُن قصاص مفتریوں پر جنہوں نے ایسے جھوٹے قصّے تراش کر ہزاروں احمقوں کو ہاویہ کا وارث بنایا۔

ایک راجپوت کو اگر ایسا صدمہ پہونچ جائے تو اُسکے کنبہ کے سارے لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر بنی ہاشمی کی ایسی محترمہ عورت اس تحقیر و اہانت سے دشمنوں کے ہاتھوں ماری جائے اور اس ناک کٹی پر ایک خون کی رپورٹ بھی نہ ملے۔ بتاؤ کون کون اس انتقامی جنگ میں صدیقی اور فاروقی پارٹی کا مارا گیا اور کون کون علوی پارٹی کا مارا گیا۔ بلکہ حق تو یہ تھا کہ یا صدیق وفاروق میدان سے اُٹھا دیئے جاتے یا آل ابی طالب کا قضیہ پاک ہو جاتا۔ جب تو البتہ یہ دھبہ کسی قدر مٹ سکتا تھا۔ ایسی عار پر صبر ایک غیور مومن تو کیا ایک دیوث کافر بھی نہیں کرسکتا ایسی بیغرتی کہ برسوں ایسے ظالموں سے میل جول رہے۔ ان کی صلاح و مشورہ میں شمولیت رہے۔ انکے غنایم سے حصہ لیا جائے۔ ان کے ہاتھوں کی لوٹی ہوئی اجنبی لڑکیاں اپنے بیٹوں کو دلائی جائیں اور اتنے دراز عرصہ تک کبھی لب تک نہ ہلایا جائے۔ اگر قصاصوں کی یہ روائتیں سچ ہیں۔ اگر شیعہ انہیں کلام خدا اعتقاد کرتے ہیں اور انہی نصوص صریحہ قطعیۃ الدلالت کی بنا پر شیخین رضؓ کو کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں تو افسوس اُن کا فرضی علی ایک ذلیل سے ذلیل آدمی کا ہم پلہ بھی نہ سمجھا جائیگا۔ اے ناخدا ترس لوگو خوب غور کرو۔ شیخین رضؓ کی پھٹکار سے تمہاری عقلوں پر کیسے پتھر پڑگئے ہیں۔ معزز ناظرین ایک زمانہ میں جب میں مناقشات و مشاجرات صحابہ ان قصاصوں اور پُرغرض افسانہ سازوں کی کتابوں میں پڑھتا اور شیعہ سُنی کے غیر منفصل ہاتھا پائی سے سخت حیران ہوتا۔ بعض سُنیوں کو دیکھتا کہ وہ بھی اس قسم کے افسانوں کو سپر بنا کر حریف سے لڑتے اور کبھی کبھی اس بودی ناکار ڈھال کے ہوتے بھی زخم کھا بیٹھتے ہیں۔ اور شیعوں کا تو سارا دار انہی جعلی کہانیوں پر تہا جو خود انکا بھی منھ کالا کرتیں۔ ایسے پُرآشوب وقت میں میرے دل میں آتا کہ کیا یہ ساری کہانیاں خیر القرون قرنی کی ہیں۔ یہ سب اسی قریب زمانہ اور انہی لوگوں کے واقعات ہیں جنہیں قرآن کریم کنتم خیر اُمّۃ

اخرجت للناس کہکر فخر کرتا ہے - یہ وہی لوگ ہیں جن کی تعلیم کے لیئے سب سے پچھلا اور سب سے اوّل وافضل اُستاد خاتم الانبیا اور سب سے کامل مکمل تعلیمی کورس قران مجید مقرر کیا گیا - یہ وہی لوگ ہیں جنہیں وعباد الرحمٰن الے آخر الرکوع میں دنیائے کفر کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کیا جاتا ہی - اور تھی بھی یہی اور انکے ہمرنگ اور انہی کے ساتھی ہزاروں اُور - اسلیئے کہ یہی قرآن کریم کے وعدونکے وارث ہوئے - یہی خلیفے بنائے گئے دین و دُنیا کی زمام انہی کے ہاتھوں میں دیگئی - یہی دُنیا کے فاتح ہوئے - قرآن کو انہوں نے پھیلایا - اور انہوں نے ہی اسکی ہزاروں ایڈیشنیں اطراف عالم میں پھیلائیں - توریت و زبور کی پیشگوئیاں بھی انہی کے حق میں پوری ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کو باغیچہ نہ دیا - کسی نے سلطنت کے لالچ میں اسے لات مار کر مار ڈالا - کسی کی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ اسی رنج میں کہ وہ پہلے تخت طاؤس پر کیوں نہ بٹھایا گیا برسوں روتا اور دانت پیستا رہا اور یہ ایسے واقعات ہیں - کہ ذلیل سے ذلیل اور غیر مہذب سے غیر مہذب قوموں میں بھی اس سے زیادہ قابل نفرت واقعات وقوع میں نہیں آتے - پھر وہ معلم - یہ کتاب اور ایسے شاگرد ! -

آخر اس پُرظلمت حیرت سے اسی نور نے مجھے نکالا جسنے ظلمات کو پاش پاش کرنے اور روشنی کے فرزندونکی تائید کا ذمہ اُٹھایا تھا - اللہ تعالےٰ فرماتا ہی - ونزعنا مافی صدورھم من غل اخواناً علےٰ سرر متقابلین - یعنی ہمنے اُنکے سینوں سے غل جو ہر قسم کی نزاع اور رنجشوں کا مادہ ہوتا ہے نکال ڈالا - وہ بھائیونکی طرح بلا امتیاز یکساں مدارج پر آمنے سامنے بیٹھتے ہیں - یُوں نہیں کہ دلی کدورتوں کیوجہ سے اعدا کی طرح ایک دوسرے کیطرف پیٹھ کر کے بیٹھیں - اس آیہ شریفہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کی واقعی حقیقت واضح کردی کہ آپس میں وہ بھائیونکے طرح تھے اور کوئی کدورت اُنکے دلوں میں نہ تھی - اور ہی بھی اسی طرح - تاریخ کسی ایسی قوم کا پتہ دے نہیں سکتی - کہ انکی آپس میں خطرناک پھوٹ اور غل ہو - خانہ جنگیاں ہوں - ایک دوسرے کی زد کی تاک میں لگے رہتے ہوں - اور پھر وہ قوم پنپی ہو - اور ترقی کے ایسے درجے پر پہونچی ہو کہ انکی سریع رفتار ترقی نے ایک عالم کو ششدر کر رکھا ہو - خود اسی عرب قوم کی پہلی نفاق و نقار کیحالت دیکھ لو اور پھر اسکے صدیوں کے نتیجہ کو ملاحظہ کرو - صاحبو انکی حالت کا بالکل بدل جانا وحشی سے آدمی - گمنام سے مشہور انام اور ذلیل سے فاتح امم بن جانا ثابت کرتا ہے کہ خدا کا یہ فرمانا ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا بالکل درست ہے - خدا تعالیٰ علیم

جانتا تھا کہ ایک وقت شرارت اور فسق کا غلبہ اس پاک جماعت کو ایسے ایسے الزام لگائے گا۔ اُس نے قیامت تک ایسے بہتانوں کا بھی فیصلہ کر دیا۔ اللہ اللہ کیا ہی خوب بہشتی زندگی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کی تعلیم سے صحابہ کو ملی۔ اسی کی تائید میں اور اسی نعمت کے یاد دلانے میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علےٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا

اور اللہ کی نعمت کو جو تمہیں عطا ہوئی۔ خوب سوچو اور غور کرو۔ ایک وقت وہ تھا۔ جو تم آپس میں دشمن تھے۔ گھر گھر فساد مچ رہا تھا۔ اللہ نے پھر تمہارے دلوں میں باہمی اُلفت ڈالدی پھر تم سب اسکی نعمت کے ذریعہ بھائی بن گئے۔ (پھر اس برادری کا ثمرہ کیا ہوا) اور تم اس پھوٹ اور عداوت کے سبب سے آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ یعنے خانہ جنگیوں (النار) کی وجہ سے ذلیل اور گمنام اور نابود ہونیکے قریب پہنچ گئے تھے۔ کہ ایک طرف سے قیصر اور دوسری طرف سے کسرے ان باہمی پھوٹوں سے دلیر ہو کر اور موقع پا کر تمہیں ہلاک کرنے کو تُلے ہوئے تھے اس اثناء میں اللہ نے تمہیں اس نار یعنی خانہ جنگیوں سے چھڑایا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور قران کریم کی تعلیم کی نعمت سے تمہیں بھائی بنایا۔ اور ایسا بھائی بنایا کہ پھر تمہارے دلوں سے وہ مادہ ہی باہر کھینچ نکالا۔ جو عداوت اور نفاق کا موجب ہوتا ہے۔

خوب یاد رکھو پہلی آیت مکی سورت کی آیت ہے۔ جو مدت پہلے بطور پیشگوئی کے تھی اور ایسے وقت میں ہوئی جبکہ مومنوں کی کوئی منظم و مؤلف برادری یا سوسائٹی نہ تھی۔ وہ کمزور تھی۔ وہ ستائے جا رہے تھے۔ اور اُن کے سچے اخلاق کے ظہور کا موقع نہ تھا۔ اور یہ دوسری آیہ مدنی سورۃ کی آیت ہے جسنے اس مکی پیشگوئی کے کامل طور پر پورا ہونیکی خبر دی۔ اب ہی سے ہم دیکھتے ہیں۔ کامیابیاں بھی شروع ہوئیں۔ خدا کی نصرتیں بارش کی طرح صحابہ پر برسنے لگیں اور اسکے بعد تو ان کی شان و شوکت اور اقتدار کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ کسرے کو انہوں نے پامال کیا۔ قیصر کا نام انہوں نے قیامت تک صفحۂ دہر سے مٹا دیا۔ اس آیت نے اور واقعات حقہ نے صاف صاف ثابت کر دیا۔ کہ اگر وہ آپس میں ایسے ہی عدو ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ کی طرح۔ غل اور نفاق انکے سینوں میں ہوتا جیسے شیعہ ایمان رکھتے ہیں تو وہ ساری کی ساری قوم کب کی گمنامی اور عدم کی آگ میں راکھ ہو چکی ہوتی۔ پھر کہاں کا قرآن۔ کہاں کا خدا۔ کہاں کا رسول۔ کہاں کا علی اور کہاں کے اہلبیت اور کہاں کے یہ سر پیٹنے والے محبانِ اہل بیت۔ یہ سارا کارخانہ ہی سمٹ چکا ہوتا۔ خدا تعالےٰ کا

کلام بھی عجب معجز نظام ہے۔ شاید کسی بے سمجھ کے دل میں شبہ گذرے کہ یہ تو صرف بہشتیوں کے حق میں ہے۔ خدا تعالےٰ نے اُن دونوں میں ایک مشترک لفظ اخوانا رکھکر اشارہ کر دیا کہ وہ وعدہ تھا اور یہ ایفائے وعدہ ہے اور قیامت کو اکمل طور پر پورا ہوگا۔ متقین اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر ان میں تحاسد۔ تباغض اور تدابر ہے تو وہ متقین نہیں ہیں وہ دوزخی ہیں جو اپنی ہی آپ میں بے آگ جلتے رہتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ متقین یہاں بھی اور وہاں بھی بہشت میں بسر کرتے ہیں اور صحابہ خصوصًا خلفائے راشدین ائمۃ المتقین تھے۔ اس لئے کہ وہ کامیاب ہوئے اور منصور و مظفر ہوئے اور ظفر و نصرت سارے قرآن میں تقوٰے و اتقا سے مشروط بھی ثابت ہوا اور صاف کھل گیا۔ کہ انکی یہاں کی زندگی ان کی برادری بہشتی اعلےٰ زندگی کا نمونہ تھی۔ اور یہ سارا فخر قرآن کریم کو ہے۔ جسنے اس قوم کو کیا سے کیا بنا دیا۔ اب جو دشمن اسلام۔ دشمن قرآن۔ دشمن خدا اور رسول۔ دشمن اہلبیت یہ غُل مچاتا ہے کہ وہ آپس میں دلوں کے اندر گندی دشمنی رکھتے۔ انکے سینے بچھوؤں۔ سانپوں۔ چیتوں۔ بھیڑیوں۔ کتوں اور لومڑیوں کے بل اور بن اور ماند تھے۔ اسکے ذمہ ہے کہ وہ خدا کے کلام سے اسکے کلام سے اس کا ثبوت دے اور ساتھ ہی قرآن کو خدا کا کلام اور قرآن کریم کی تعلیم کو مبارک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیاب اور کامل رسول اور کامل معلم اور اقلاً اہلبیت کو سچے متقین ثابت کر دے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) منافق ہوں۔ بے ایمان ہوں۔ اور معًا محمد مصطفے (صلے اللہ علیہ وسلم) سچے رسول ہوں۔ اور قرآن محفوظ کلام خدا ہو۔ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور اُنکے متعلقین باغیرت ہوں جری ہوں۔ شجاع ہوں۔ اور کیا کچھ ہوں۔ یہ اجتماع ضدین ہے۔ ان کو مومن مانو بلکہ مومنوں کا امیر و امام مانو تو سب سچ۔ قرآن کریم بھی سچ۔ رسول بھی سچ۔ علی رضی اللہ عنہ بھی سچ۔ انکی یار آشنا بھی سچ۔ ورنہ سب دگا دگا اور صفا صفا۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم +

معزز ناظرین۔ کیوں اس رافضی قوم کے دلوں پر ایسی خطرناک مُہر لگ گئی۔ انکی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ انکے کان بہرے ہوگئے۔ اور ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک اغلال پڑ گئے۔ یہ سب اُس وعید کا اثر ہے جو اللہ تعالےٰ نے آیہ استخلاف کے آخر میں کیا تہا۔ خدا تعالےٰ نے خلافت کے سارے نشان یعنے تمکین دین اور تبدیل خوف امن سے اور خلفا کا سچا عابد و موحد ہونا بیان کر کے آخر میں فرمایا کہ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون یعنی جب خلفائے راشدین

کے وجود باجود سے ایسے فیوض اور برکات اسلام و مسلمین کو حاصل ہوں۔ دین کو قدرت اور تمکین ملجائے۔ اور ہر قسم کا اندرونی اور بیرونی خوف یعنی کفار عرب اور کفار کسرےٰ اور قیصر کا ڈر اور دھڑکا جاتا رہے۔ اس صورت میں بھی جو لوگ کفران کرینگے۔ اور ایسے محسنوں کے احسان سے چشم پوشی کرینگے وہی لوگ فاسق ہونگے۔ چنانچہ وہ سارے فیض و فضل اس پیشگوئی کے موافق ادنےٰ اور اجلےٰ طور پر حضرت صدیق اور حضرت فاروق (رضی اللہ عنہما) کے بابرکت عہد میں اسلام و مسلمین پر نازل ہوئے۔ مگر ظالموں نے ان سب کا کفران کیا اور کفران کی شامت سے فسق اور فسق کے سبب سے تمام راست بازوں سے عداوت اور عداوت کے سبب سے معرفت الٰہی سے محرومی اور طریق معرفت سے انکار پیدا ہوا۔ دل ایسے سخت ہوگئے کہ خدا کے برگزیدوں کو گندی گالیاں دینا مجلس تبرا مقرر کرنا خدا تعالےٰ کی عبادت اور حمد و ثنا کا قائمقام اعتقاد کیا گیا۔

عجیب بات ہے اس باب میں روافض نے کیسا پورا تشابہ نصاریٰ سے پیدا کیا ہی نصاریٰ نے ایک حضرت عیسےٰ کو راست باز اور بیگناہ ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے سارے معصوم نبیوں کو گنہگار زانی دوسروں کی جوروؤں کو اغوا کرنے والے اپنی بیٹیوں سے زنا کرنیوالے غرض ہر قسم کے گندے نابکار تسلیم کیا۔ (لعنہم اللہ لعناً کبیرًا دائمًا ابدًا) اور یہ سب اسلئے کہ تاکہ کفارہ کی ٹہری جم جائے اور خدا کا سارا فیض و فضل بارہ حواریوں پر محدود کرکے آئندہ کیلئے ابواب السما پر مضبوط قفل لگا دیئے۔ ابن سبا کے شاگردوں نے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ثابت کرنے اور اُنہیں معصوم ٹھہرانے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کچھ بھی لحاظ نکر کے ایک لاکھ سے زیادہ راست بازوں کو فاسق۔ منافق۔ مرتد۔ غاصب اور بے ایمان کہا۔ اور بالآخر اپنے پہلے اُستادوں کی طرح کفارہ بھی مان لیا۔ پھر جیسے کفارہ کی لعنت نے نصاریٰ کو ہر قسم کے فسق و فجور پر دلیر اور بے باک کر دیا۔ روافض سے بھی عصمت و طہارت کی توفیق چھین کر متعہ جیسے خبیث اعتقاد کو اُن کے دلوں میں مزین کیا اور اعمال صالحہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس لیئے کہ آئندہ کو کوئی اصلاح و فلاح کی راہ نہ کھلنے پائے۔ بارہ اماموں پر سب کچھ ختم کر دیا۔ یہ ہے نتیجہ اہل اللہ کی عداوت کا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ و اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم (من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین) غیر المغضوب علیھم (الیھود) ولا الضالین (النصاریٰ والروافض) آمین۔

حضرات شیعہ سے خط وکتابت

جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا
پہلا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

جناب سید صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپکا خط مجھے ملا - افسوس ہیں نے عبث آپکو یقین دلانیکی کوشش کی کہ مجھے جناب علی رضی اللہ عنہ سے ویسی ہی محبت ہے - کہ جیسی ایک راستباز متقی کو اُس امام المتقین سے ہونی چاہیئے - مینے اپنے نص صریح کے اظہار سے اپنا عقیدہ لکھا - اور اس رسالہ میں بھی بقدر ضرورت کے لکھا - جو عقلاً و شرعاً ایک نیک گمان شخص کے لیئے کافی تھا - مگر میں افسوس سے دیکھتا ہوں کہ آپ بڑی کوشش اس میں مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ میں ملزم قرار پاؤں - انسان اپنے منطوق کلام سے قابل اخذ و ملام ہوتا ہے نہ مفہوم و استنباط کلام سے - میں نے منطوقاً و نصاً تو اپنے صادق مافی الضمیر کا اظہار کر دیا - اور آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اتنا لکھنے پر بھی مجھے ابتغاءً اللہ اور آپکے اس اعتراف نے مایل کیا کہ آپ کو اس سلسلہ عالیہ سے انتساب ہے - ورنہ خدا تعالیٰ خوب جانتا اور اُسکا قانون فعلی یعنی مخلوق کی قبولیت گواہ ہے کہ میں اس رسالہ کی تحریر سے اپنا مخلصانہ مدعا بالکل وجوہ

پورا کر چکا اور صحیح معنوں میں کامیاب ہو چکا ہوں اور دوسری زبردست تالیف کی فکر میں ہوں جسے بحول اللہ و قوتہ جلد شایع کر دونگا۔ مجھے یقین ہے کہ اسکی قوت دلایل پہلے رسالہ سے کہیں بڑھکر ہوگی اور آپکا دھمکی دینا کہ اکثر لوگ مجھ سے بیزار ہوگئے ہیں۔ میری روح میں ادنے جنبش و اضطراب پیدا کرنیکی قابلیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر مجھے یہ سُنایا جاتا کہ میری کوشش کو متحداً جمہور الناس نے قبول کر لیا ہے تو مجھے اندیشہ ہوتا کہ میں مداہن منافق اور عند اللہ مردود مخذول ہوں سنت اللہ استمراراً یونہی چلی آتی ہے کہ صادقوں کا ساتھ تھوڑی ہی دیتے اور قلیل ہیں جو انکی مساعی جمیلہ کا شکر کرتے اور تہ دل سے داد دیتے ہیں۔ سید صاحب! آپ فرماتے ہیں کہ اُس پہلے خط کو شایع کر دیا جائے گا۔ میرے پیارے سید اور پیارے بزرگ آپکو یا تو خود مغالطہ لگا ہے کہ آپنے کچھ مایہ الاعتنا امر اس میں لکھا ہے یا آپکے سادہ تیک نہاد اصحاب نے آپکو مغالطہ دیا ہے۔ کہ آپکی تحریر میں کچھ بات بھی ہے۔ آپ میرے اس خط کے بعد ٹھنڈے دل سے اسمیں غور کریں کہ آپنے لکھا

اُس سارے خط میں جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے آپنے دو ہی باتیں کی ہیں۔ اول مجھے دشمن جناب علیؓ ثابت کرنیکی ناکامیاب کوشش فرمائی ہے۔ دوم بنی عباس کے خوشامدیوں کی جھوٹی تاریخوں کی لغو روایات کی بنا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے اسلام کو غیر ملکوں میں پھیلانے والے اور پھر آخر دم تک کلمۂ طیبہ پر قایم رہنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معائب شماری کی ہے اور خوب ہی جلے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے غور نہیں فرمائی کہ مَیں عَلی کا دشمن کیا خارجی ہوں یا اباضیہ فرقہ کا ممبر ہوں۔ یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ وہ خبیث قوم تو حضرت علیؓ اور حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یکساں بیزار ہیں۔ ابھی مسقط کے ایک عالم کی کتاب جو بڑا استند خارجی عالم تہا۔ ہمارے ایک دوست نے ارسال کی ہے اس میں ان کے عقاید ان ائمہ دین کی نسبت پڑھکر رونگٹے کہڑے ہوتے ہیں۔ رافضی شیعہ تو آپکے نزدیک بھی مسلم ہے کہ میں نہیں ہوں۔ رافضی تو میری خوش قسمتی سے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ میرے نام پر ضرور تبرا کرتا ہوگا۔ تو پھر خدا کے لئے آپ ہی فکر کریں۔ کہ میں کیا ہوں۔ بس یہی کہ میں بفضل اللہ پکا محمدی احمدی ہوں۔ اور احمدی صد ہزار لعنت بھیجتا ہے۔ ابوبکرؓ کے دشمن پر۔ عمرؓ کے دشمن پر۔ عثمانؓ کے دشمن پر۔ علیؓ کے دشمن پر۔ حسنؓ کے دشمن پر۔ حسینؓ کے دشمن پر۔ معاویہؓ کے دشمن پر۔ غرض کل صحابہ کے دشمن پر۔ اب بتائیے۔ کیونکر کسی کو حق پہونچتا ہے۔ کہ میری کوئی ایسی تحریر ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ جس سے میں دشمن علی رضی اللہ عنہ ٹھہر جاؤں۔ ہاں اصل بات دور نکل گئی۔ آپ نے حضرت علیؓ پر اپنی تحریر

میں کیا احسان کیا آپ نے جو ستم ڈھانا چاہا ہے مجھے ہی غلطی سے اس کا نشانہ بنایا۔ بجائے اسکے
کہ آپ وہ خط جو مجھے لکھا ہے اور جس میں حقیقتاً بجز جوش اور ابال کے کام کی کوئی بات ہی
نہیں شایع کریں اور جس کا فی الواقع مجھے بوجہ خیال وہراس نہیں آپکا فرض ہے کہ شیعوں
کے موہوم فرضی بت علی کے سر پر سے ان الزامات کو اٹھانے کی کوشش کریں جو شیعوں کی
کھینچی ہوئی تصویر پر لامحالہ وارد ہوتے ہیں اور ایک راستی کا حامی اور دیرینہ ظلم سے انتقام
لینے والا حق یہ کہتا اور موقع بھی تھا۔ کہ اُس تصویر کو دنیا کے سامنے مع اسکے واقعی خط وخال
کے پیش کرتا اور وہ میں نے پیش کی اور اس میں بحمد اللہ اس حد تک کامیاب ہوا جو ایک صادق
کی کامیابی کے لئے مقرر ہے۔ تعجب اور پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ میں جو لکھنے والا اور بولنے والا ہوں
علے وجہ البصیرۃ گواہی دیتا ہوں۔ کہ میرا مدعا جناب علی رضی اللہ عنہ کی اہانت نہیں ولعنۃ اللہ
والملٰئکۃ والناس اجمعین علی من یعادی علیا اویسبہ اویھینہ۔ مگر آپ میرے دل
پر حکومت کرتے اور غلطی کھاتے ہیں کہ الفاظ سے ایسا نکلتا ہے۔ کہاں تہذیب مقتضی اس امر کی
ہے کہ کوئی اپنا عقیدہ قسم کھا کر کسی کے آگے بیان کرے بجز ترحم کے۔ سو میں نے کہدیا آئندہ
آپ مختار ہیں۔ مجھے یقین ہے آپ نے حضرت امام زمان حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود
کا تازہ رسالہ حجۃ اللہ شیعوں کے خلاف نہیں دیکھا۔ حضرت امام زمان نے جو حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان پیرو اور براہین میں ان کی عجیب شان کے معترف ہیں میرے لکچر کے
اس حصے کو جس پر آپ غلط فہمی سے ناراض ہوئے ہیں اپنے رسالہ میں زبان عربی میں ترجمہ کر دیا۔
بلکہ کچھ اور پُر معنی الفاظ بھی موزون اور مناسب موقع پر ایزاد کئے ہیں آپ از راہ کرم ضرور اس
رسالہ کو پڑھیں۔ یہ لکچر حضرت اقدس نے اتنا پسند فرمایا کہ چار مرتبہ پہلے سنا اور اپنی طرف سے مختلف
مقامات میں بھیجا کہ گویا یہ حضرت ہی کی تصنیف ہے۔ یہ بڑا ہی زبردست حربہ اور محکم اصول ہے جو
دشمن کو قیامت تک سر اٹھانے نہیں دیتا کہ ان کے مسلمات عقائد کی بنائی ہوئی تصویر کی تقبیح و
تشنیع کیجائے اور مجھے بحمد اللہ یہ بڑا بھاری فخر حاصل ہے کہ ابتک عدائے حق سے کوئی شخص قرآن کریم
کے اصول کو مدنظر رکھکر میرا جواب دے نہیں سکا۔ حالانکہ بڑے بڑے غیر تمند مجتہدوں کو لاہور لکھنؤ
سیالکوٹ اور دیگر مقامات میں رسالہ بھیجا گیا۔

(۱) جب ہم بصدق دل مانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق سے اول التابعین حضرت علی رضہ ہیں۔
(اور خدا کے فضل سے ہمارے پاس کافی سامان ان باتوں کے ثبوت کیلئے موجود ہیں) اور پھر یہ الزام

سچے اخلاص سے اصحاب ثلثہ کے ساتھ آپ نے بسر کی۔ اور محض ناپاک گندی روایت ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے جناب زہرا رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر لات ماری تو از راہ کرم فرمائیے ہمارے مقتدا ہمارے محبوب علی رضی اللہ عنہ پر کیا الزام وارد ہو سکتا ہے۔ پس تو کیا صحیح نہیں کہ شیعوں کے عقاید کے موافق شیعوں کے علی پر وہ سب الزام وارد ہوتے ہیں جو اس نفاق یا شیخین کی بنا پر رسالہ میں لکھے گئے۔ اور ہماری نزدیک کوئی علی حقیقی موجود بوجود خارجی ایسا نہیں ہوا جو ان الزامات کا مستحق ہو۔ جو لکچر میں وارد کیئے گئے۔ تو پس فرضی علی ہوا یا اور کچھ۔

۲۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور وہ صادق عادل گواہ بس ہے۔ ونزعنا ما فی صدورہم من غل۔ الآیہ۔ سؔ۔ میں حیران ہوں کہ یہ ایمان لذیذ اور محبوب اور مقبول ہے۔ کہ تسلیم کیا جائے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایسے غل وغش اور حقد وعناد سے پاک تھے جو نجس اور دنی دنیا داروں میں ہوتا ہے۔ اور جس کے ثبوت کی ٹھیکہ دار رافضی قوم ہے۔ کیا یہ ایمان سکینت بخش اور عند اللہ مقبول اور اسلام اور رسول اسلام کی عزت تبلیغ بڑھانیوالا ہے۔ کہ مانا جائے کہ وہ دل میں کچھ رکھتے اور زبان سے کچھ نکالتے تھے۔ رات دن ایک دوسرے کے استیصال کی تاک گھات میں لگے رہتے تھے اور جب موقع پاتے۔ فریب دغا سے لوگوں کو اکسا کر پھسلا کر اپنی کمینی نفسانی غرضیں پوری کرتے تھے اور گدیوں اور جایدادوں کے پیچھے اسی طرح رات دن کڑھتے کباب ہوتے رہتے تھے۔ جیسے ہمارے ہاں کے بدعتی ناخدا ترس گدیوں کی وراثتوں کے مقدمات کے پیچھے حکام انگریزی کی کچہریوں اور عام میں فضیحتی کراتے پھرتے ہیں۔ فای الفریقین احق بالامن لو کنتم تعلمون۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت نے مسلمانوں کی باآرام قسمت کا ورق الٹ دیا۔ اور فتن ومصائب کے بڑے بھاری بند کو توڑ دیا جو حقیقۃً حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ناقابل انسداد رخنہ حاصل کر چکا تھا۔ ناممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے احباب کو ناقابل اندمال زخم دل میں نہ لگا ہو۔ مگر قوم اور رشتہ داروں اور نہایت ہی قریبوں کی نسبت کون ایسے الفاظ لا سکتا ہے۔ کہ ان کی زار حالت کو بیان کر سکے۔ اور پھر قوم بھی بنو امیہ۔ جری۔ ہوشیار۔ غیور اور زمانہ میں ہر قسم کی دلیرانہ کارروائی کر سکنے والے۔ طبعاً ایک دانا خیال کر سکتا ہے کہ انکی طبایع میں کیسا زلزلہ نہ آیا پڑا ہوگا۔ جناب معاویہ خلافت اولیٰ اور حقہ خلافت سے مستقل اور مکرم معظم گورنر اور بلفظ دیگر بڑی بھاری سلطنت شام کے بادشاہ چلے آتے تھے۔ امیر المومنین عثمانؓ اور قریبی رشتہ دار عثمانؓ کے

ہم قوم عثمان کے قتل سے کوئی رائے لگا سکتا ہے۔ کہ کیسا ہوش ربا صدمہ انہیں پہونچا ہوگا۔ اسی وقت سے وہ قاتلان عثمان سے انتقام لینے کا ارادہ دل میں ٹھان کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی ہمیص بیص میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قایم ہوگئی اور باایںہمہ وہ لوگ جنپر ظن تھا کہ وہ مرحوم خلیفہ کے قاتل ہیں وہ خلیفۂ زندہ کے دربار میں موجود ہیں اور کسی قسم کی سزا انہیں نہیں ملی۔ بلکہ برخلاف امید وہ مقرب ومکرم بنائے گئے۔ ان حالات سے ایک پولیٹیکل معاملات کو سمجھ سکنے والا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ایک رشتہ دار اور حاکم کسقدر غلط فہمی پر مجبور اور معذور ہو سکتا ہے اور ادھر ہمارے اعتقاد میں (برخلاف اعتقاد خوارج ایسے مقام میں ذرا اُنکے خیالات پڑھو تو تمہاری خوب تسلی ہو اور ہمارا شکر کرو) حضرت علی رضہ جیسا راست باز صادق بے لوث بے غرض انسان کبھی محل شبہ ہو نہیں سکتا کہ انکے نزدیک قاتل واقعی قاتل ثابت ہوتے۔ اور پھر حضرت عثمان رضہ کے تو آپ اُن سے یوں درگذر فرماتے۔ غرض اسوقت کے خوفناک رستخیز نے نہ تو حضرت علی رضہ کو کچھ پتہ لگنے دیا۔ اور نہ جناب معاویہ ہی حقیقت کا سراغ لگا سکے۔ اور ادھر ادُھر کے غیر ملکوں کے ہزاروں درانداز اپنے اغراض کی بنا پر نہیں چاہتے تھے کہ اصلیت منکشف ہو جائے۔ آخر آپس میں لڑائی ہوگئی۔ اور تھوڑی مدت کے بعد جیسا کہ نتیجہ سے عیاں ہے اس اصلی فطرت اور سچی محبت اور باطنی پاکیزگی نے غلط فہمیوں کو دُور کر دیا۔ اور معاملہ صاف اور انجام بہ صلح ہوگیا۔ ورنہ شیر خدا "الغالب علی کل غالب" کبھی ممکن تہا۔ کہ درگذر کرتے جب تک ناپاک مدعیوں کے وجود سے ارض مقدسہ نہ کر لیتے اور یا تو کوئی مومن تصور میں بھی نہیں لا سکتا کہ حضرت شیر خدا نے نفاق اور مداہنت کے رنگ میں یا بالمقابل اپنی ناتوانی محسوس کرکے صلح کی ہو۔ ہمیں تو حضرت علی کے ہر ایک فعل پر جسے ہمنے واقعات عالم کے غیر متبدل ورقوں پر پڑھا ہے اور جسے کوئی انسانی دست بُرد روایتی موضوع کتاب کی تنسیخ اور تغیر کے ڈھانچے میں ڈھال نہیں سکی پورا وثوق ہے۔ اور حضرت علی رضہ کا فعل یہ ہی کہ اُنہوں نے اپنی زندگی میں جناب معاویہؓ سے مصالحہ اور مسالمہ کیا۔ جب ہم اس فعل کو بُزدلی یا مداہنت یا نفاق اور تقیہ پر حمل نہ کریں۔ اور انکی سچی راستبازی اور ظاہر باطن کی یکساں حالت کا دھیان کریں۔ تو ہم بجز اسکے اور کیا نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ ابتدائی پیچ در پیچ معاملات کی تاریکی آخر کچھ مدت کے تجربہ اور غلط فہمیوں کے راہ سے اُٹھ جانیکے بعد پاش پاش ہوگئی اور اسلام کے دونو ہیرو آخر کار ونزعنا ما فی صدورھم من غل کے مصداق ہوگئے۔ یہ محض غلط ہی کہ آپس میں ایک دوسرے پر سب لعن کرتے تھے۔

اب فرمائیے ہمارے اصول پر حضرت علی رضہ کیسے مقدس اور بے آز و بے لوث ٹھہرتے ہیں۔ اور عراق کے حاکم ہو کر تو حضرت علی رضہ بھی ارض جنت کے وارث ہو ہی چکے تھے۔ اب بتائیے کہ وہ حملہ شیعوں کے علی اور فرضی علی پر تھا یا اور کچھ! میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بد گمانی نہ کرینگے اور ایک بھائی کا خط آرام سے پڑھیں اور احباب کو سنائینگے۔

ایک عرض یہ ہے کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ حضرت قدس مرزا صاحب بھی یاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ حکم کریں تو فوراً کرایہ ارسال خدمت ہوگا۔

ہاں ایک کام کی بات رہ گئی تھی وہ یہ ہے کہ پہلے لوگوں میں بھی عادت تھی کہ اسیطرح دشمن کے ایذا سے انتقام لینے کے لئے دشمن کے مقتدا کی ان کے عقاید کے موافق تصویر کھینچکر پھر اسپر جرح کرتے تھے۔ چنانچہ سلسلۃ الذہب میں جامی علیہ الرحمۃ روافض کے ظلم عظیم پر حربہ چلانیکے لئے انکے علی کی نسبت فرماتے ہیں اور حقیقت میں ایک دنیادار پست فطرت کی نسبت اس سے زیادہ سچا اور واقعی بیان ہو نہیں سکتا۔ جو ایک شعر میں ادا کیا گیا ہے۔ شعر یہ ہے ؎

بر خلافت دلش بسے مایل لیک بوبکر در میان حایل

آپ فرمائیے آپ کا کانشنس یا ایمان روا رکھتا ہے کہ کوئی ایسا علی موجود تھا جسکی روح میں یہ تڑپ تھی۔ یا بقول فارسیوں کے کیک در شلوار بود کہ آہ کسی طرح وہ ترلقمہ خلافت اسے نصیب ہو اور ہر وقت منھ سے رال ٹپکتی رہتی تھی۔ کہ کاش اس مائدہ کے کنارے پر ہی صف نعال میں اسے بیٹھنا میسر ہو۔ اور پھر ایسی ہوس اور رال ہاں میں تین خلافتیں گذر گئیں اور اس اثناء میں نہ تو کمبخت جان گداز طمع اور حسرت اسکے دل سے نکل سکی اور نہ بد بختی نے کسی درجہ پر فائز ہونے کا شرف حاصل کرنے دیا۔ ایک دانا دنیا اور اسکی کیفیتوں کو سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کے رات دن کے اوقات کیسے بسر ہوتے ہونگے۔ جیسے شیعوں کے نزدیک انکا مقتدا علی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی بہت دنوں سے اس بیں پے لے جا چکے ہیں کہ شیعوں کا سا اعتقاد جناب علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت رکھنا انکی پاک ذات کو ہر قسم کے ناپاک اعتراضات کا ہدف بنانا ہے۔ تو اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے اور آپ ہی اکیلے منصف ٹھہریئے کہ جب ہمارے نزدیک ہمارا مقتدا علی داماد رسول زوج بتول محب و متبع خلفائے ثلثہ ان تمام عیوب سے مبرا تھا۔ اور حقیقت میں کوئی ایسا علی موجود بوجود خارجی نہ تھا۔ جو ان خوفناک الزامات کا نشانہ بن سکے تو ہمارے نزدیک وہ فرضی علی ہوا یا کچھ اور۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب قرآن کے پیرودں کے لئے دقت ہے کہ

مذاہب باطلہ اور عقاید مزخرفہ کے اوپر سے ملمع اُتار کر اُن کا اصلی عیار دنیا کو اور خود اُن ہی کو دکہائیں۔ اِس لیئے کہ بہتیرے ایسے سادہ دل ہیں جو الف وعادۃ کی ممارست کے سبب سے اپنے عقاید مسلمہ کی قباحت اور شناعت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ خدا تعالےٰ کے ہزاروں برکات اور صلوات ہوں اس زمانہ کے مجدد **مسیح موعود مہدی مسعود** پر جنے اس اصل محکم کو جو قرآن کے بعد مرچکی تھی۔ اس زمانہ میں اپنے مسیحی نفس سے زندہ کیا۔ اور اس سے اہل حق کے غیظ قلوب کو دُور کیا اور انکے صدور کو شفا بخشی۔ دشمنوں میں اور ہم میں چونکہ بلحاظ اسمار کے مقتدا یکساں مسلّم تھے۔ اسلئے سادہ دل اہل حق اپنے مسلم مقتدا کی نسبت جان خراش سب وشتم سنکر اور پھر کلیجہ پر ہاتھ رکہکر بیٹھ رہتے۔ اور دشمنوں کا موُنھ تاکنے لگ جاتے۔ کہ اب وہ انہیں کیا کہیں اس لئے کہ وہ غلطی سے گمان کرتے تھے کہ دشمن کا مقتدا انکا بھی ویساہی مقتدا ہے مگر ہمارے مجدد سلمہ اللہ تعالےٰ نے اس غلطی کو کہولدیا اور ثابت کر دکہایا کہ بجز اسمار کی شراکت کے حقایق کچھ نہیں ہیں: ان ھی الّا اسماء سمّیتموھا انتم وابآؤکم۔ نصاریٰ کا یسوع اَور ہے اور ہمارا حضرت عیسےٰ ابن مریم رسول اللہ اور ہے۔ روافض کا علی کوئی اَور ہے۔ جو حرص وآز کا ایک پتلا تھا۔ اور ہمارا علی ایک زکی النفس مطہر القلب کوئی اَور ہے۔ ان دونوں کے درمیان بجز اسمار کے اَور کوئی شراکت نہیں۔ یہ حربہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ایسا کارگر ثابت ہوا ہے کہ دشمن کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیتا ہے۔ مَیں اگر چاہتا تو کثرت اشغال سے وقت کو زبردستی چھین کر آپ کے پہلے خط پر یہ چند سطور عرض کر دیتا۔ مگر قطع نظر عدیم الفرصتی کے میرے دل میں گذرا کہ شاید آپ دوبارہ غور کرکے اپنے ناتمام اعتراض سے آپ ہی شنبہ ہو جائینگے۔ اسلیئے کہ لکچر خود ہر ایک ممکن اور محتمل اعتراض کو رد کرنے کا متکفل ہے۔ لیکن آپکے دوسرے بااصرار اور وعید آمیز خط نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا۔ پھر اس میں تاخیر کی وجہ یہ ہوگئی۔ کہ نقل کرنے والا کوئی نہ ملا۔ اور بے نقل کیئے بھیجنا مناسب نہ تہا۔ اب اگر آپ اس خط کو شایع کریں تو جوانمردی کا مقتضا یہی ہے۔ کہ اس معروضہ کو بھی ساتھ ہی منسلک فرماویں۔ کوئی تو ہوگا۔ جو ہمارے درد سے ہمدردی کرے گا۔

بہر حال پھر ایک دفعہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لانیکا ارادہ ظاہر کریں تو ہم یہانسے کرایہ خدمت میں ارسال کریں گے ✦

آپکا زیر عتاب دوست عبد الکریم از قادیان۔ ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۸ء

جناب مولوی صاحب کا دوسرا خط

ذیل میں ہم وہ خط و کتابت درج کرتے ہیں۔ جو حضرت مولٰنا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور ایک شیعہ صاحب کے درمیان ہوئی ہے جن لوگوں نے مولانا صاحب کا اثبات خلافت شیخین کے عنوان والا لکچر پڑھا ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ مولانا صاحب اہل تشیع کے جملہ اعتراضات کا خاتمہ کر چکے ہیں۔ جو اسلوب اور طرز مولانا صاحب نے حضرت اقدس امام ہمام مسیح موعود ادام اللہ فیوضہ کے طرز پر مخالفین اسلام کو جواب دینے کا اختیار کیا ہے وہ ایک مومن قرآن کریم کی عظمت و شان کے شیدا مسلمان کے لیئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ لاریب دنیا میں کل ملل باطلہ کی تردید کے لیئے جو ہتھیار امام وقت نے پیش کیا ہے۔ وہ کبھی بھی خطا نہ کرنیوالا حربہ ہے۔ وہ کیا؟ قرآن کریم۔

اور یہ واقعی امر ہے کہ اگر قرآن کریم کو قول فصل اور امام اور مہیمن مانتے ہوئے بھی اسی سے کل نزاعوں کا فیصلہ نہیں کرتے۔ تو ایک طرح سے شان قرآن مجید کی ہتک کرتے ہیں (خدا نہ کرے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں) مولٰنا صاحب کی ذیل کی خط و کتابت پڑھکر جو لذت اور حلاوت ہم نے اپنے اندر محسوس کی ہے اور جو فائدہ قرآن کریم کی عظمت کو نگاہ رکھنے والا ہمکو ملا ہے ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے احباب کو بھی ہو۔ جس اسلوب پر مولانا صاحب نے شیعہ صاحب کو قرآن کریم کے حکم بنانے پر مجبور کیا ہے وہ نیا اور لطیف طرز ہے۔ امید ہے کہ یہ خط و کتابت جہاں ایک طرف اہل تشیع کے اعتراضات کا لطیف جواب ہوگی دوسری طرف حضرت مسیح موعود کے مشن کی خصوصیت کو اسلامی دنیا پر روشن کردیگی اور بتلادیگی کہ اس فرقہ کی نگاہ میں قرآن کریم کی کسقدر عظمت ہے۔ اور یہ حقایق و معارف قرآنی بیان کرنیمیں بجائے خود اُنکے تطہیر قلب کی دلیل ہے۔ لا یمسّہ الّا المطھرون سے صاف اس امر کی شہادت ملتی ہے۔

اصل جواب شائع کرنے سے پہلے اس موقعہ پر شیعہ صاحب کا اصل خط درج کردیتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

شیعہ صاحب کا خط

مکرم بندہ جناب مولویصاحب۔ السّلام علیکم۔ گرامی نامہ پہونچا۔ آپکی مہربانی اور حسن ظن کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ غالباً آپ جناب امیر کی نسبت میرا عقیدہ دریافت فرماتے ہیں سو وہ یہ ہے کہ وہ رسولِ خدا کے وصی بلا فصل تھے۔ خلیفہ بلافصل تھے۔ امام برحق تھے۔ اور معصوم تھے۔ الغرض بعد از نبی بزرگ تھے۔ بس قصّہ مختصر۔ اب آپ فرمائیے کہ اس میں حد سے بڑھ جانیوالی کونسی بات ہے۔ اگر کوئی ہے۔ تو براہِ کرم مطلع فرمایا جاؤں۔ جیسا کہ آپ حضرت ابا قدس کی جماعت کہلاتے ہیں۔ ہمکو حضرت علی کی جماعت ہونے کا فخر ہے اور بموجب حدیث الثقلین کے فرقہ حقہ ہونیکا ناز ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ شیعوں کو خواہ مخواہ ہدف ملامت بنایا جائے۔

الراقم۔ بندہ غلام مرتضےٰ خاں از کھیوڑہ ضلع جہلم۔

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلّی علےٰ رسولہ الکریم۔ خان صاحب! السّلام علیکم۔ مجھے آپ کے خطوط سے آپکی نسبت گمان ہوا ہے کہ آپ حوصلہ رکھتے ہیں۔ مگر کیا آپ خلافِ طبیعت اور مخالف رسم دعادت سُننے پر بھی صبر کرسکینگے۔ درحقیقت کمال حوصلہ ایسے ہی امتحان کے وقت آزمایا جاتا ہے چونکہ ابتدا سوال آپ کیطرف سے ہے اور آپنے بقول آپ کے طلب حق کے لیئے قدم اُٹھایا ہے مجھے خیال کرلینا چاہیئے۔ کہ آپ ٹھنڈے دل سے میری معروضات کو سُنیں گے اور رسم اور عادت کی پیروی کے جوش سے یکبارگی بیزار نہ ہوجائینگے۔

سنیئے! آپ جانتے ہیں کہ شیعہ سُنّی کا جھگڑا نیا نہیں۔ بہت پرانا ہے اور آسان اور ہلکی سی بات نہیں۔ بہت خطرناک اور زہرہ گداز نزاع ہے اس نزاع سے جو جو واقعات اور حوادث مسلمانوں پر نازل ہوئے ہیں تاریخوں کے صفحے ہنوز خون سے رنگین اور تر ہیں۔

خلفائے عباسیہ کی بارونق سلطنت اور شہر بغداد کی خون رُلادینے والی تباہی جس میں ۱۸ لاکھ علما و فقہا و زہاد بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیئے گئے۔ علقمی وزیر اور نصیر الدین طوسی کی سازش اور اسی منحوس نزاع کا نتیجہ اور کرشمہ تھا۔ ایرانیوں اور ترکوں کی خوفناک لڑائیاں جو آخر دونوں سلطنتوں کے

ضعف اور بالآخر نصاریٰ کا نخچیر لاغر بنا دینے کا باعث ہوئیں۔ اسی خانہ برانداز نزاع کا نتیجہ تھیں اور یوں قوموں میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ عیاں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے فیصلہ کی کوئی صورت بھی ہے؟ مگر چونکہ یہ نزاع دینی اور ایمانی ہے۔ ضروری ہے کہ کوئی زبردست دینی رہنما ہی اسکے فیصلہ کا متکفل ہو۔ ارضی حاکموں اور مادی پنجوں سے تو یہ قضیہ پاک ہوتا نظر نہیں آتا۔ تو اب دینی حاکم دو ہی مانے گئے ہیں قرآن و حدیث۔ اور شیعوں کے نزدیک اسکے سوا بھی جو کچھ ہو۔

احادیث کا یہ حال ہے۔ کہ شیعوں کی الگ۔ سنیوں کی الگ۔ علاوہ بر آں اگر وہ حدیثیں علوی فریق کی ہیں تو تقیہ کے داغ اور احتمال کے سبب سے قابل اعتماد نہیں ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے اور شیعہ اسکے قایل اور گواہ ہیں کہ آئمہ اطہار سدا مغلوب اور مظلوم اور مقہور رہے ہیں۔ کبھی ان کے پاک موہنوں سے جو سنیوں کے اکابر کی مدح و ثنا نکلی ہے اور جس سے شیعوں کی مستند کتابیں خالی نہیں تو شیعان پاک نے بڑے وثوق سے اور بڑی صفائی سے اسکی یہ توجیہہ فرمائی ہے کہ چونکہ جناب معصوم علیہ السلام کی مجلس پاک میں چند زبردست ناصبی بیٹھے تھے۔ حضرت امام نے انکے ڈر سے تقیۃً زبان سے وہ تعریف کر دی۔ جو اُنکے پاک دل میں نہ تھی۔ ایسا ہی سلیم الفطرت کے نزدیک یہ احتمال بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے کہ جو سُنیوں کے اکابر کی ہجو اُنکے موہنوں میں دیکھی جاتی ہے۔ وہ اُن تیز مزاج دشمنان صحابہ کی تالیف و مدارات کے لیئے اُنہوں نے کی ہو۔ جو اسوقت اُن کے حضور میں بیٹھے تھے۔ اسلیئے کہ تاریخ افسوس کے ساتھ یہ شکایت کرتی ہے کہ ائمہ اطہار کے شیعان پاک جناب امیر علیہ السلام سے لیکر آخر تک موٹھ زور اور سرکش اور آزاد رہے ہیں اور حضرات ائمہ نے ان فتنہ پرداز موٹھ زوروں سے ڈر کر بسا اوقات بہت کچھ کہا۔ اور کیا ہے۔

یہ دو احتمال جو در حقیقت واقعہ محققہ اور تاریخی ثبوت سے مزین ہیں ائمہ معصومین کے اقوال اور اعمال کیطرف سے ایک محقق کو مایوس کر دیتے ہیں۔

خود ائمہ اطہار کے جد بزرگوار جناب امیر رض کا یہ حال رہا کہ وُہ ان پر رعب اور کمال عروج پر پہونچے ہوئے خلفا کے حضور میں جاتے بیٹھتے مشوروں میں شریک ہوتے اور انکی مہربانیوں اور انعامات سے کافی حصہ لیتے۔

شیعوں کی مستند کتابوں میں جناب امیر علیہ السلام کی زبان سے خلفائے راشدین کی مدح و ثنا میں عجیب الفاظ مذکور ہیں۔ اگر یہ سب کچھ بقول شیعان پاک کے تقیہ (نفاق) کی کارروائی تھی

اور باطن میں سخت عداوت و بغض تھا۔ تو ایک غیور عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسے لوگ انسانی جماعت میں کسی ادنےٰ سی جگہ میں بھی بیٹھنے کے لایق نہیں سمجھے جا سکتے۔ چہ جائیکہ انکو اعتقاد و ایمان کی پاک اور قیمتی امانت سپرد کیجائے۔ اور اگر وہ روایتیں صدیقی جماعت کی ہیں تو خود شیعوں کے نزدیک وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس صورت میں بجز اسکے کہ ہم ایک ایسی دست آویز پر فیصلہ کا مدار رکھیں جس کی صحت و قابل استناد ہونے میں فریقین سے کسی کو بھی کلام نہ ہو۔ اور جو خدا تعالےٰ کی حفاظت کے مضبوط قلعہ میں جاگزیں ہونیکے سبب سے انسانی دستبرد اور تطاول سے ہمیشہ مامون و مصئون رہی ہو اور کیا چارہ ہے۔

وہ قرآن کریم ہے

جس کو خود خدائے علیم و حکیم نے۔ نور۔ کتاب مفصل۔ ھدی۔ حاکم۔ مبین اور مہیمن فرمایا ہے۔ اس حاکم کے حضور سے جو فیصلہ ہو جائے اُسے قطعی سمجھا جائے۔ سورۃ النور میں خدا تعالےٰ فرما چکا تھا۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منکم لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ الیٰ اٰخر الاٰیہ۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ استخلاف خدا تعالےٰ کا وعدہ اور حتمی وعدہ تھا جسکا خلاف ہونا ممکن نہ تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانا خود خداوند عالم کا فعل تھا۔ انسانی تدبیر اور منصوبہ اور سازش کا اس میں دخل نہ تھا اور اس آیت نے ہمیشہ کے لئے قانون مستمرہ خداوند کریم کا بتا دیا کہ خلیفۃ اللہ ہمیشہ آسمان سے مقررہ منصوب ہو کر آیا کرتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا کہ چند یا زیادہ انسان ملکر اپنی رائے و مشورہ سے سماوی تحریک و تائید کے بغیر کسی کو خلیفۃ اللہ بنا دیں۔ ہاں چونکہ تمدن عالم میں جو سلسلہ اسباب سے وابستہ ہے۔ اسباب سے تمسک کرنا لابدی ہوتا ہے۔ لہذا ظاہری صورت شوریٰ و اجماع کی ایسی ہی واقع ہوا کرتی ہے۔ کہ گویا مادی کمیٹیوں اور اجماعوں کی طرح خود اعضائے کمیٹی اپنے لئے پریسیڈنٹ منتخب کر رہی ہیں۔ مگر ہوتا وہی ہے۔ جو آسمان پر پہلے مقرر ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خدائے متصرف مدبر بالارادہ کا پہلے ہو چکا ہوا وعدہ اور نفاذ پا چکی ہوئی مشیت انسانی منصوبہ اور نفس کی سوچی ہوئی تدبیر سے ٹالی نہیں جا سکتی۔ اور اسکے پرحکمت کاموں اور عجیب نظام کو ضعیف القویٰ۔ محدود العلم انسان درہم برہم نہیں کر سکتا۔ یہی راز اس آیت کا ہے۔ جو قرآن حکیم میں مکرر آئی ہے وما انتم بمعجزین۔ اور کہیں فرمایا ہے۔ وما نحن بمسبوقین۔ یہ ایسی سچی ایمانی فلاسفی ہے کہ ایک مومن بالقرآن یا خدا تعالےٰ کی عادات

وسنن کو جاننے والا اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے لذت اُٹھاتا ہے۔ اب اس خدائی وعدہ کا تحقق اور وقوع کیونکر ہوا اور خدا تعالیٰ کے نظام عالم کے اسباب یا صاف صاف یوں کہو کہ آسمانی تائیدات اور الٰہی نصرتوں نے کیا جلوہ دکھایا اور کن کی حمایت میں جمع ہوئیں صاف ظاہر ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔ مَیں علیؓ کو خلیفہ بلافصل مانتا ہوں۔ ماننے کو آپ سو دفعہ نہیں ہزار دفعہ نہیں لاکھ دفعہ نہیں بلکہ ان گنت دفعہ مانیے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ اگر آپ لوگ اپنی روحوں کو مغالطہ نہیں دیتے اور ایک نادان بچہ کی طرح بیجان کھلونے اور گڑیا سے تسلی نہیں پاتے تو اَور کیا ہے؟ تعجب کی بات ہے کہ اگر حواس میں کندی نہیں اور مدرکات میں جان ہے تو ایک خلاف واقعہ بے اصل بات سے جی بہلتا کیونکر ہے۔ جناب صدیقؓ خلیفہ بلافصل ہوئے اور واقع میں ہوئے اور یقیناً ہوئے۔ جناب فاروقؓ خلیفہ ثانی ہوئے اور واقع میں ہوئے اور یقیناً ہوئے۔ جناب ذی النورینؓ خلیفہ ثالث ہوئے اور واقع میں ہوئے۔ اور یقیناً ہوئے۔ جناب امیرؓ خلیفہ رابع ہوئے اور واقع میں ہوئے۔ اور یقیناً ہوئے۔ یہ تو حقایق ثابتہ اور واقعات متحققہ اور محققہ ہیں اور کسی ایک کو بھی مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اس واقعی اور عملی ترتیب و نظام سے اختلاف و انکار نہیں۔ اب آپ فرمایئے اور قومی تعصب سے ذرا الگ ہو کر فرمایئے کہ **خلیفہ بلافصل علی** چہ معنی دارد۔ یہ کوئی تثلیث کی طرح معمّا ہے۔ جو دوسرے عالم میں کھلیگا یا آواگون کا چکر ہے۔ جسکا بھید آجتک خود ماننے والوں پر بھی آشکارا نہیں ہوا۔ اگر یہ عقیدہ آپ لوگوں کا تثلیث و تناسخ کی طرح لاینحل اور دل خوش کن مسئلہ ہے اور چونکہ قوم مان چکی ہے اور عورتیں اس لذیذ اعتقاد پر صدق دل اور رقت قلب سے قایم ہو چکی ہیں اسلئے اسے پالنا اور ماننا ہی ہے تو مبارک ہمیں کچھ تعرض نہیں۔ دُنیا میں پتھروں کو پوجنے والے عاجز انسان ضعیفہ کے پیٹ سے نکلے ہوئے ناتوان انسان کو خدا ماننے والے اور تثلیث جیسے تفل وسواسی سے دل لگانیوالے آدمی بھی تو ہیں جن کی نسبت خدا کی حکیم کتاب لطیف ریمارک کر چکی ہے۔ ان هی الا اسماء سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطان۔ یعنے تمہارے یہ معبود اور واجب التعظیم بزرگ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے رکھ لیئے ہیں۔ خدا کی کتاب اور اس کے فعل میں انکے تحقق اور وجود کی کوئی سند نہیں۔ یعنے یہ بے حقیقت اشیا ہیں اور یونہی اسما ہی ہیں ان کا واقعی مسمی وجود میں کوئی بھی نہیں۔ وہ قومیں تو یقیناً قرآن کے الزام کے نیچے آچکی ہیں اسلیئے کہ وہ ان اسمار موضوعہ مختلفہ کی کوئی حقیقت واقعہ و قوع میں نہیں بتا سکیں۔ اور خدا تعالیٰ کی کتابوں اور فعل الٰہی نے

انہیں سخت شرمندہ کیا ہی۔ اب آپ فرمایئے اور شیعان پاک کے اولین و آخرین سے پوچھکر اور
خوب مشورہ لیکر بتایئے کہ علی خلیفہ بلافصل ہے؟ اس کے لئے کتاب اللہ میں کوئی سلطان اور
برہان اور کوئی حجت نیّرہ؟ خدا تعالےٰ کے فعل یعنی واقعہ اور مشاہدہ میں اسکی کوئی سند؟ خدا
تعالےٰ کے کلام بے لاریب اشتراکًا یعنے دوسروں کی شمولیت و تبعیت میں اُن کو خلیفہ کہا اور
تسلیم کیا اور خدا تعالےٰ کے ایفاء وعدہ میں یعنے فعل الٰہی نے واقعہ و مشاہدہ میں انکا چوتہا
درجہ رکھا۔ یہی حق و صدق ہے اور یہی خدا کے کلام اور کام سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار
ہے۔ اب وہ بلافصل خلیفہ علی خدا کے لئے بتایئے کون شخص ہے۔ اگر نِرا اسم ہی اسم اور بلا حقیقت
معدوم محض شئے نہیں تو اَور کیا ہے۔ اگر اتنا آپ لکھتے کہ مَیں جناب علیؓ کو خلیفہ مانتا ہوں تو بات
درست تھی۔ اور اس میں نزاع ہی کسکو ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سادہ اعتقاد اور طفولیّت کی
مانی ہوئی شے کی الف نے آپکو لفظ بلافصل کی قباحت اور شناعت کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا
میرے دوست! یہ نظام عالم ایک وجود رکھتا ہی۔ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک اسکی حقیقت ہے
سوفسطائیوں کی طرح وہم و خیال کا کارخانہ تو نہیں کہ بود کو نابود اور نابود کو بود مانا جائے۔ خلفائے
راشدین کی ترتیب ایک واقعی نظام اور امر متحقق ہے۔ اس بود کے مقابل نابود شئے (خدا کے
علم میں نابود خدا کی کتاب میں نابود خدا کے فعل میں نابود) بلافصل کہنا اور اسپر اعتقاد رکہنا
سفسطہ اور دیوانگی نہیں تو کیا ہے۔ کیا ہی حسرت ہوگی اُسدن جبکہ حقایق اشیاء کماہی ہی
متمثل ہونگے اور ایمانی کیفیات کمیت اور وجود مشہودی کا جامہ پہنیں گی۔ آہ کیا ہی ندامت اور
خجالت ہوگی۔ اُسوقت جبکہ ان اپنے ہی نفسوں کی تراشی ہوئی باتوں اپنے ہاتھوں سے گھڑے
ہوئے سنگ و گل کے معبودوں کا کوئی وجود نہ ہوگا۔ اور اُنکے پُجاری اور صانع اور خالق حسرت
سے ڈہونڈتے اور چلاتے پھریں گے کہ اے الفا و میگا قادر مطلق خدا یسوع مسیح تو کہاں ہی جس
کے لہو میں ہم نہائے اور اسپر بڑی بڑی اُمیدیں باندھ رکھی تہیں اور تجھ اکیلے کے لئے ہمنے سارے
راستبازوں کو چور ڈاکو پرائی عورتوں کو اغوا کرنے والے اور پورے حرامکار کہا اور مانا اب
تو کہاں ہے۔ ہم غلطی سے سمجھے بیٹھے تھے یا سمجھائے گئے تھے کہ تو جلال کے تخت پر باپ کے دائیں
بیٹھا ہوگا۔ افسوس وہ خیالی بُت اور نفس کی تراشی ہوئی بات انہیں کہاں نظر آوے۔ وہ خدا
کے عاجز سرنگوں بندوں میں شامل مارے فزع و خوف کے کہیں دبکے بیٹھے ہوں گے اسی
طرح بلافصل اور کیا کیا ماننے والے اور مسیح کی طرح اُنکے حق میں اطرا کرنے والے اس

بلافضیلت کے رتبہ اور درجہ اور اُن اپنی طرف سے دئے ہوئے بڑے بڑے خطابوں کے مصداق شخص کو ڈھونڈیں گے۔ اور چیخ چیخ کر اور پھُوٹ پھُوٹ کر روئیں گے اور کہیں گے اے خلیفہ بلافصل اب تو کہاں ہے تیری خاطر ہمنے ایک لاکھ چوبیس ہزار راستبازوں۔ خدا کے قدوسیوں خاتم النبیین کے خلیفوں احمد محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں۔ اُسکی راہ میں سینہ سپر کرنیوالوں عُسرت کی گھڑیوں اور تنہائی کے وقتوں میں اُس کی جان مال سے مدد کرنے والوں۔ عملاً اسلام کو پھیلانے والوں۔ اور آئمہ اطہار کے محسنوں مربیوں کو بُرا کہا۔ غاصب کہا۔ بے ایمان کہا۔ فاسق کہا۔ اور کیا کیا اور کیا کیا کہا۔ ہائے اب حقیقت کھُلی کہ تو ہمارا فرض کیا ہوا ایک وہمی نام تہا۔ اور واقع میں تیری حقیقت وہ نہ تھی۔ جو ہم نے اور ہمارے خودغرض آبا نے تراشی۔ درحقیقت بڑی حسرت ہے۔ کہ سارا رونا پیٹنا اور برسوں کے ماتم و شیون بے سُود چلے جائیں اور صحابہ کے سارے مطاعن اور مثالب شماریاں ابدی لعنت کی شکل میں طوقِ گردن ہوجائیں۔

میرے دوست! اس میں آپ بِللہ غور کریں۔ یہ انشا پردازی اور لفاظی نہیں۔ خدا آگاہ اور گواہ ہے کہ مَیں نے بڑے درد دل سے لکھا ہے اور یہ معارف اور حقایق ہیں جو ایک طالب حق کی بصیرت کو بڑھاتے ہیں۔ کوئی شخص بے باکی سے یُوں ہی ہنسی میں اُڑا دے آسان بات ہے۔ مگر خدا کی کتاب اور خدا کے فعل یعنے کلام اللہ اور صحیفۂ قدرت دونوں کو اسی طرح مدنظر رکھکر اپنے اعتقاد کا ثبوت دے تو بات ہے۔ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السّموات والارض فانفذوا لا تنفذون الّا بسلطان۔

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ تشیع میں کونسی بیہودہ بات ہے۔ اور کس بات میں شیعہ حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور کیوں خواہ مخواہ ہم شیعوں کو ملامت کرتے ہیں۔ میرے دوست! سچائی کا خون کرنا۔ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار کرنا۔ ایک صریح باطل اور نابود شے کو حق اور بود کا لباس پہنانا۔ ایک فرضی بات کی خاطر خدا کے ہزاروں راستبازوں کو کوسنا اور رات دن تبرّا بازی کا ہدف ٹھہرانا اور سب وشتم اور بغض وعداوت کے سینہ میں پالنے کو جزو ایمان کہنا اور خدا کے کلام اور کام کے خلاف ایک انسان کو وہ رتبہ دینا جس کا استحقاق خود خدا نے۔ خدا کی کتاب نے۔ خدا کے فعل نے۔ ملائکہ سماوی وارضی نے اور ایک لاکھ سے زیادہ عباداللہ الصالحین نے اسکو نہ دیا۔ بتائیے یہ بیہودگی اور حد سے بڑھنا نہیں اور ظلم عظیم نہیں تو کیا ہے؟ اور کیا راستباز غیور کا دل نہیں کڑھتا کہ ایسی قوم کو ہر طرح سمجھائے میں آپکو بہت سی باتیں کہنا چاہتا تھا۔ مگر بالفعل مَیں اتنے پر بس کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ میں حق کو سُننے کا حوصلہ ہے یا

نہیں۔ اگر آپکی سعادت ورشد نے مجھے حوصلہ دیا تو انشاء اللہ تعالےٰ اور بھی کام کی باتیں سناؤں گا
واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

عاجز عبد الکریم سیالکوٹی از قادیان
۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء

ضمیمہ نمبر (۱)

خلافت راشدہ کی علامات اور صفات اور نتائج اعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طسم۔ تلک اٰیات الکتاب المبین۔ نتلو علیک من نباء موسیٰ و فرعون بالحق لقوم یؤمنون۔ ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناء ھم و یستحیی نساء ھم انہ کان من المفسدین ونرید ان نمن علے الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ۝

یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ ہم موسیٰ اور فرعون کا واقعہ تجھے سناتے ہیں۔ جس میں مومن لوگوں کے لئے وہ حق مذکور ہے۔ وہ واقعہ یوں ہی کہ فرعون اس ملک میں سر آگیا۔ اور لوگوں کو گروہ گروہ

بنا دیا۔ ایک گروہ کو ان میں سے ناتواں دیکھکر ان کے مردونکو ذبح کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا وہ بڑا مفسد تھا۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں ضعیف سمجھا گیا۔ اور انکو امام بنائیں اور ان ہی کو وارث بنائیں۔

یہ سورہ شریفہ مکی سورۃ ہے۔ اس میں ہمارے سرور و مولیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی کامیاب زندگی اور اسکی کیفیت اور آپ کے اتباع کے انجام کا نقشہ پیشگوئی کے طور پر دکھایا گیا ہے*

میں جہانتک اس میں غور کرتا ہوں پوری بصیرت اور شرح صدر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ یہ سورت ایک کتاب مبین اور قول فصل ہے۔ ہماری اور شیعوں کی نزاع میں۔ اسمیں حضرت موسےٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سُنا کر جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دیگئی ہے کہ وہ گروہ جو ستایا جارہا ہے اور اسوقت کمال بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ہے وہ ستانیوالوں اور ظالموں کی ہلاکت کے بعد ایک مقتدر گروہ ہوگا۔ اور ان ہی جگہوں پر شان و شوکت سے حکومت کریگا۔ جہاں اُسوقت انکو سر رکھنے کی جگہ نہیں۔

خدا تعالےٰ کے علم و قدرت کی اس پیشگوئی سے کیسی شان ظاہر ہوتی ہے۔ جس وقت یہ پیشگوئی ہوئی ہے۔ آپ اور آپ کے اتباع مکہ کے فرعونوں کے ہاتھ سے جان کاہ دُکھ اُٹھا رہے تھے۔ وہ نہایت بے بس اور بیکس تھے ان سے وہ سلوک کیئے جارہے تھے۔ کہ ایک حوصلہ مند کا پتا بھی اُن واقعات کے سُننے سے پانی ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ جو سر آئے ہوئے متکبر اور مفسد اور موذی تھے کبھی وہم و گماں میں لاسکتے تھے۔ کہ یہ قلیل اور مستضعفین کا گروہ اُنکے مکانوں کا وارث ہوگا۔ اور انکی گردنیں ان ناتوانوں کے جوتے کے نیچے دب جائینگی اور انکی قدرت اور شوکت ظالموں کی قدرت اور مذہب اور معبودوں کو راہ سے یوں ہٹادیگی جیسے پُر زور رو ہر چیز کو آگے سے دھکیلتی چلی جاتی ہے؟

اور فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی مثلیت کے رنگ میں خدا تعالےٰ اس پیشگوئی کو دوچند طاقت اور شوکت دی اور اس کی عظیم الشان راستی اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اکملیت کے اثبات و اظہار کے لیئے یہ دکھایا اور چاہا کہ حضور سرور کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ناتواں گروہ نہ صرف اپنے ہی ستمگروں اور مفسدوں کی سرزمین کا وارث اور مقتدر حکمران ہو۔ بلکہ اس سرزمین کا بھی وارث ہو۔ جو جناب موسےٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے موذیوں اور مفسدوں کی جائے فخر و ناز تھی۔

جناب موسٰی کے گروہ مستضعفین کو یہ فخر بخشا گیا۔ کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد انکے "جنات" "عیون" اور "مقام کریم" اور "نعمتوں" کے وارث ہوئے۔ مگر مثیل موسٰی (علیہ السلام) کے خدام اور اتباع کو یہ ابدی عزت نصیب ہوئی کہ وہ اسجگہ (مکہ) پر بھی حکمران ہوئے جہاں انہیں اوّلاً ستایا گیا۔ اور آخر نکالدیا گیا۔ اور موسٰی علیہ السّلام کے فرعون کی سرزمین (مصر) کو بھی اپنے پاؤں کی چوکی بنایا اسلیئے کہ ایک کھلا نشان ہوجائے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکمل اور افضل رسول ہیں اور آپ کی جامعیّت اور خاتمیت کا طبعی تقاضا ہے کہ سارے ہی فرعون اندرونی ہوں یا بیرونی آپ کے عصائے حکومت اور جبروت کے نیچے آجائیں۔

پہلے ہر ایک شخص کو جو سلیم دل اور مستقیم طبع رکھتا ہے۔ اس میں غور کرنی اور بصیرت سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیئے کہ فرعون اور موسٰی علیہ السّلام کے قصّہ کے رنگ میں خدا تعالےٰ کا یہ ارادہ ہے اور قرآن کریم سے صاف پایا جاتا ہے یا نہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور آپ کے خدام و اتباع عرب اور مصر کی سرزمین پر قاسرانہ اور مقتدرانہ قابض اور متمکن ہوں؟ اور یہ خبر قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے نہ صرف اس سورہ شریفہ میں بلکہ اور مقامات میں بھی اسی رنگ اور پیرایہ میں دی اور کیا پیشگوئی کی تکمیل کیلیئے ضروری تہا۔ یا نہیں کہ موسوی فرعون کا ملک بھی اسلام کے قبضہ میں اسی طرح آجاتا جس طرح ضروری تہا۔ کہ مکہ جو مرکز تہا۔ اور اسکی نواح اسلام کے اقتدار کے سامنے گردنیں نوا دیتی؟

جب یہ قطعی فیصلہ ہوجائے کہ قرآن مجید کی واقعی اور عملی صداقت اُسی صورت میں ثابت ہوسکتی ہے کہ مکّہ اور مدینہ اور مصر یکساں اسلام کے ہمہ قدرت ہاتھ میں آجائیں۔ اس کے بعد خدا کے خوف اور قرآن کریم اور اسلام کی عزت اور واقعات عالم کو مدنظر رکھکر دیکھنا چاہیئے کہ مکہ کے مستضعفین اور مہاجرین میں سے وہ کون لوگ ہیں جنکی تمکین اور صولت اور سطوت کا شدید البطش ہاتھ مکہ اور مدینہ اور مصر اور شام اور ایران اور قسطنطنیہ غرض کل فرعونیان جہاں کے ماویٰ و مسکن پر پڑا اور اسلام کے سارے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو اپنا لوہا منوا دیا۔

قرآن کریم کے منطوقوں اور دلالتوں اور صراحتوں اور اشارتوں نے اور واقعات عالم نے پوری صراحت اور ناقابل نزاع فیصلہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس پیشگوئی کی صداقت کی اوّلاً وبالذات ابتدا جناب خاتم النبیین (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) سے ہوئی کہ آپ نے مکہ کو فتح کیا اور مدینہ پر بلا کسی منازع کے خالص قبضہ پایا اور اس پیشگوئی کی کامل صفائی اور بوجہ اکمل تکمیل جناب ابوبکرؓ اور جناب عمرؓ اور جناب عثمان (رضی اللہ عنہم وارضاہم وصلی اللہ علیہم وعلی من تبعہم الی یوم الدین) کی مبارک خلافتوں میں ہوئی

قرآن کریم میں ونمکن لہم فی الارض اور دوسرے مقام میں ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضے لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ قابل غور ہیں۔ اس حکیم کتاب کا ہر ایک لفظ بڑے بڑے مصالح اور حکمتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس میں یہ صاف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پیڑ کو زمانہ کی تیز آندھیوں سے بچانا اور اس پیڑ کا عظیم الشان اور مثمر درخت ہونا درحقیقت اُن ہی کی کوششوں اور جاں فشانیوں سے ہوگا۔

یہ آشکار بات ہے۔ اور واقعات عالم اسکے شاہد ہیں کہ حضور سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اس وسیع بر اعظم پر بلکہ حرمین پر بھی قرار واقعی اور کفر کو رگ و ریشہ سے استیصال کر دیکر والاسکہ اسلام کا عوام کے دلوں پر نہیں بیٹھا تہا۔ مدینہ طیبہ ہنوز اکثر منافقین سے اور شریر یہود سے بکلی پاک نہیں ہوا تھا۔ اور مکہ کے بعض فرزند اسلام کی قوت کے مقابل دب کر چپ ہوگئے تھے یہ بات اور بھی صاف اور واضح ہوجاتی ہے۔ جب اس رستخیز پر نگاہ کیجائے جو جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر واقع ہوئی۔ عرب کی ساری سرزمین اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سانپوں اور بچھوؤں اور چیتوں اور بھیڑیوں کا جنگل بن گئی۔ اور خلافت کے احکام مکہ اور مدینہ کی حدود کے اندر محصور اور محدود ہوگئے۔ جب وہ سیاہ آندھی چڑھی ہے کسی کو گمان تھا کہ اسلام کے نازک اور نئے لگائے ہوئے پیڑ کی جڑ بیخ کہیں دنیا میں باقی رہجائے گی؟

جیسا میں پہلے حصے میں مدلل بیان کرچکا ہوں اسلام کو واقعی تمکن اور اقتدار اور جبروت اور حقیقی امن کا حاصل ہونا اور خوف کا جڑ سے اُکھڑ جانا جناب صدیق اور فاروق (علیہما السلام والصلوٰۃ) کی خلافت راشدہ میں ہوا۔ جناب صدیق نے اندرونی دشمنوں کا استیصال کیا اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں اور اسلام کے مکذبوں کے ناپاک وجود کو عرب سے اُٹھا دیا۔ اور جناب فاروق نے بچے کھچے اندرونی دشمنوں اور بیرونی دشمنوں دونوں کا قضیہ پاک کیا وہ مغرور کسری جسنے نشہ غرور سے نابینا ہوکر حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے مدینہ میں دو سپاہی بھیجے تھے اور جسی اسکے بیٹے نے دکھادیا کہ وہ کسقدر ناتوان تہا۔ اسکا ملک کس کے گھوڑوں کے ترکتاز کا جولانگاہ ہوا وہ ظالم نصاریٰ جو مدینہ پر چڑھائی کرنیکی ہمیشہ دھمکی دیتے اور اسلام کے استیصال کیلئے سدا دانت پیستے تھے۔ کس کے آتشیں ہتھیاریوں نے انکے منحوس وجود سے عرصہ گیتی کو پاک کیا۔

اے عمر فاروق! خدا تعالیٰ اور ملایکہ اور مومنین کیطرف سے صلوٰۃ وسلام تجھپر۔ اسلام پر تیرا ایک احسان ہو تو گن بھی لوں۔ اسلام سر سے پاؤں تک تیری احسانوں کا گرویدہ ہے۔ قرآن کریم کا

حرف حرف زبان ہوکر تیرا ثنا خوان ہے۔ تیری ہی مبارک وجود سے قرآن کریم کی پیشگوئیوں کا اہم اور اقدم اور بہت بڑا حصہ پورا ہوا۔ تیرے مساعی جمیلہ نے قرآن کو دنیا میں پھیلایا اور استوار کیا۔ اسلام کو تمکن اور شوکت اور قدرت اور ادیان باطلہ پر نمایاں غلبہ اور واقعی امن تیری ہی مبارک عہد خلافت میں حاصل ہوا حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی هلك كسرى فلا كسرىٰ بعدہٗ وهلك قيصر فلا قيصر بعدہٗ۔ جو نہ صرف پیشگوئی تھی بلکہ آپ کے دل کی آرزو اور اسلام کی رفیع عمارت کا بنیادی پتھر تھی تیری ہی مقتدر ہاتھوں سے پوری ہوئی۔ یہ پیشگوئی آپکی کوئی سرسری پیشگوئی اور نری نفس کی آرزو نہ تھی۔ بلکہ قرآن کریم سے استنباط کرکے قرآن کریم کی صداقت کے پورا ہونیکی تمنا تھی حور و قصور کے وعدے۔ سونے کے کنگنوں اور جواہرات کے قیمتی زیوروں اور استبرق اور حریر اور سندس کے لباسوں اور نامی تختوں اور غلمان لؤلؤ تمثال اور اباریق اور کاسات اور قواریر اور حوران لم يطمثهن قبلهم انس ولا جان۔ یہ سب وعدے جو قرآن میں مومنوں کو دیئے گئے تھے اور جن کا پورا ہونا اسی عالم میں اس دوسرے عالم کی صداقت کے لیئے ضروری تہا۔ ہاں یہ سب مبارک وعدے تیری ہی عہد میں پوری ہولے۔ اور حرفاً حرفاً پورے ہوئے[۱] تیری قدر ایک کافر نعمت قوم نے

---

[۱] قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی حقیقت نہ سمجھنے والوں نے ان مواعید پر نابینائی اور خطاکاری سے اعتراض کیئے ہیں اگرچہ اس اعتراض کے واقعی اور کامل جواب کا متکفل وہ مضمون ہوسکتا ہے۔ جو بالاستقلال جنت وجہنم کی وعید و وعدہ پر دقت ہو مگر اتنا اس موقع پر بھی لکھنا بیجا نہ ہوگا کہ قرآن کریم کا یہ مضبوط قاعدہ اور اسی کی درحقیقت یہ یگانہ صفت اور اسی کا ممتاز خاصہ ہے۔ کہ قرآن کریم ہر ایک دعویٰ کے ساتھ دلایل بھی اپنے اندر بیان کرتا ہے کوئی اس کا دعوے نہیں جسکے ساتھ معاً قاطع برہان نہ ہو اور یہ صفت منجملہ ان صفات مہمہ کے ہے جسنے اسے خاتم الکتب ہونے کا فخر بخشا ہے۔ اس نے جہاں خدا کا ایک ہونا بیان کیا ہی اس کے ساتھ توحید کے دلایل بھی بیان کیئے ہیں۔ اور جہاں کثرت آلہہ کی نفی کا دعوے کیا ہی وہاں اس کثرت کی نفی اور مفاسد کے دلایل بھی بیان فرمائے ہیں۔ غرض نبوت اور نبوت کے دلایل اور کتاب اللہ کی ضرورت کا دعوے اور اسکے دلایل اور عدم نبوت کے مفاسد علیٰ ہذا ہر ایک ضروری مسئلہ کے متعلق دعوے اور دلیل بیان کی ہے مگر ثبوت توحید اور اثبات الوہیت اور ربوبیت کے بعد بڑا بہاری مسئلہ جو سب مسایل کی روح رواں ہی معاد اور وعد و وعید معاد کا مسئلہ ہی۔ درحقیقت آخرت کا یقین ہی تمام نیکیوں کا سچا محرک اور انکار آخرت تمام مفاسد کا باعث ہے۔ دنیا میں بڑی بھاری کتاب توریت تھی۔ انجیل تو

نہیں کی۔ تیری راستی اور منجانب اللہ ہونیکی بڑی دلیل یہ ہو کہ تو ظالموں کی زبانوں سے انبیا کیطرح

کچھ توریت کی تعلیم کا اعادہ اور دوچار فقیرانہ اصول سے زیادہ نہ تھی۔ اس سے تو کوئی توقع ہی عبث تھی
مگر توریت باایں ضخامت قیامت کے ضروری مسئلہ سے بالکل خاموش رہی اگرچہ کسی قدر مگر نہایت ہی
باریک اور دقیق پیرایہ میں ایمان اور حسنات پر اس عالم کی جزا کے وعدے بیان کیے گئے مگر ان میں دو نقص
اور واضح نقص رہ گئے۔ ایک یہ کہ ان دنیوی مواعید میں (یعنی بارشیں ہونگی اور وقت پر پھل ہوگا اور یہ
ہوگا اور یوں ہوگا) کوئی ایسی رموز اور دلالات نہ تھیں جو اس مادی عالم اور محسوسی منافع سے کشاں کشاں
یہودیوں کو باہر لیجاتیں اور ان ہی الفاظ کی دوربین کی وساطت سے اس وراء الورا اور غیب الغیب عالم کی
سیر بھی کرا دیتیں دوسرا نقص یہ ہوا کہ وہ دنیوی مواعید بھی اکمل طور پر پورے نہ ہوئے۔ بلکہ کبھی جو تھوڑا سا
آرام یہودیوں کو ملا وہ زمانۂ دراز کی تباہی اور کوفت کے سبب سے افسانۂ خواب ہوگیا اور صدیوں کی غلامی
اور ذلت اور لعنت نے طبعًا ایسا پست ہمت اور زمین پر نظر رکھنے والی اور حقایق سے ناآشنا قوم یہودیوں کو
بنا دیا کہ بہت سے ان میں قیامت کے منکر ہوگئے۔ اور باقی ماندہ مادی اور حسّی واقعات میں ایسے مبتلا ہو
کر انبیاء کے روحانی رنگوں اور پیشگوئیوں کے اصلی لباس سے قطعًا نابلد ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسکین
اور بظاہر گمنام اور ابن نجار مسیح کو پہچان نہ سکے۔ ہندوستان کی کتاب وید جو حقیقۃً بید بے ثمر
ہے اس مسئلہ شریفہ سے ایسی جاہل ہے۔ کہ اس نے غریب آدمزاد کو تناسخ کے گورکھ دھندے میں
پھنسا کر انکی اخلاق فاضلہ کی بنیادوں میں پانی پھیر دیا۔

قرآن کریم نے سب سے زیادہ اسی مسئلہ کو نصب عین رکھا ہے اول انفسی اور آفاقی شہادتوں
یعنی انسان کی خلقت اور اسکے اعمال کے میلان اور رغایت اور نیچر (فطرۃ اللہ و قانون قدرت) سے
اقامت قیامت اور ثبوت حشر اجساد اور ضرورت یوم الدین پر جا بجا بحث کی ہے۔ ایحسب الانسان
ان یترک سدی الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی
فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی
اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کی بناوٹ اور خلقت اور اس کا تسویہ اور اس کا دو مختلف
نتیجوں اور کارروائیوں کی مخلوق یعنی نر و مادہ ہونا چاہتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ جواب دہ ہستی اور اپنے
اعمال و افعال کی ذمہ دار ہستی ہے اور آسمان سے پانی برسنے اور زمین میں نباتات اگنے سے جا بجا
استدلال کیا ہے کہ اسی طرح حشر اجساد بھی ہوگا۔ اس کے بعد انسان کی فطرت کے سچے تقاضے کو

وعدو وعید کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ وعدو وعید جو قرآن میں مذکور ہوئے ہیں حقایق واقعہ ہیں انسان کے اعمال میں اور اقوال میں اور اسکی تمناؤں اور ارادوں اور حوصلوں اور اسکی فطرت کے نہاں در نہاں خواص میں ان مواعید کے تخم موجود رکھے گئے ہیں یہاں ہی اسکے اعمال ایک بہشت اور ایک دوزخ کے مورث ہیں جو اس مادی اور کثیف عالم کی فطرت اور قالب کے موافق ہیں اور چونکہ اسکے تقاضا اور تمنیات اور ارادے فانی نہیں اسلئے کہ وہ ابدی اور دائمی اور غیر فانی قویٰ کے فطری اظلال و آثار ہیں لاجرم ضروری ہے کہ اُن اعمال اور خواہشوں کی غایات بھی پوری ہوں۔ جیسے یہاں ہر قسم کے بادشاہی انعامات از قسم مطاعم و مشارب و مناکح انسان کی فطری خواہش ہے اور آخری غایت اسکی سلطان اعظم کا تقرب اور رضا اور ہمکلامی سے مشرف ہونا ہے۔ قرآن کریم میں بھی بعد ان نعماء کے جو یہاں کے حسّی نعماء سے لفظاً متشابہ واقع ہوئی ہیں لقاء الٰہی اور رضوان اللہ اور تکلیم اللہ کو غایت فلاح اور فوز قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کا یہ مذہب ہے کہ جیسے اس مادّی اور حسّی عالم میں انسان کے اعمال پھل لاتے ہیں اور اس مادی عالم کی آب و ہوا میں صرف مادی اشیاء پھل لاتی اور مقداری چیزیں ہی ظہور کا رنگ پکڑتی ہیں اُس لطیف عالم میں جہاں خدا تعالےٰ کی تجلّی اس مادی عالم کی نسبت دوچند ہوجاوگی انسان کے اعمال کی روحانیت اور کیفیت بھی پھل لائیگی اور یہ روحانی تخم مادی اور کمی تمثل میں جلوہ گر ہوگا۔ در حقیقت وہ عالم خدا تعالےٰ کی تجدد خالقیت اور عجیب بدیع و فاطر ہونیکا ثبوت اور مظہر ہوگا۔ اس عالم کا ادنےٰ اور مشابہ ثبوت اس مادی عالم میں عالم رؤیا ہے جس میں کیفیات کو کمیات کے پیرایہ میں دکہایا جاتا ہے جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکہایا گیا اور طرح طرح کے اخلاق فاسدہ اور اعمال ردیہ سانپوں اور بچھوؤں اور بھیڑیوں اور درندوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اور بعض وقتوں میں ایک مادی شئے ایک اور مادی رنگ میں دکہائی جاتی ہے۔ جیسے دو جھوٹے نبوت کے مدعی حضرت صادق مصدوق علیہ السّلام کو دو سونے کے کنگنوں کی شکل میں نظر آئے۔ بجز سخت شراب خوار دماغ کے ہر ایک سلیم الفطرت ایسے حقایق رؤیا میں دیکھتا ہے اور یہ سائنس منجملہ قوائے انسانی کے علوم کے ایک حقیقی اور بانتیجہ سائنس ہے مگر افسوس بعض نادان یورپ کے شراب خواروں کی پیروی کے سبب سے ان حقایق میں غور کرنے اور ان سے حقایق پر پہونچنے سے رہ گئے ہیں۔ اور خدا کی کلام اور سنت خیر الانام کی پوری مخالفت کر کے

تیری قدر کرتی ہے اور خدا اور قرآن اور رسول کریم کے لئے قدر کرتی ہے اسلئے کہ تو نے اپنے قول
اور فعل سے اُن کی قدر کی۔ اور ایک میں ہی نہیں ہزاروں لاکھوں حقیقت شناس مومن ہیں جو تیری
واقعی قدر کرتے ہیں۔

ردیا اور اسکی حقیقت حقہ کا انکار کر دیا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ
ثمانیه۔ یعنے اس عالم میں تیرے رب کے عرش کو (عرش سے مراد خدا تعالےٰ کی ایک صفت ہے جو
درحقیقت خدا تعالیٰ کے جمیع فیوض اور تجلیات کا ایک مقام یا اس عالم کی اصطلاح میں یوں کہو کہ
ایک ریزرو ذائر ہے اور تمام مخلوق پر بقدر مراتب فیضان الٰہی اسی واسطے سے تقسیم ہوتا ہی) آٹھ فرشتے اٹھائے
ہوں گے یعنی وہی فرشتے (رب۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک) جو اس عالم کی فطرت کے موافق اس وقت چار
ہیں اس دوسرے عالم میں آٹھ ہو جائینگے۔ یعنی وہاں ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت دوچند
ہو جائے گی۔ اور اس دوچند فیضان کی قوی تاثیر سے ایک عجیب خالقیت کا عالم وہ عالم ہوگا۔ یہی کلمات
طیبات جو خدا تعالےٰ کی تقدیس و تسبیح کے بارے میں ایک مومن کے موہنہ سے نکلتے ہیں اور یہ اعمال
صالحہ وہاں درختوں اور ثمروں اور نہروں اور دودھ اور شہد اور مے کی ندیوں کی شکل میں متمثل ہونگے
اور حقیقۃً انسان اُن لذائذ سے متمتع ہوں گے۔ خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب میں اس سچے مسئلہ کے فلسفہ
کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ من کان فی هذه اعمٰی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا
یعنی انسان ہر ایک قسم کی بینائی اور نابینائی اور سعادت و شقاوت کا سرمایہ یہیں سے لیجاتا ہی۔

بعض نادانوں نے ایسا سمجھا ہے کہ انبیا علیہم السّلام نے بے بنیاد ترغیبات و ترہیبات نیک
نیتی سے بیان کی ہیں اور مقصد اتنا ہی ہے کہ اعمال نیک کے بجالانے اور بدی سے بچنے کی راہ پیدا ہو جائے
افسوس اُنہوں نے نہ تو کبھی خدا کے پاک نوشتوں میں غور کی ہے اور نہ انسان کی فطرت کے صحیفہ
اور نہ قانون قدرت کے اوراق کا مطالعہ تدبر سے کیا ہے ورنہ تجہیل انبیا اور خدا تعالیٰ کی صفات
کی گورنمنٹ کی تکذیب پر وہ آمادہ نہ ہوتے۔

غرض قرآن کریم نے دو عظیم الشان کام کئے ہیں جن کی وجہ سے آج سچے مسلمان سے زیادہ
حقیقۃً آخرت اور نتائج اعمال پر ایمان اور یقین رکھنے والا اور خشیۃ اللہ اور لوازم تقوی سے آراستہ
کوئی فرقہ اور مذہب نہیں۔

پہلا۔ کام یہ کیا ہے کہ ان مواعید کے مادی رنگ اور حسی صورت کیساتھ ہی الفاظ اور بیان میں

حاصل کلام اس میں ذرا بھی شک نہیں اور یہ ثابت شدہ حقیقت ہے، کہ قوت۔ غلبہ۔ ترقی اور تمکن اور جو خوبی اسلام کے حق میں مقدر تھی وہ تین ہی خلافتوں تک محدود رہی۔ اندرونی قوم کا اسلام کی شوکت کے آگے سر اونچا نہ کرنا۔ عرب کے آتشیں خو جنگجو قوموں کا پوری اطاعت اور رعب کے جوئے کے نیچے رہنا اور اسلامی طاقت کا پورا مجتمع رہنا اور بیرونی فتوحات۔ ایران۔ شام۔ روم۔ مصر۔ ہند اور سندھ کا

ایسا رنگ رکھا اور ایسا ڈھنگ ڈالا ہے کہ انسان معاً روحانیت کے عالم کا سراغ لگا لیتا ہے۔ اور شرح صدر سے سمجھ جاتا ہے کہ یہ مواعید اُس عالم کے اشیائے واقعہ ثابتہ کے اظلال و آثار ہیں۔ مثلاً مئے کے ذکر میں جہاں فرمایا ہے کہ اس سے نہ تو بہکیں گے اور نہ درد سر ہوگا۔ اور نہ کوئی لغو حرکت اور کلام سرزد ہوگا بلکہ وہ مئے طہور یعنے اخلاق کو پاک کرنیوالی اور پورا تزکیہ و تصفیہ پیدا کرنیوالی ہوگی اور وہ کافوری مئے کافوز یعنے بہت کفر کرنے والی اور گناہوں کی فطرت ہی کو نیچے دبا دینے والی ہوگی۔ اور وہ قوار یر فضہ (فضہ کے معنی چاندی ہے اور عالم حقایق الاشیا میں چاندی سے مراد محبت لیگئی ہے اور چاندی کے برتن میں پینے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے جام پلائیں جائینگے) اصل میں وہی ہونگے۔ جو یہاں مومن نے اپنے اعمال حب الٰہی سے بنائے ہوں گے۔ یہی معنی ہیں قدروھا تقدیرا کے اور وہ پانی ایسا ہوگا کہ اُسکے جوہر میں سڑنا نہیں ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ صاف صاف اشارے ہیں کہ وہ مئے یہاں کی وِھسکی اور رَم اور برانڈی نہیں ہوگی۔ جس سے کوئی فسق و فجور نہیں جو پیدا نہیں ہوا اور کوئی تباہی ایسی نہیں جو اس ام الخبائث سے نظام عالم میں واقع نہیں ہوئی جب یہ مواد اور اشیا ہی نہیں جن سے وہ پاک اور سرور بخش مئے تیار رہوتی ہے تو اور روحانیت کس شے کا نام ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم نے ایک تو یہ بڑا بھاری اور ضروری کام کیا ہے۔ **دوسرا** کام یہ کیا ہے کہ تمام وعدے مومنونکے حق میں اسی جگہ پورے کرکے اور وعیدان کے اعدا کے بارہ میں پورے کرکے قیامت اور جزا و سزا کے مسئلہ کا یقین دلونکو پلا دیا ہے۔ بنابراں میں بڑے زور اور یقینی دلایل کی بنا بر دعوے کرتا ہوں کہ جنات انہار۔ انہار عسل۔ انہار لبن۔ انہار روح و راح یعنے انگوروں کے باغات اور گوری گوری اور موٹی آنکھوں والی خوبصورت عورتیں اور خوبصورت لُولُو تمثال غلام اور سونے کے کنگن اور حریر کے لباس۔ یہ سب وعدے اسی جگہ اس عالم کی فطرت کے مطابق پورے ہوئے۔ اور حضرت فاروق (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے آپ کے مبارک عہد میں پورے ہوئے۔ ایران کے کسریٰ اور امرا سونے کے کنگن اور قیمتی جواہرات پہننے کے عادی تھے۔ ان کی غیر مطموث دوشیزہ لڑکیاں اور ان کے زر و جواہرات کی انبار دنکے انبار

اسلام کے قبضے میں آنا اور چین کے حدود تک اسلام کا پہنچ جانا یہ سب فیض وفضل تینوں خلافتوں تک محدود رہا۔ یہ خدا کا فعل اور خاص فضل ہے جسے چاہے دے۔ اور اگر خدا تعالے چاہتا۔ تو جناب علی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے بھی ایک آدھ ہی ایسا کارنامہ ظاہر کرا دیتا مگر خدا تعالے نے اپنی خاص حکمت سے ایسا نہیں کیا۔ اس لیئے کہ ایک ظالم قوم اور بیراہ چلنے والی قوم کے ہاتھ میں کوئی واقعی حجت اور برہان روشن نہ آجائے۔

خدا تعالیٰ نے ازلاً دیکھ لیا تھا۔ اور اس امر کا اس کا کام اور کلام گواہ ہے کہ دو شخصوں کی وجہ سے دُنیا میں ظلم عظیم اور شرک جسیم برپا ہوگا۔ ایک حضرت عیسٰے علیہ السلام کیوجہ سے اور دوسرے جناب علی علیہ السلام کے سبب سے۔ اور ان دونوں شخصوں کی اتباع یکساں دل و دماغ کے اور ایک ایک کی خاطر لاکھوں راست بازوں پر لعنت ارسال کرنیوالے ہونگے۔ خداوند علیم حکیم نے اسلیئے نہ چاہا کہ ان کے ہاتھوں سے عملاً کوئی بڑی کارروائی کرائے۔

اگر کوئی خدا تعالیٰ کے لیئے انصاف سے دیکھے تو صاف نظر آجائیگا کہ جناب مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کے کسی نبی سے کسی عملی کارروائی میں بڑھے ہوئے نہیں بلکہ بہتوں سے بہت ہی کم ہیں ایسا ہی جناب علی علیہ السلام ان بہت سے صحابیوں میں سے ایک صحابی ہیں جنہوں نے دوسرے جنرل کی ماتحتی میں یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے نیچے اچھے اچھے کام کئے اور کوئی لشکری اور بہادری کی صفت جو ظاہر کی تو ایک سپہ سالار کے زور اور فنون جنگ کی واقفیت کے ماتحت ہو کر ظاہر کی۔ مگر جب اپنا مستقل وقت آیا۔ اور ہادی کا سایہ سر پر نہ رہا تو بیرونی فتوحات تو در کنار پہلی خلافتوں کا ساختہ پرداختہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور عرب کے فتنے اور قوموں کے اشتعال اور خود سری نے صاف دکھا دیا۔ کہ آپ دنیوی حکومت اور مطلق العنانی کے نہ تو سزاوار تھے اور نہ درحقیقت اُسکے لئے بنائے گئے تھے۔

حاشیہ (۱): حضرت عمر کی خلافت میں مدینہ طیبہ میں آئے اور شام اور مصر کی فتح نے باقی تمام مواعید کو پورا کر دیا حضرت عصمت مآب عفت نیاب شہر بانو جو کسروی محلوں کی نازپرورده دوشیزہ تھی۔ اور جو آج سادات کی قابل فخر ماں ہے۔ حضرت فاروق کی جوتیوں کا صدقہ ہے جو جناب شیر خدا (رضی اللہ عنہ) کے پیارے بیٹے سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) کی قسمت میں آئی تھی۔ آہ آہ آہ۔ اس قوم کی ناشکر گذاری اور کافر نعمتی!

میں ہمیشہ تعجب کرتا ہوں۔ نصاریٰ کے اس بیہودہ انتخاب پر کہ خدائی کیلیے کس مہمل اور بے سروپا آدمی کو منتخب کیا ہے۔ کبھی داؤد کو کرتے یا سلیمان کو کرتے یا جناب موسیٰ علیہ السلام کو کرتے تو بات بھی تھی۔ ان لوگوں نے دُنیا کی تاریخ میں حیرت انگیز کارنامے ثبت کیے ہیں۔ ایسے شخص کو انتخاب کیا ہے۔ کہ عام انسانوں سے یا عام نبیوں سے کوئی مابہ الامتیاز وصف اور ممتاز کارنامہ اُسکی لائف میں نہیں جو اُسے ایک لحظہ کے لیئے بھی خدائی کا حق دلاسکے۔

یہ درحقیقت خدا کا حکیمانہ فعل ہے اسلیئے کہ باطل کو دلایل آفاقی سے قوت نہ ملجائے اور مومنوں کے لیئے حق کو سمجھنے کی راہ ہمیشہ کھُلی ہے۔

جناب علی رضی اللہ عنہ درحقیقت علوم باطنیہ اور معارف الٰہیہ کے وعا بنائے گئے تھے اور روحانی امور کے سرانجام کے لیئے موزون بھی تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر فقرا سلسلہ فقر کو آپ سے ملاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ظاہری فتوحات بھی آپکے حصہ میں آئیں اسلیئے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ جناب مسیح علیہ السلام کی طرح عظیم الشان معبود بنائے جائینگے اور بڑا سیاہ ظلم اس راہ سے دنیا میں پھیلیگا۔ جو اسلام کے روز روشن کو تیرہ و تار کردیگا۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ تاریخ دوہائی دے دے کر کہتی ہے کہ اس ظلم کے حامیوں نے اسلام کو کبھی فایدہ نہیں پہونچایا بلکہ ہمیشہ پشت شکن صدمہ پہونچایا ہے۔ اسلام و مسلمانان کی تاریخ پڑھکر دیکھ لو کہ کسقدر اندرونی تفرقہ اور تباہی کی موجب یہ قوم ہوئی ہے۔ اور جب کبھی اسلام کا پالا کسی بیرونی دشمن سے پڑا ہے۔ اس قوم نے اُس بُت پرست اور نصرانی اور کافر دشمن ہی کا ساتھ دیا ہے۔

غرض خدا تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی اور ظاہری اور باطنی کمالات و برکات و فتوحات کا عجیب مجموعہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا اسلیئے کہ حضور سرور عالم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اُٹھ جانے کے بعد وہ آپ کے حقیقی وارث ہوں۔ اور نبوت کے کمالات دنیا سے مفقود نہ ہوجائیں اور بعد اس کے آپ کے اتباع و محبت کے سبب سے جناب فاروق کو یہ دودھ کا لبالب پیالہ پلایا اور پھر جناب عثمان (رضی اللہ عنہ) پر یہ دُور پہنچکر ختم ہوگیا۔ وفعل ما قدّر وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا۔

یہ درحقیقت اسی راز کا حل ہے۔ جو لکھا ہے اور تواتر قومی سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم النبیین (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مبارک انگشتری جو محفوظ چلی آتی تھی۔ آخری زمانہ میں جناب عثمان کے ہاتھ سے کنوئیں میں گرگئی۔ اور ہزار خاک چھانی گئی پر نہ ملی۔ گویا یہ خدائی آواز تھی کہ خلافت کی حقیقی منشاء یعنی عظمت و جلال اور عزّ و جاہ کا اب سے خاتمہ ہوگیا آیندہ فتنہ اور اختلال و ضعف و انحطاط ہو اور ایسا ہی ہوا۔ اب یہ واقعات ہیں۔ کون ہے جو انہیں تبدیل کرسکتا۔ یا ان کے خلاف موںھ کھول سکتا ہے؟ مجھے

رہ رہ کر افسوس آتا ہے اور اس خیال سے جی گھٹ جاتا ہے کہ اگر شیعوں کو اسی اسلام کا دعوے اور
پاس ہے جو قرآن کریم کا موضوع ہے اور جسکی شکل اور ہیئت اور اشاعت کی کیفیات سے زمانہ کے اوراق
مزین ہیں تو ان برگزیدوں اور اسلام کے حامیوں اور مویدوں سے عداوت کے کیا معنی۔ ہمارا کسی سے
رشتہ نہیں۔ کوئی ہمارا حقیقی بہائی یا چچیرا بہائی یا ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی تو نہیں کہ حمیت
جاہلیت اور قومی تعصب کی وجہ سے خواہ نخواہ کا پاس ہو اور بیجا اشتعال سے ایک کے حق میں دوسرے
کے خلاف جھوٹی شہادت بھی دیدیں۔ ہمارا اصل رشتہ اور تعلق تو اسلام سے ہے اسلئے ہمارے التفات
واکرام واحترام اور قدرشناسی کا محل اور مورد وُہی ہوگا۔ جو اسلام کا خادم اور معین ہے۔ اسلام کوئی
گوشت پوست اور ہڈیوں کا مُردہ ڈھیر نہیں کہ اُسے کسی ہڈی اور خون سے رشتہ اور خاص تعلق ہو۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم خود خادم اسلام تھے اور انہی ابراہیمی شعایر کے ترویج دینے والے تھے۔ آنحضرت کوئی
جسمانی اور مادی شے نہ تھے کہ کوئی مادی تعلق اُن کا کسی سے ہوتا اور نہ درحقیقت کوئی ایسا تعلق تھا
چنانچہ اسی سر عظیم کو خدا تعالےٰ نے ان لفظوں میں کھولا ہے۔ ما محمد الا رسول افان مات
او قتل انقلبتم علے اعقابکم۔ یعنی اسلام آنحضرت کی حیات وممات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔
یہ تو خدائے حیّ وقیوّم کا طریق ومذہب ہے، یہ نہ ہوگا۔ کہ آنحضرت فوت ہوجائیں تو ساتھ ہی اسلام بھی
فوت ہوجائے۔ اور آگے یہ جو فرمایا۔ فلن یضر اللہ شیئًا اسکے معنی یہ ہیں کہ ہم ہی اسلام کے وارث
اور حامی ہیں اور اسلام ہمارا ہے۔ پھر ہمارا کوئی کچھ بگاڑ تو لے۔

اس سے صاف ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت کی جسمانیت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور آنحضرت
خدام اسلام میں سے ایک خادم ہیں۔ اور ہر ایک خادم کی وفات کے بعد خود خدا تعالیٰ اس گدی کا
وارث ہوجاتا ہے اور پھر جسکو موزون دیکھا اور اُس کام کے اہل دیکھتا ہے خدمت اسلام اسکے سپرد
کردیتا ہے۔ چنانچہ اسی مستمرہ قاعدہ کی بنا پر آنحضرت کے بعد خدمت اسلام اسکے اہل یعنی صدیق کے
سپرد کردی۔ اور اس میں خدا تعالےٰ نے عادتًا کسی جسمانی رشتہ کا کوئی پاس نہیں کیا جیسا کہ ناعاقبت
اندیش بادشاہ ہڈی اور خون کا پاس کرکے اپنے جسمانی رشتوں میں گدی تقسیم کرتے تھے اور حق بھی
یہی ہے کہ ہڈی اور خون کا وارث ہڈی اور خون ہو اور روح کا وارث روح ہو۔ اس لحاظ سے ابوبکر اور عمر
اور عثمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے ہاتھ سے جو خدمت اسلام ہوئی ہے کیا وہ اس امر کی مقتضی ہے
کہ انکو بدترین مخلوق سمجھا جاوے۔ اور گناہ یہی قرار دیا جاوے کہ کیوں آخری دم تک اسلام کی خدمت
کی۔ کیوں اس رائی کے دانہ کو انہوں نے پہاڑ بنایا اور کیوں اقطار عالم میں اُسے پھیلایا؟ بلکہ حق تو یہ تھا

کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیئے اور اس کا بھارا تار و پود اُدھیڑ دیتے یقین تھا کہ اس صورت میں حضرات شیعہ اور پادری لوگ اُنپر بڑے خوش ہوتے۔ یہ سارا غیظ و غضب کا نزلہ جو اُنپر گرایا جاتا ہے۔ اسی جرم کے سبب سے ہے کہ اسلام کی خدمت اُنہوں نے کی اور کیوں کی۔ خدا کے لیئے بتاؤ کہ اُنہوں نے خلافت پر بیٹھکر کیا کیا۔ اور جناب علی رض اول بیٹھتے تو کیا کرتے۔ کیا یہی جو آخر میں کیا یا اَور کچھ ؟۔
اتقوا اللہ اتقوا اللہ انّ اللہ خبیر بما تعلمون۔ واللہ یعلم ما تکن صدورکم وما تعلنون۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس سورہ شریفہ کے بعض مقامات کے بعض الفاظ پر ایک نظر کروں اور دکھاؤں کہ اس سورہ شریفہ میں کیسی زبردست پیشگوئیاں ہیں اور وہ کس طرح خلافت کے مستحقوں کے وجود میں پوری ہوئیں۔

الکتاب المبین۔ یعنی یہ ایسا نوشتہ ہے جو حق کو باطل سے ابانت (جدا) کرنیوالا اور ایک کھلا فیصلہ ہے مومنوں اور کافروں میں۔ ایسے نوشتہ سے چند نشان مذکور ہوتے ہیں جن سے ثابت ہوجائے کہ درحقیقت وہ نوشتہ جسکی صفت مبین ہے اور جو خدا تعالٰے کے علم صحیح کی نقل ہے واقعی درست ہے۔

بالحق لقوم یؤمنون۔ یعنی جن میں قوت ایمانی اور فراست صادقہ ہے وہ اس واقعہ فرعون و موسٰی (علیہ السّلام) سے معًا اس حق و حقیقت کا پتہ لگالیں گے۔ جو اصلی مقصد اس قصّہ کے بیان سے ہے اس الحق کے لفظ میں وُہ قوت اور شوکت ہے۔ کہ صاف صاف اس سے خدائی طاقت اور الوہیّت کی عظمت ٹپکتی ہے۔ ضعف اور بے سامانی کا یہ عالم ہے کہ استضعاف کا لفظ اُس کا پُورا خاکہ کھینچنے کے لیئے بس ہے۔ ذبح ہورہے ہیں اور آئے دن ناگفتنی اور نادیدنی جور و ستم سر پر ٹوٹ رہے ہیں۔ اور اعدا کی اس وقت کیا حالت ہے۔ علا فی الارض اسکی پوری تشریح کرتا ہے کہ کیسی بلندی اور شوکت اسوقت انکو حاصل تھی۔ ایسے حال میں کامل قوت یقین اور باشعور بصیرت سے یہ دعوٰے کرنا کہ فرعون اور موسٰی (علیہ السّلام) کے واقعہ میں ایک حق مخفی ہے یعنے درحقیقت محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور مشرکین مکہ کے واقعہ اور اسکے انجام کو اس رنگ میں دکھایا جاتا ہے۔ اور حقًا اور صدقًا یونہی واقعہ اور انجام ہوگا۔ جیسے فرعون ہلاک ہوا جناب موسٰے (علیہ السلام) کے مقابلہ میں اسی طرح مشرکین مکّہ ہلاک ہوجائینگے۔

نرید ان نمن۔ نرید۔ مضارع کا صیغہ لانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ خدا تعالٰے چاہتا ہے۔ کہ اپنی جاری عادت کا ثبوت دے۔ یعنے جیسے اس وقت موسٰے (علیہ السّلام) کے معاملہ میں ہمنے

ناتوانوں اور ستم رسیدوں کی گردن پر منت رکھنی چاہی اور ہماری عادت جاریہ یہی ہے کہ ہم مظلوموں کی دستگیری کیا کرتے ہیں اب اس زمانہ میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اعداء کے معاملہ میں بھی ہم اپنے قدیمی ارادہ منت گذاری کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔

ونجعلہم ائمۃ یہ کلمہ بڑے غور اور توجہ کے لایق ہے خدا تعالیٰ کا دائمی اور پختہ قانون اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کب اور کن لوگوں کو امام بنایا کرتا ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ امام کے معنی اور مفہوم خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہیں بڑا معرکہ آرا اور متنازع فیہ اور قابل بحث یہی لفظ امام ہے قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد جگہ آیا ہے۔ سیدنا ابراھیم (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) سے اتمام کلمات کے بعد خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا۔ انی جاعلك للناس اماما۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا ہی عظیم الشان لفظ کہ اتنے بڑے امتحان میں پاس ہونیکے بعد خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ سرٹیفیکیٹ مبارک ابراہیم اور ابو الانبیا ابراہیم (علیہ السلام) کو عطا ہوتا ہے۔ اور عباد الرحمان کا مقصود بھی یہ دعا رکھی گئی ہے واجعلنا للمتقین اماما۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے وجعلنا منہم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا۔ میرے نزدیک ان سب مقامات کے حل کے لئے یہی مقام جس میں اسوقت ہم ہیں۔ بڑی عجیب کلید ہے۔ اور اس ما نحن فیہ مقام کے حل اور صاف توضیح کے لئے اسی سورہ شریفہ کی ایک آیت کیطرف نظر کرنی چاہیے جس سے مقابلتہً یہ حقیقت منکشف ہوجائیگی اور وہ آیت یہ ہے۔ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون واتبعناھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ ھم من المقبوحین۔ اب یہ آیت اور آیت ونجعلہم ائمۃ اور آیت وجعلنا منہم ائمۃ یھدون بامرنا ان میں تدبر کرنیسے معلوم ہوا کہ دو قسم کے امام دنیا میں ہوتے ہیں ایک تو ائمۃ الھدیٰ ہیں جن کا دوسرا نام الوارثین ہے اور ایک وہ ہیں جنہیں ائمۃ دعاۃ النار کہا گیا ہے اور ان کے پہچان اور امتیاز کا یہ نشان بتایا گیا ہے کہ یوم القیامۃ میں یعنی اس گھڑی میں جو صداقت کے دلائل کے قیام کی گھڑی آتی ہے اور ائمۃ ضلال اور آئمہ ہدیٰ کا مقابلہ آپڑتا ہے اور گھمسان کی جنگ واقع ہوجاتی اور کفار کے حق میں اس قیامت کبرے کا نمونہ اسی عالم میں قیامت صغریٰ کے نمود ہوتی ہے۔ اس قیامت کی گھڑی میں وہ منصور نہیں ہوتے اور دوسرا نشان یہ ہے کہ اس مقابلہ میں وہ ہی مقبوح ہوتے ہیں۔ اور تیسرا نشان یہ ہے کہ لعنت انکے گلے کا ہار رہتی ہے۔ اگرچہ الوارثین کا لفظ اپنی تفسیر آپ ہی ہے اور بڑا واضح ہے مگر آئمۃ النار کے نشانوں کا خلاف لے لیں تو وہی ائمۃ الھدیٰ کے نشان بن جائینگے یعنے وہ منصور و مکرم ہوتے ہیں اور لعنت اور خزی اور ذلت اور قباحت سے محفوظ

رہتے ہیں۔

قرآن کریم کی فضیلت اور خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے دعوے کو دلیل سے مزین اور موکد کیا گیا ہے۔ اور بڑے بڑے نہاں در نہاں حقایق و معارف کو جو انسان کے حواس کی رسائی میں مشکل آسکتی ہیں بدیہیات اور محسوسات کے لباس میں لاکر دکھایا گیا ہے مثلاً موسیٰ بھی ایک آدمی ہیں اور فرعون بھی صورت و شکل میں ویسا ہی ایک آدمی ہے موسیٰ تو غریب بےکس کس مپرس ہیں اور فرعون بادشاہ ہے اور اس کے ساتھ ہزاروں اسکے مثیل ہیں۔ خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اپنی رضا اور عدم رضا یا نیکی اور بدی کا فلسفہ لوگوں کو ذہن نشین کرے۔ خدا غیب الغیب۔ اصول رضا و عدم رضا یا نیکی اور بدی غیب الغیب۔ انسانوں پر ہوا و ہوس اور حب حیات دنیا غالب اور اسلیئے کوری اور غفلت غالب اور اپنے ضرر و نفع کے شناخت میں بے تمیزی غالب اور علاوہ برآں اس کے اپنے علوم و تحقیقات اور نظریات اسپر غالب۔ ان صورتوں میں اس بات کا سمجھنا کہ خدا ہے اور وہ مرید و متکلم ہے ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ نیکی یہ ہے اور بدی یہ ہے اور انکی جامع مانع تعریف و تحدید یہ ہی کس قدر دشوار امر ہے۔ آج بھی دیکھ لو۔ ان امور میں فلسفیوں میں کیا مباحثات برپا ہیں۔ اکثروں کے نزدیک خدا کی ہستی خود مشکی اور قابل بحث امر ہے چہ جائے کہ اس کی رضا اور عدم رضا تسلیم کیجائے۔ اور نیکی اور بدی کا ہر ایک نے اپنے اپنے عرف اور مذاق کے موافق مطلب بیان کیا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے چاہا کہ حقیقی نیکی اور بدی لوگوں کو سمجھائے جسپر اُن کی سعادت و فلاح اور شقاوت و خسران موقوف ہے اور یہ بھی سمجھائے کہ وہ خالق و رب ہے۔ اور فطرت کا تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ اسکی رضا و عدم رضا کا دھیان اس میں ہو۔

اس بڑے ادق راز کے انکشاف کے لیئے خدا تعالےٰ نے ایک جماعت سے کہلوایا کہ وہ حق لائے ہیں اور وہ خدا کی طرف سے ہیں اور انکی اتباع رضائے خدا اور اُنکا کفر خدا کے غضب و لعنت کا موجب ہے۔ اور آخر ان کی نصرت و اعانت اور ان کے اعدا کے خذلان اور ہزیمت سے فیصلہ کر دیا ہے کہ رضائے الٰہی اور سخط الٰہی اور حقیقی نیکی اور بدی کیا شئے ہے۔ یا یوں صاف کرکے کہو کہ منصور جماعت کی سیرت الحق اور حقیقی نیکی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی قرار پائی اور مخذول و ملعون گروہ کے مذاہب اور عقائد اور رسوم اور اعمال و اقوال الباطل اور حقیقی بدی

اور غضب الٰہی کا ہیزم

ٹھہر گئے۔

ہاں تو موسےٰ (علیہ السّلام) کا غالب آنا اور فرعون کا تباہ ہونا بظاہر کیسا ترحم انگیز نظارہ ہے کہ کون شخص اور کیسا شخص کس شخص کے مقابلہ میں تباہ کر دیا گیا اور کتنی مخلوق اسکے ساتھ دریائے فنا میں غرق کر دیگئی۔ گویا خدا تعالےٰ نے ظلم کیا۔ مگر اصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو اپنی رضا بہت پیاری ہے یا یوں کہو کہ وہ ذاتی تقاضے سے چاہتا ہے۔ کہ وہ پہچانا اور مانا جائے۔ اس لئے وہ اس ایک شخص کے مقابلہ میں جو اسکی شناخت کا ذریعہ اور حقیقی نیکی کی اشاعت کا آلہ ہو۔ ایک جہان کو شریروں کے ہلاک کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ یہی اسکی دائمی سنت ہے۔ اور اس کا نیچر بھی اسی کا گواہ ہے کہ اشرف پر ارذل کو فدا کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک قیمتی جان کیخاطر لاکھوں چھوٹی جانیں بے دریغ تباہ کر دیجاتی ہیں۔ آج حقوق انسانی کی حمایت کی مدعی قومیں بھی اس اصول سے انکار نہیں کر سکتیں کہ ایک عظیم الشان جہاز اگر ایک کشتی کے فدیہ سے بچ سکے تو کشتی بے محابا غرق کر دیجائے گی۔ غرض خدا تعالےٰ نے قولا اور فعلاً ہمیشہ سے اسی بات کا نظارہ دکھایا اور ثبوت دیا ہے کہ وہ راستی کی حمایت میں ناراستی کے حامیوں کا استیصال کرتا رہا ہے۔

تو اب اس سارے بیان سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ایک داعی الی اللہ اور حامی حق کی صداقت کا بڑا کھلا نشان یہی ہے کہ وہ مقابل کے دشمنوں پر علانیہ فتح پائے اور اُن کے مکانوں اور مایہ غرور و ناز اشیاء پر قابض ہو جائے جن کے بل بوتے پر وہ ناعاقبت اندیش حق سے لڑتے اور اُس نشہ کی وجہ سے حق کی شناخت سے نابینا رہے۔ اس خدا تعالیٰ کی مستمرہ سنت کی بنا پر ضروری تھا کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے مظلوم اتباع بھی امام اور وارث بنیں۔

اب دیکھ لو اور خدا کے لئے انصاف سے دیکھو کہ وہ کیسے امام اور وارث بنے اور وہ کون لوگ تھے جن کو یہ امامت اور وراثت ملی۔ درحقیقت اس آیت نے قیامت تک امامت اور وراثت کی مشکل مسئلہ کا فیصلہ کر دیا ہے۔ خود پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کا بھی نشان یہی مقرر تھا کہ آپ منصور و مظفر ہونگے۔ اور آپ کے اتباع کی برکت کا بھی یہی نشان مقرر کیا گیا تھا۔ کہ آپکے اتباع بھی اُنکے غیروں پر فوق اور قاہر غالب اور باتمکین ہونگے۔ یہ دونوں صورتیں حرفاً حرفاً ظہور میں آگئیں۔ اور خدا کے کلام کی صداقت پر خدا کے فعل نے مُہر لگادی۔ اگر خلفائے راشدین کو اس میدان سے نکالدیں تو میں حیران ہوں کہ اور کس کو لائیں جس کے وجود سے خدا تعالیٰ کے منتظر الصدق کلام کی صداقت ثابت ہو اور خدا تعالےٰ کا فعل بھی اس کا موید ہو۔ اگر کوئی اس سلسلہ کو مانتا ہے کہ خدا ہے اور اُسکی عادت ہے کہ وہ انبیا کو ارسال کیا کرتا ہے اور اپنے ارادہ اور اذن سے اُن کو منصور و

موید فرما کر اپنا خدا ہونا اور اُن کا اپنی طرف سے ہونا ظاہر اور ثابت کرتا ہے اور اسی عادت کیموافق اُس نے آخری زمانہ میں محمد رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ارسال کیا۔ اور آپ کو اکمل کامیابیوں سے بہرہ مند کیا اور آپ کو اور آپکی تعلیم کو اور قرآن کریم کو ہر طرح کی کامیابیوں اور سرسبزیوں اور برکتوں کا کامل نمونہ بنایا۔ تو اسکو مظفر ابو بکرؓ اور منصور عمرؓ اور انکے اتباع کے ماننے سے کوئی چارہ نہوگا۔ یہی ہیں ہاں قسم برب عرش عظیم ورب الملائکہ والروح صرف صرف یہی ہیں جو اسلام کے زندہ اور بابرکت اور منصور اور موید من اللہ مذہب کے روح رواں اور رکن رکیں ہیں۔ کوئی ہے جو ان سے اعراض کرے اور اُنکی جگہ کسی اَور کو دے۔ کیونکر دے اور کہاں سے لا کر دے۔ خدا تعالےٰ نے جو کرنا تھا کر دیا۔

اب خدا تعالےٰ کے لیئے غور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے کلام سے اور خدا تعالےٰ کے کام کی شہادت سے ان معنوں کے رُو سے جو خدا کے کلام اور کام سے ثابت اور واضح ہوتے ہیں بجز خلفائے راشدین کے کسی اَور پر لفظ امام صادق آتا ہے؟ شیعہ صاحبان جن لوگوں کی حمایت کے درپے ہوئے ہیں اور مدعی سُست اور گواہ چُست کے رنگ میں صدیوں میں سر دھنتے اور تلملاتے اور ایڑیاں رگڑتے اور شور و شغب برپا کرتے چلے آتے ہیں کہ اُن کو امام بنائیں اور خدا تعالےٰ کے ان برکت اور نصرت کے وعدوں کا وارث اُنہیں ٹھہرائیں جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب ابراھیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جو امامت اور کامیابی اور برکت اور نصرت کا عہد تھا وہ اُنکی شکل و صورت اور نتائج اعمال میں پورا ہوا۔ میں صدق دل سے مانتا ہوں کہ وہ برگزیدہ لوگ تھے۔ اور بعض اُن میں سے بڑے ہی صالح اور متقی تھے۔ مگر یہ کیونکر ثابت کر سکیں اور کہاں سے ایسے واقعات پیدا کریں اور پھر تاریخ عالم کی شہادت انپر کہاں سے لائیں کہ یہ دس گیارہ یا بارہ شخص جن کو الائمۃ المعصومین کہا جاتا ہے۔ دنیا میں منصور و موید ان معنوں میں ہوئے جو خدا کی کلام اور کام کا منشا ہے۔ بہتیروں نے ان میں سے دنیا میں عروج حاصل کرنے اور اپنے گھرانے میں سلطنت لانیکی کوشش کی اور بڑے بڑے فتنے اور معرکے اور وقت کے بادشاہوں سے مقابلے کیئے مگر بڑی ناکامی اور نامرادی سے ہم کنار ہو کر اس عالم سے اُٹھے اور بعض نے گوشۂ گمنامی میں آخر تک انفاس بسر کیئے وہ امامت انبیا اور وراثت انبیا اور خصوصًا خاتم الانبیا، اور سید الانبیا اور ملک الملوک نبی اور مظفر و منصور نبی محمد مجتبےٰ احمد مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی وراثت اور امامت کا کونسا نمونہ ہے جو انکے چال اور عملی لائف سے اخذ کیا جا سکتا اور معیار صدق مذہب اسلام بنا کر اہل ملل کو دکھایا جا سکتا ہے؟

یہی محرومی اور شکست اور گمنامی اور ہزاروں کوششوں کے بعد ناکامی اور نامرادی!!!

اگر معصوم (ائمہ معصومین) کے معنی کوئی باطنی معنی ہیں اور اپنے عندیہ اور نفس کی لغت سے نکالے ہوئے کوئی معنی ہیں۔ تو ہمیں نہ تو اُن سے پرخاش ہے اور نہ کوئی تعلق ہے اور اگر معصوم کے معنے ہیں موید و منصور رہنا اور اعدائے دین کے مقابل کامیاب ہونا اور مخالفین پر بیّن فتح حاصل کرنا اور مخالفین کی کوششوں کا بالمقابل نامراد رہنا کہ اسی ہلاک کر کے اسکے دین کو ساتھ ہی نابود کر دیں تو ان معنوں میں خلفائے راشدین کے سوا اور پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوا اور کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر۔ خدا کی نگاہ میں۔ ملائکہ کی نگاہ میں اور مخلوقات کی نگاہ میں اور کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ کی کتاب حکیم میں آیا ہے۔ واللہ یعصمك من الناس۔ اسی عصمت سے معصوم کا لفظ مشتق ہے اور کون نہیں جانتا کہ اس عصمت سے خدا تعالیٰ کی کیا مراد ہے اور وہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حق میں کسطرح پوری ہوئی۔ شیعہ ظلم کی راہ سے اپنے ائمہ کو اسی عصمت انبیا کی چادر کے نیچے لانا چاہتے ہیں مگر انکی کوششیں خدا کے کلام اور خدا کے کام کے مقابل اور پوری ضد میں کبھی سرسبز نہیں ہوئی ہیں اور نہ ہونگی۔

ایک شیعہ لکھتا ہے اور مجھے زور سے اسطرف توجہ دلاتا ہے کہ "جناب موسیٰ نے بھی بارہ نقیب انتخاب کیے تھے۔ اور جب تک بارہ امام تسلیم نہ کیے جائیں مماثلت پوری نہیں ہو سکتی اور خلفائے راشدین حق نہیں رکھتے کہ اپنے وجود سے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مثیل موسیٰ (علیہ السّلام) بنا سکیں" افسوس غضب تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے معیار صدق و کذب اور محک استحقاق اپنے عقیدے اور چند خود تراشیدہ اصولوں کو بنا رکھا ہے۔ حال آنکہ حق یہ تھا کہ خدا تعالےٰ کے کلام کو معیار بنایا جاتا۔ اور اسی کے نصوص صریحہ قطعیۃ الدلالۃ کو ہر ایک عقیدے کا مبنا اور اصل قرار دیا جاتا۔ یہی حال پادریوں کا ہے وہ یسوع مسیح کا مقابلہ کسی ایک نبی یا مصلح سے کرتے وقت بالبداہتہ یسوع کو قادر مطلق خدا فرض کر لیتے ہیں اور اسکی معمولی باتوں اور چھوٹے چھوٹے کاموں کو جو کوئی بھی اپنے اندر خصوصیت نہیں رکھتی خدائی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دوسرے نبیوں کے ویسے ہی کاموں اور باتوں کو گرے ہوئے اور گنہگار اور کمزور انسانوں کے قول اور فعل قرار دیتے ہیں۔ ایک بڑا ناحق شناس ظلم عظیم کا موید اور عملاً راستبازوں سے عداوت رکھنے والا انگریز ولیم میور اپنی کتاب (لائف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم) میں جہاں یسوع اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) میں مقابلہ اور موازنہ (پیریلل) قایم کرتا ہے۔ لکھتا ہے کہ:۔

ایک عیسائی کا موازنہ یسوع اور آنحضرت میں

بظاہر یہ بات حیرت انگیز ہے اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی زندگی میں بڑے کامیاب ہوئے اور لاکھوں آدمیوں نے

آپکی زندگی میں آپ کے مشن کو قبول کیا اور آپ کو بڑا ظاہری جلال اور شان و شوکت نصیب ہوئی مگر یسوع کا معاملہ اسکے خلاف ہے وہ آخر تک گمنام اور ضعیف اور کس مپرس رہا اور چند ہی آدمیوں نے اُسے قبول کیا۔ اس کا سر یہ ہے کہ وہ چونکہ خدائے قادر مطلق تھا۔ اُس نے نہ چاہا کہ عاجز بندوں پر اپنی قدرتوں کا اظہار کرے اور اُس نے پسند کیا کہ اپنے تئیں پست اور غریب ہی جتائے اور اگر وہ اپنی الوہیت کی شان نمائی پر آتا تو تمام یہودیوں کا تختہ ہی اُلٹ دیتا" اگرچہ یہ دلیل حرف حرف میں بزدلی اور حماقت کی دلیل ہے اور تعجب آتا ہے کہ عقل کی پرستار قوم اور مادی جہان کے فرزندوں کے مونھ سے ایسی بودی بات نکلے اور بقول ایک عمیق اندیش کے کہ انجیل کا پڑھنا ہی انجیل کے رد کیلئے کافی ہے۔ یہ پریلیل (موازنہ) اپنا دشمن آپ ہی ہے۔ مگر ایک دو باتیں اسپر کرنی بے موقع نہیں ہونگی

دعوائے الوہیت مسیح بے دلیل ہے۔

یسوع کی الوہیت کی اُور دلیل نصاریٰ نے کے ہاتھ میں کیا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ مقولہ لاانتہا تجربوں کا سرجوش اور دنیا میں حق اور باطل کا بڑا عجیب معیار ہے۔ الوہیت کی شناخت تو آپکے کاموں سے ہونی چاہیئے تھی کوئی فوق عادت کام اور خارق عادت اقتدار آپسے ظاہر ہوتا۔ تو کم سے کم ایک ممتاز اور حیرت انگیز انسان اور کامل انسان ماننے کے لئے جگہ نکل آتی۔ دنیا میں مونھ کی لافوں اور فضولیوں نے تو کسی کو کوئی رتبہ نہیں دلایا۔ اور نہ بیہودہ لاف کاف کسی عظمت کا مستحق بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے ہزاروں مجنوں مونھ سے کیا کچھ نہیں کہتے۔ خود خدا بنتے اور کرہ زمین کے مطلق العنان بادشاہ بنتے اور کیا کیا بکتے ہیں۔ مگر معیار عمل اور محک امتحان آخر دکھا دیتی ہے کہ پاگل ہیں۔ یسوع کے مونھ کے لاکھوں دعوے ہوں اور مونھ کی باتوں سے وہ کیا کچھ نہ بنا ہو (اگرچہ ہم مانتے ہیں کہ بات بھی ان کی کوئی فوق العادت نہیں۔ پادری ناحق کھینچ تان کر بات کو کہیں سے کہیں لیجاتے ہیں مگر کوئی عمل دکھاؤ اور واقعات سے کوئی نظیر لاؤ کہ گردنیں خود بخود اسکے آگے جھک جائیں۔ عقیدہ اور ذاتی مفروضات تو کوئی شے نہیں۔

یسوع ناکام رہے

یسوع اپنے مشن میں نامرادی کے پورے معنوں میں نامراد رہے۔ اور ذلت و شکست کے چند روز بسر کر کے آخر گمنام ہو جائے اور قوت قدسیہ اور مقلب القلوب ہونیکی یہ شان کہ وہ دو چار شخص جو ایمان لائے امتحان میں وہ بھی فیل ہو جائیں اور تعلیم بھی ساری کی ساری خصوصًا وہ مایہ ناز مگر ناقابل عمل پہاڑی وعظ بھی حرفًا تالمود یہود کی نقل ہو اور آپکے کام (معجزات) بھی وہی توریت کے نبیوں کے کام یا انکی نقل ہوں۔ اسپر بھی وہ قادر مطلق خدا اور رب یسوع مسیح اور جلال کے تخت کا شہزادہ ہو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پورے پورے کامیاب ہوئے اور آپ کی پُر زور تحدی

اور پورے معنوں میں کامیاب بامراد انسان جسکی کامیابی کی نظیر لانے سے تاریخ عالم بکلی ساکت ہے۔ وہ جسنے اسوقت جبکہ وہ ناتواں۔ بیکس اور بیجاہ وحشم تھا۔ اور ہر قسم کے استخفاف واستحقار قوم کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ بڑی حیرت انگیز تحدی سے دعوے کیا۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الّذی له ملك السّمٰوات والارض۔ یعنی میں تم سب کی طرف اُس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اس میں صاف سمجھا دیا کہ یقیناً آسمان میری تائید میں ہوگا اور طبقات سمٰوات سے جو جو برکات زمین پر نازل ہوتے ہیں وہ سب میرے حصہ میں آئینگی اور میرے مخالف آسمان کی بری تقدیروں اور مصائب کا ہدف بنیں گے۔ اور الارض یعنی اولاً اور بالذات اس سرزمین کی حکومت میرے حصے میں آئے گی۔ اور میرے مخالف اسکی سطح پر سے اُٹھا دیئے جائینگے۔ اور یہ دعوے کیا۔ اقراء باسم ربك الّذی خلق خلق الانسان من علق اقرء وربك الاکرم الّذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اور اُس کے آخر میں یہ دعویٰ کیا۔ فلیدع نادیه سندع الزبانیة کلّا لا تطعه واسجد واقترب۔ یعنی اپنے خالق رب کے نام کی تبلیغ دنیا میں کر وہ خالق رب جسنے ایک حقیر جونک جیسے کیڑے سے جو منی میں پیدا ہوتا ہے۔ الانسان بنایا۔ ہاں پڑھ اور تبلیغ کر اور خوف نہ کر اور تیرا رب اکرم ہے جسنے قلم کے ذریعہ علم کی اشاعت کی اور الانسان کو وہ کچھ تعلیم کیا۔ جو وہ نہ جانتا تھا۔

پانچ پیشگوئیاں

اس کلام الٰہی میں پانچ پیشگوئیاں ہیں۔ اول۔ ربّك الذی خلق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی نے جو تیری خاص پرورش فرمائی ہے اور اپنے اندازہ سے خاص قوام مرحمت کیئے اور خاص کام کے لیئے تجھے منتخب کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے تیرا پیڑ لگایا ہے اور تیرے مبارک پھلوں کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ وہ تجھے ضرور کامیاب اور سرسبز کرے گی اور تیری نونہال کو اعدا کے تبر اور مخالف جھونکوں سے محفوظ رکھے گی۔

دوسری پیشگوئی خلق الانسان من علق۔ یعنی اُس منی کے کیڑے یا جونک کیطرف دھیان کرو کہ وہ کیسا حقیر اور ذلیل تہا۔ جسکا ایسا خوبصورت باکمال انسان بنا ہی جب ہماری ربوبیت نے نظر عنایت سے ایک کیڑے کو اس شکل وصورت تک پہنچایا ہے۔ اور ایک مقصد اور غایت کے لیئے جو ربوبیت کا اصلی تقاضا ہے یہ خلعت کمال مرحمت فرمایا ہے تو کیا اب ہماری ربوبیت اس کا ساتھ چھوڑ دیگی۔ ہم اپنی ربوبیت کا سایہ عاطفت اسپر رکھینگے۔ جب تک وہ انسان اپنی خلقت کی علت غائی کو پہنچ نہ جائے۔

رب اور اللہ اسموں کا فلسفہ قرآن کریم میں

قرآن کریم میں تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ نبوّت کی تربیت اور اسے کمال مطلوب تک پہونچانا خدا تعالےٰ کے اسم رب کا خاصہ ہے اور جہاں جہاں خدا تعالےٰ نے ضرورت نبوت کی قرآن کریم میں بحث چھیڑی ہے دلیل میں اپنے اسم رب کو مذکور فرمایا ہے اسلیئے کہ جیسے اسکی ربوبیت نے انسان کے عالم اجسام کے لیئے زمین و آسمان اور اُن کے درمیان کی اشیاء کو مسخر کیا۔ اور خدمت میں لگا دیا ہے ویسے ہی اسکی ربوبیت نے تقاضا کیا کہ انسان کی روح کی تربیت کے لیئے جو اصلی مقصود اور ابدی غیر فانی شے ہے اس کی تربیت کے مناسب حال سامان مہیا کرے سو اس کے لیئے اُس نے نبوت کا سلسلہ اس جہان میں قایم کیا۔ اور جہاں نبوت کے اعدا اور مخالفین کو مقابلہ سے ڈرانا چاہا۔ اور انکے بارہ میں خوفناک وعید بیان کرنے چاہے ہیں وہاں نبوت کی حمایت و دفاع میں اسم اللہ کو جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے پیش کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد توحید الوہیت کا قایم کرنا اور آلہۂ باطلہ اور ہر قسم کے طواغیت کا ابطال کر کے خداوند تعالیٰ کے لیئے معبودیت اور الوہیت کا یگانہ استحقاق اور لاشریک منصب مخصوص کرنا ہوتا ہے تو جب عداوت اور خلاف اپنے ہتھیار پہن کر اس کا استیصال کرنے پر آمادہ ہوں غیرت اور جوش بھی اسی کو آنا چاہیئے۔ جسکی خدمت کے لیئے نبوت میدان میں نکلی ہے بہرحال اس علق اور الانسان کے لفظ میں بڑی بھاری پیشگوئی ہے۔

تیسری پیشگوئی اقراء وربك الاکرام۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس سلسلہ تبلیغ میں تیری سخت مخالفت ہوگی۔ اور ایک عالم تجھے ذلیل اور خوار کرنے پر آمادہ ہوگا اور حکمت آلہیہ کے اقتضا سے کچھ عرصہ تک بظاہر ایسا ہوگا کہ تو مغلوب اور شکستہ نظر آئیگا اور کفر و شرک اپنی جیت پر ناز کریگا۔ مگر آخر کار غلبہ اور فتح تیرے حصہ میں آئیگی اور تو اکرم اور عزیز ہوگا۔ اس لیئے کہ تیرا رب جسنے تجھے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیئے پرورش کیا ہے وہ اکرم ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا مربوب بھی بطور ظل کے اکرم ہو۔

قرآن لانظیر ہے

چوتھی پیشگوئی الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب عجیب میں جو تجھے دیجاتی ہے اور جو بظاہر انسانی قلم سے لکھی جاتی ہے وہ وہ علوم عالیہ ہونگے کہ کل بنی آدم کے معلومات اسکے مقابلہ سے عاجز آجائیں گے۔ الانسان سے مالم یعلم ملاکر یہ اشارہ فرمایا ہے۔ کہ فطرتاً اور اکتساباً انسان کی بساط میں اور اس کے قواء کی رسائی میں وہ علوم عالیہ آہی نہیں سکتے جن پر قرآن مشتمل ہے۔ لہٰذا یہ علوم لاریب خداوند علیم خالق انسان کی طرف سے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ذہنیوں کے ذہن عقیلوں کی عقلیں اور عالموں کی علم

اور محرروں کی قلمیں ان سماوی علوم کے مقابلہ میں ٹوٹ جائینگی۔

پانچویں پیشگوئی۔ کلا لئن لم ینته لنسفعا بالناصیة ناصیة کاذبة خاطئة فلیدع نادیه سندع الزبانیه کلا لا تطعه واسجد واقترب۔ دشمن کی عداوت کی پیشرفت نہ جائیگی۔ اگر وہ باز نہ آیا توہم اس کی جھوٹی خطا کار چوٹی کو پکڑ کر زور سے کھینچیں گے اور یوں ذلت سے گھسیٹ کر ہاویہ میں گرائینگے۔ پھروہ اپنی مجلس کو جنکے بل بوتے پر اُسے ناز تھا۔ بلائے اور اُنکی دوہائی دے ہم بھی سیاست کے پیادوں کو بلائیں گے وہ ہرگز اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگا۔ تو اپنے کام میں لگارہ اور اُن کے خلاف کی ذرا بھی پروا نہ کر اور کبھی انکے ہاں میں ہاں نہ ملا۔ اس لیئے کہ اُن کے ہاتھ میں تیرا کوئی نفع اور ضرر نہیں اور ہماری فرمانبرداری میں لگا رہ اور جسقدر تو ہمارا فرمانبردار ہوگا۔ ہماری جناب میں تیرا قرب اور درجہ اتناہی بڑھیگا۔

اگر میٹیریلسٹ اور برہمو غور کرے۔ | ایک مادہ پرست۔ ایک برہمو۔ ایک دہریہ غرض ہر ایک شخص جو الہام اور ضرورت الہام اور خدا تعالیٰ کی ہستی کو نہیں مانتا۔ ان الفاظ کی شوکت اور قوت میں غور کرے۔ اور اس انسان کا مطالعہ کرے جسکے موہنہ سے یہ نکلے اور اسوقت کی تاریخ کو پڑھے۔ جب یہ بلند دعوے ایک پورے بے سامان اور ناتوان اور اعدا کے زغے میں گھرے ہوئے انسان سے سرزد ہوئے۔ اور پھر انجام کو دیکھے کہ یہ دعوے کس شان سے پورے ہوئے اور نبوت کے بدخواہ ٹھیک اسی طرح ہلاک ہوئے جیسے ان سچے دعوؤں کا منشاء تھا۔

غرض ایسا کامل انسان جس کے اعمال اور نتائج اعمال نے اسکی کاملیت پر ہمیشہ کیلئے مُہر لگادی اور تمام بنی آدم سے اُس کو خاص امتیاز بخشا وہ تو اس قابل بھی نہ ہو کہ تخفیف کرکے اُسے نیک انسان ہی مان لیا جائے۔ اور اس کی بابت کپکپا دینے والی سب وشتم اور بدگوئی کی سنی زبان کو لگام دیدی جائے اور ایک ایسی شخص کو جسے ایک ناتواں عورت نے جنا جو قانون قدرت کیموافق بڑھا اور پھولا۔ جو بکتا۔ موتتا۔ اور کہاتا۔ پیتا۔ اور تمام لوازم بشری کا محتاج اور تمام عوارض انسانی کا مغلوب تھا جس کی زندگی نے کوئی حیرت انگیز کام تو ایک طرف بنی اسرائیل کے معمولی نبیوں جیسی کامیابی بھی نہیں پائی۔ وہ جو بدخواہ دشمنوں کے منصوبوں کا ہدف بنا اور آخر بہزار جان کاہی انکے آہنیں پنجے سے چھوٹ کر اور دیس بدیس پھر پھرا کر غریب آدمیوں کی طرح کشمیر میں ہمیشہ کی نیند سو گیا غرض ایسے شخص کو یگانہ خدا اور قادر مطلق خدا کر کے مانا جائے۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

الوہیت یسوع کے بطلان کی دلیل

تعجب کی بات ہے ایک شخص انسانی جامہ میں ہو اور انسانی لوازم اور عوارض کے ماتحت ہو کس دلیل سے فوق العادۃ انسان اسکو مانا جاسکتا ہے؟ صورت شکل سے یہ پہچاننا کہ وہ خدا ہے یہ تو سراسر خیال باطل اور محال ہے اور نصاریٰ بھی اسکے قایل نہیں ہونگے۔ تو اب بجز اسکے کہ یہ دکہایا جاوے۔ کہ اسکے یہ افعال اور اعمال تھے جو انسانی طاقتوں سے بڑھکر ہیں۔ اور جو اُسے خدائی کا منصب دلاتے ہیں۔ اور کوئی مضبوط دلیل اسکی الوہیت کی ہو نہیں سکتی اور یہ سودائے خام ہے۔ اسلام آجتک ڈنکے کی چوٹ سے پکار رہا ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم یعنی اللہ کے نزدیک جو حقیقی الوہیت کا حقدار ہے اسلیئے کہ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم کے بشری ضعفوں اور مخلوقی عوارض و لوازم سے منزہ ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ آدمی سے کچھ بھی زیادہ نہیں یعنی اس میں سارے وہ لوازم اور عوارض موجود ہیں جو آدمی میں پائے جاتے ہیں۔ جو شخص اس کی الوہیت کا مدعی ہے وہ معمولی آدمی سے بڑھکر خواص اس میں دکھلائے۔ یہ بڑا بھاری

عیسائی اسلام کے الزام کے نیچے ہیں تیرہ سو برس سے

قرضہ نصاریٰ کی گردن پر ہے اور تیرہ سو برس سے برابر چلا آتا ہے۔ ان کی غیرت کا اگر ان میں ہوتی یہ مقتضا ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اس خطرناک الزام سے بری ہوتے۔ کہاں یہ کہ وہ ایک شخص کو خدا اور الفا امیگا کہیں اور کہاں یہ کہ اسلام مٹی سے بنے ہوئے آدمی سے کسی طرح بھی بڑھکر اُسے نہ مانے اور نہ ماننے دے۔

الحاصل ذوق نے سلسلہ سخن دراز کر دیا۔ اگرچہ سچی بات تو یہ ہے کہ دل ہنوز سیر نہیں ہوا اور اس جوش سے ابالب ہے۔ کہ **خاتم النبیین** (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عظمت اور شان کی نسبت بہت کچھ بیان کرے اور نصاریٰ کے ظلم عظیم سے خوب جی بھر کر انتقام لے مگر اصل موضوع کتاب سے بات باہر نکلی جاتی ہے۔ بات یہ شروع ہوئی تھی کہ نصاریٰ کی طرح شیعہ بھی بالبداہت اپنے مسلم اماموں کو معصوم (اپنے خیالی معنوں میں) اور مقدس اور وصی اور ولی اور ہر قسم کے کمالات کے جامع اور منصور اور مظفر اور اولو العزم انبیاء کے برابر یا کچھ زیادہ مانتے ہیں اور بلا کسی قسم کے سوچ اور فکر کی زحمت اُٹھانے کے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو ان تمام پُرفتن گالیوں کے مستوجب قرار دیتے

شیعوں نے خدا کے کلام کو معیار نہیں مانا

ہیں جو ہمیشہ انکے پیٹ میں ناکوں ناک بھری رہتی ہیں۔ حال آنکہ حق تو یہ تھا۔ کہ ایک معیار قایم کرتے اور کہرے کہوٹے کو اسی محک پر کس کر کہرے کو لیتے اور کہوٹے کو رد کرتے۔ اور وہ معیار اپنی طرف سے اپنے ہی خیالات کی تراشی

خدا کے کلام کے نزدیک معیار کیا ہے

ہوئی نہ ہوتی۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی قایم کی ہوئی معیار

ہوتی مگر افسوس اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کے حکیم کلام نے ایک ہی معیار قائم کیا ہے جس سے خدا کے ماموروں خدا کے اماموں خدا کے ولیوں اور خدا کے وارثوں اور دوسروں میں کُھلا امتیاز اور فیصلہ ہوجاتا ہے وہ اعمال اور اعمال کے نتائج ہیں۔

آؤ تو ہم اور تم اپنے اپنے نقد کو اس خدا کی کسوٹی پر کسیں تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد مگر یاد رکھو یہ کسوٹی قیامت تک تمہیں سُرخ رو نہ ہونے دیگی۔ جیسے نصاریٰ کے ہاتھ میں یسوع کی الوہیت پر کوئی دلیل نہیں بجز انکے اپنے ہی گھڑے ہوئے توہمات کے اسی طرح تمہارے ہاتھ میں بھی خدا کے کام اور خدا کے کلام کے رُو سے کوئی برہان نہیں کہ وصی اور ولی اور مستحق اول حضرت علیؓ تھے اور وہ سارا گھرانا جسے تم نے بنی اسرائیل کی طرح خدا کا کنبہ اور خدا کے اکلوتے اور کیا کیا مان رکھا ہے انبیا کے مثیل یا ان سے بھی بڑھکر تھے۔ اعمال دکھاؤ۔ کارنامے پیش کرو۔ اور کتاب اللہ اور اسلام کی خدمات بیان کرو۔ خدا کے لیئے سوچو۔ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے۔ ایک قوم ہے جن کی تائید میں تم اس سے زیادہ کچھ بہادری نہیں دکہا سکتے کہ یا تو چند رطب یابس اقوال پیش کرتے ہو یا دو چار کہانیاں اور فضول افسانے سنا دیتے ہو اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کی تائید وحمایت میں دو زبردست گواہ سدا کمربستہ کھڑے رہتے ہیں اور قیامت تک اسی طرح کھڑے رہینگے وہ ہیں خدا تعالیٰ کا کلام (قرآن کریم) اور خدا تعالیٰ کا کام۔ خدا تعالیٰ نے جو نشان اپنے کلام میں امامت اور ولایت اور استحقاق خلافت کے لیئے مقرر کیئے ہیں۔ وہ بلحاظ اعمال ونتائج اعمال کے انہیں پر صادق آئے اور خدا کے فعل نے عملاً انہیں اوروں پر فضیلت اور ترجیح دیکر اور واقعی منصور مظفر خلیفے بناکر شہادت دیدی کہ وصی اور ولی حقًا اور صدقًا وہی تھے۔ یہ خدا کا فعل چاہیئے کہ ہر ایک مومن کو پیارا لگے۔ اگر تمہارے دلوں میں واقعی اسلام سے محبت ہے اور اسلام کے لباس میں کوئی اور اغراض پنہاں نہیں تو خدا کے قول اور فعل سے تمہیں اتنا بغض کیوں ہے؟ تمہیں اپنے ارادوں اور خواہشوں کی اتنی ترجیح کیوں ہے؟ خدا کے ارادے اور مشیت کو سر آنکھوں پر قبول کرو اگر حقیقتہً اس قرآن اور اسلام سے تعلق ہے۔

شیعوں کے اعتقاد کی بنا پر خدا اور قرآن اور رسول تینوں پر حرف آتا ہے

سوچو اور غور کرو خدائے اسلام کی یہ صفت کہ وہ حی وقیوم ہے اور اسکی یہ صفت یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید اور اس کی یہ صفت وما نحن بمسبوقین۔ اور اس کی یہ صفت وما ھم بمعجزین۔ اور اس کی یہ صفت وما کان اللہ لیعجزہ من شیء فی السمٰوات والارض انہ کان علیمًا قدیرًا۔ اور اسکی یہ صفت

انہ بکل شئ محیط۔ اور اسکی یہ صفت فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ اور انّ اللہ لا یخلف المیعاد۔ باایں ہمہ وہ ایک امر کا ارادہ کرے اور وہ پورا نہ ہو۔ ازل میں اس کا ارادہ ہو۔ اور اسکی مشیت نفاذ پاچکی ہو کہ جناب علی (رضی اللہ عنہ) خلیفہ اوّل اور منصور اور فاتح البلاد خلیفہ ہوں۔ اور یہ اولیت دین اسلام کے لیئے ضروری ہو۔ نہیں خدا اور خدا کی خدائی اور اس کے رسول کی رسالت کے ثبوت کے لیئے ضروری ہو بلکہ خدائی اور رسالت بالکل اسی پر موقوف ہو اور تعجب کہ ایک کمزور انسان کی طرح خدا کی دل کی دل میں ہی رہے۔ نہیں بلکہ اپنے کلام میں لکھ بھی دیا ہو اور ایک زور آور مخلوق اس سارے کارخانہ کو ملیامیٹ کردے۔

اور قرآن کریم کی یہ صفت کہ وہ کتاب محفوظ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور اس کی یہ صفت وانہ لذکر لک ولقومک یعنی یہ قرآن تیرے لیئے اور تیری قوم کے لیئے ذکر یعنے شرف کا موجب ہے۔ اور اس کی یہ صفت ھذا کتاب مبارک انزلناہ۔ یعنی اس کتاب میں بڑی بڑی برکات ہیں اور اسکی تعلیم تزکیہ نفوس اور تصفیہ بواطن کیلیئے خاص اثر رکھتی ہے لیکن تم لوگوں کے اعتقاد کے بموجب نہ وہ محفوظ ہے اور نہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے لیئے موجب شرف اور عزت افزائی کا ہوا اور نہ مبارک کتاب ہے۔ محفوظ ان معنوں میں نہیں کہ خدا تعالےٰ کی حفاظت کا مدعا یہ ہے کہ اسکی صورت اور حقیقت دونوں محفوظ ہوں یعنی جیسے اسکی ظاہری قرأت مسلم اور محفوظ چلی جائے ویسی ہی اس کی تعلیم اور اسکے مقاصد کی راہ میں کوئی روک پیدا نہ ہو۔ مگر تمہارے اعتقاد کے موافق اول الدین دردی پہلی ہی منزل میں ناکامی ہوئی اور بڑی بھاری اور مقصود بالذات غرض اور تعلیم حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی وصایت اور ولایت اور خلافت کے متعلق خاک میں ملگئی۔ اور برکات کا یہ حال کہ پہلا تیار کیا ہوا سارا گروہ کا گروہ منافق اور مرتد اور کافر ثابت ہوا۔ اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفت یاایھا النبیّ بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتک اور اسکی یہ صفت انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین۔ وما ھو علی الغیب بضنین۔ یعنی یہ رسول کریم کی بات ہے۔ جو خداوند عرش کے ہاں بڑا درجہ اور مکانت رکھتا ہے۔ اور اسکا کہا رد نہیں ہوتا اور ان سب صفات سے بڑھکر یہ ہے کہ وہ امین ہے اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کا مظہر ہیں اور درحقیقت یہ صفات آپ ہی کے ہیں اور آپ ان دعووں میں مجنون نہیں ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ اس ذریعۂ ایصال کلام حق کو صاف صاف دیکھ چکے ہیں اسلیئے

ہوتی مگر افسوس اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کے حکیم کلام نے ایک ہی معیار قائم کیا ہے جس سے خدا کے ماموروں خدا کے اماموں خدا کے ولیوں اور خدا کے وارثوں اور دوسروں میں کھلا امتیاز اور فیصلہ ہوجاتا ہے وہ اعمال اور اعمال کے نتائج ہیں۔

آؤ تو ہم اور تم اپنے اپنے نقد کو اس خدا کی کسوٹی پر کسیں تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد مگر یاد رکھو یہ کسوٹی قیامت تک تمہیں سُرخ رو نہ ہونے دیگی۔ جیسے نصاریٰ کے ہاتھ میں یسوع کی الوہیت پر کوئی دلیل نہیں بجز انکے اپنے ہی گھڑے ہوئے توہمات کے اسی طرح تمہارے ہاتھ میں بھی خدا کے کام اور خدا کے کلام کے رُو سے کوئی برہان نہیں کہ وصی اور ولی اور مستحق اول حضرت علیؓ تھے اور وہ سارا گھرانا جسے تم نے بنی اسرائیل کی طرح خدا کا کنبہ اور خدا کے اکلوتے اور کیا کیا مان رکھا ہے انبیا کے مثیل یا ان سے بھی بڑھکر تھے۔ اعمال دکھاؤ۔ کارنامے پیش کرو۔ اور کتاب اللہ اور اسلام کی خدمات بیان کرو۔ خدا کے لیئے سوچو۔ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے۔ ایک قوم ہے جن کی تائید میں تم اس سے زیادہ کچھ بہادری نہیں دکہا سکتے کہ یا تو چند رطب یابس اقوال پیش کرتے ہو یا دو چار کہانیاں اور فضول افسانے سنا دیتے ہو اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کی تائید وحمایت میں دو زبردست گواہ سدا کمربستہ کھڑے رہتے ہیں اور قیامت تک اسی طرح کھڑے رہینگے وہ ہیں خدا تعالیٰ کا کلام (قرآن کریم) اور خدا تعالیٰ کا کام۔ خدا تعالیٰ نے جو نشان اپنے کلام میں امامت اور ولایت اور استحقاق خلافت کے لیئے مقرر کیئے ہیں۔ وہ بلحاظ اعمال اور نتائج اعمال کے انپر صادق آئے اور خدا کے فعل نے عملاً انہیں اوروں پر فضیلت اور ترجیح دیکر اور واقعی منصور مظفر خلیفے بنا کر شہادت دیدی کہ وصی اور ولی حقاً اور صدقاً وہی تھے۔ یہ خدا کا فعل چاہیئے کہ ہر ایک مومن کو پیارا لگے۔ اگر تمہارے دلوں میں واقعی اسلام سے محبت ہے اور اسلام کے لباس میں کوئی اور اغراض پنہاں نہیں تو خدا کے قول اور فعل سے تمہیں اتنا بغض کیوں ہے؟ تمہیں اپنے ارادوں اور خواہشوں کی اتنی ترجیح کیوں ہے؟ خدا کے ارادے اور مشیت کو سر آنکھوں پر قبول کرو اگر حقیقۃً اس قرآن اور اسلام سے تعلق ہے۔

شیعوں کے اعتقاد کی بنا پر خدا اور قرآن اور رسول تینوں پر حرف آتا ہے

سوچو اور غور کرو خدائے اسلام کی یہ صفت کہ وہ حی وقیوم ہے اور اسکی یہ صفت یفعل مایشاء ویحکم مایرید اور اس کی یہ صفت وما نحن بمسبوقین۔ اور اس کی یہ صفت وماھم بمعجزین۔ اور اس کی یہ صفت وما کان اللہ لیعجزہ من شیٔ فی السمٰوات والارض انہ کان علیما قدیرا۔ اور اسکی یہ صفت

انہ بکل شئ محیط۔ اور اسکی یہ صفت فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ اور ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ باایں ہمہ وہ ایک امر کا ارادہ کرے اور وہ پورا نہ ہو۔ ازل میں اس کا ارادہ ہو۔ اور اسکی مشیت نفاذ پا چکی ہو کہ جناب علی (رضی اللہ عنہ) خلیفہ اوّل اور منصورا ور فاتح البلاد خلیفہ ہوں۔ اور یہ اولیت دین اسلام کے لیے ضروری ہو۔ نہیں خدا اور خدا کی خدائی اور اس کے رسول کی رسالت کے ثبوت کے لیے ضروری ہو بلکہ خدائی اور رسالت بالکل اسی پر موقوف ہو اور تعجب کہ ایک کمزور انسان کی طرح خدا کی دل کی دل میں ہی رہے۔ نہیں بلکہ اپنے کلام میں لکھ بھی دیا ہو اور ایک زور آور مخلوق اس سارے کارخانہ کو ملیامیٹ کر دے۔

اور قرآن کریم کی یہ صفت کہ وہ کتاب محفوظ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور اس کی یہ صفت وانہ لذکر لک ولقومک یعنی یہ قرآن تیرے لیئے اور تیری قوم کے لیئے ذکر یعنی شرف کا موجب ہے۔ اور اس کی یہ صفت ھذا کتاب مبارک انزلناہ۔ یعنی اس کتاب میں بڑی بڑی برکات ہیں اور اسکی تعلیم تزکیہ نفوس اور تصفیہ بواطن کیلیئے خاص اثر رکھتی ہے لیکن تم لوگوں کے اعتقاد کے بموجب نہ وہ محفوظ ہے اور نہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے لیئے موجب شرف اور عزت افزائی کا ہوا اور نہ مبارک کتاب ہے۔ محفوظ ان معنوں میں نہیں کہ خدا تعالےٰ کی حفاظت کا مدعا یہ ہے کہ اسکی صورت اور حقیقت دونوں محفوظ ہوں یعنی جیسے اسکی ظاہری قرأت مسلم اور محفوظ چلی جائے ویسی ہی اس کی تعلیم اور اسکے مقاصد کی راہ میں کوئی روک پیدا نہ ہو۔ مگر تمہارے اعتقاد کے موافق اول الدین در دی پہلی ہی منزل میں ناکامی ہوئی اور بڑی بھاری اور مقصود بالذات غرض اور تعلیم حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی وصایت اور ولایت اور خلافت کے متعلق خاک میں ملگئی۔ اور برکات کا یہ حال کہ پہلا تیار کیا ہوا سارا گروہ کا گروہ منافق اور مرتد اور کافر ثابت ہوا۔ اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفت یاایھا النبی بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتک اور اسکی یہ صفت انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون ولقد راٰہ بالافق المبین۔ وما ھو علے الغیب بضنین۔ یعنی یہ رسول کریم کی بات ہے۔ جو خداوند عرش کے ہاں بڑا درجہ اور مکانت رکھتا ہے۔ اور اسکا کہا رد نہیں ہوتا اور ان سب صفات سے بڑھکر یہ ہے کہ وہ امین ہی اور آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کا مظہر ہیں اور درحقیقت یہ صفات آپ ہی کے ہیں اور آپ ان دعووں میں مجنون نہیں ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ اس ذریعۂ ایصال کلام حق کو صاف صاف دیکھ چکے ہیں اسلیئے

ضروری ہے کہ آپ کے تمام دعوے اور پیشگوئیاں سچی ہوں اور غیب کے پہنچانے میں آپ بخیل نہیں ہیں یعنی خدا تعالےٰ کا سارا منشا اور مقصد اس کتاب مجید میں آگیا ہے باہر کوئی بات نہیں رہی سب آپکے وعدے اور وصیتیں اسی میں مذکور ہیں۔ یہ نہیں کہ اس میں مذکور نہیں اور کسی اور کتھا یا قصے کی ضرورت باقی رہگئی ہے۔ جسکی تلافی کسی حدیث یا انسانی دست زدہ روایت نے کی ہے۔

اب غور کرو شیعوں کے اعتقاد کی بناپر آنحضرت نہ کریم ہیں نہ کلین ہیں نہ امین ہیں اور نہ مبلغ رسالات رب ہیں اور نہ مطاع ہیں اسلیئے کہ بقول شیعوں کے آپ سارے ارمان دل میں لیکر اُٹھے دو باتیں دل ہی میں رہے۔ میرا خلیفہ علی ہے۔ میرا وصی علی ہے۔ لوگو بس یہی ہے جو کچھ ہے۔ باقی سب چور اُچکے کچے بودے۔ نکمے۔ بیہودے اور میرے دشمن ہیں۔ اور یہ دو ننھے چھ چھ سات سات برس کے لڑکے حسنؑ اور حسینؑ یہی ہیں جو کچھ ہیں۔ بس میری ساری جائیداد۔ میرا علم۔ میرا تجربہ۔ میری ساری وحی۔ نظام عالم کے چلانے کی ساری کل۔ علوم کے خزانے اور قوموں پر فتوحات حاصل کرنے اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے کی کنجیاں اور میرے چال چلن کا نمونہ یہ دو ننھے نابالغ لڑکے ہیں۔ جنہوں نے اگرچہ ہنوز میری صحبت بھی نہیں پائی اور ہنوز ان کے دودھ کے دانت ہیں اور گو میں نے چالیس سال کے بعد رسالت پائی اور اگرچہ سنت اللہ یہی ہے کہ قویٰ اپنے وقت پر جاکر کامل ہوتے ہیں اور نمونہ کے قابل انسان ایک عمر کے دراز حصے کے بعد ہوتا ہے۔ مگر میرے بخاطر اس دھکے اور جبر کو مان لو اور آنکھ بند کرکے مان لو کہ یہ ابھی سے سب کچھ ہو گئے ہیں۔ ہاں یاد رکھنا ان بچوں کو دوسرا قرآن ماننا۔ اور اگرچہ خدا کے سلسلہ میں خون اور گوشت کے رشتے ملحوظ نہیں ہوتے اور نبی کی شان اور صداقت کی نشانی یہی ہے کہ وہ دنیوی بادشاہوں کی طرح اپنے کنبے کے لیئے سلطنت کی تجویزیں نہ کرے۔ مگر میری خاطر میری یہ نرالی وصیت مان لو۔ غرض آپ چیختے چلاتے گذر گئے۔ اور کچھ نہ بنا۔ خدا جانے اب بھی کیا حال ہوگا!!!

رسالت کی شان کے خلاف ہے کہ کسی کو جسم کے لحاظ سے وصی قرار دے یا ننھے بچوں کی پیروی پر مجبور کرے

الغرض شیعوں کے اعتقاد کو امام بنا کر اتنے مفاسد لازم آتے ہیں کہ دنیا کے مذاہب میں قابل فخر اور ممتاز اور فطرت انسانی کے موافق مذہب اسلام بدترین مذاہب اور بچوں کا کھلونا اور نہایت قابل مضحکہ مذہب بن جاتا ہے کاش یہ لوگ کبھی غور اور تامل سے اپنے عقاید کو سوچیں اور نصرانیوں اور بُت پرستوں کی طرح آنکھ بند کیئے مانتے جانا چھوڑ دیں۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادّوه الیك وجاعلوه من المرسلین۔ اور اس سورت کے آخر میں فرمایا۔

ان الذی فرض علیک القراٰن لرادّک الی معاد قل ربّی اعلم من جاء بالھدٰے ومن ھو فی ضلالٍ مّبین۔ وما کنت ترجوا ان یلقیٰ الیک الکتاب الا رحمۃ من رّبک فلا تکونن ظھیرا للکافرین۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ تو موسیٰ کو دودھ پلا۔ پس جب تجھے اس کی جان کا اندیشہ ہو اسے دریا میں ڈالدے اور اس وقت خوف اور حزن کو دل میں راہ نہ دینا ہم اسے تیرے پاس پھر لائیں گے۔ اور اسے ان مرسلوں میں سے (جو اپنے دشمنوں پر غالب ہوئے) ایک مرسل بنائینگے۔ جسنے تجھپر قرآن نازل کیا (یعنے اس موسیٰ کے قصہ اور اُسکے رنگ میں تیری کامیابی کی پیشگوئی کے لوگوں کو پڑھ سُنانے کا حکم دیا ہے۔ اس مماثلت اور پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے) وہ تجھے ضرور معاد (مکہ۔ ام القریٰ) کی طرف واپس لائیگا۔ کہدے میرا رب اسے بھی خوب جانتا ہے۔ جو ہدایت لایا (اور اسلئے ضرور ہے کہ وہ کامیاب ہو) اور اسے بھی جانتا ہے۔ جو ضلال مبین میں ہے (اور اس لیئے ضرور ہے کہ وہ ہلاک ہو۔) اور تجھے اُمید نہ تھی کہ الکتاب تجھپر القا ہوگی۔ (یعنی ایسی زبردست پیشگوئی کہ میں موسیٰ کی طرح کامیاب ہوجاؤنگا۔ اور میرے دشمن فرعونیوں کی طرح تباہ ہوجائینگے تیرے توے کی پہونچ اور بشری طاقتوں سے باہر تھی) ہاں یہ تیرے رب کی رحمت ہے۔ (کہ تجھے ایسا منصور و مظفر رسول بنایا ہے۔ اور ایسے قادرانہ دعوے تیری موُنھ سے نکلوائے ہیں) تو (اب اس نصرت الٰہی اور اعداء پر غالب آنیکے شکر میں) کافرونکا مددگار کبھی نہ ہونا (اسی طرح جیسے خدا کے انعامات دیکھکر موسیٰ نے کہا تھا۔ رب بما انعمت علی فلن اکون ظھیرا للمجرمین)

اور اس بات کے دکہانے کے لئے کہ وہ وعدہ معاد دونوں بزرگ نبیونکے حق میں پورا ہوا۔ فرمایا۔ فرددناہ الی امہ کی تقر عینھا ولا تحزن ولتعلم ان وعد اللہ حق ولکن اکثرھم لا یعلمون ولما بلغ اشدہ واستوی اٰتینہ حکماً وعلماً وکذالک نجزی المحسنین۔ پھر ہم نے (حسب وعدہ) اسے اس کی اُمّ کو واپس دیا تو کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو (اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُم (ام القریٰ۔ مکہ) بھی آپکی واپسی پر خنک چشم اور خوش و خورم ہوئی۔ یعنی آپ کا مکہ میں واپس آنا اور اسے فتح کرنا ہی مکہ کی اصلی غرض تھی۔ اور مکہ کی آئندہ کی سرسبزی اور آبادی اور برکت اسی پر موقوف تہی اور ہجرت کے بعد مکہ اسی طرح آپ کے پھر آنیکی راہ تکتا تہا۔ جیسے موسیٰ کی ماں دریا میں پھینکنے کے بعد اپنے لخت جگر کو پھر گود میں دیکھنے کیلیئے تڑپتی تھی) اور وہ اس نتیجہ پر پہونچ جائے۔ کہ اللہ کا وعدہ حق ہوتا ہے پر (اس اُمر کو) انمیں سے بہتیرے نہیں جانتے (اس میں یہ اشارہ ہے کہ عرب کے مشرکین اسوقت اس بات سے بے خبر ہیں

کہ جیسے وہ ذلیل کرکے نکالینگے۔ وہ فاتح ہو کر پھر مکہ میں داخل ہوگا) اور جب موسےٰ پوری قوت کو پہنچگیا اور اس کے قوائے ہماری مخاطبت اور امانت کا بار اُٹھانے کے قابل ہوگئے ہم نے اسکو حکم اور علم دیا اور (یہ اسی پر موقوف نہیں) ہم تو اسی طرح محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور عنقریب ایک محسن کو اسی رنگ کی جزا دینگے۔ حکم اور علم سے مراد ہی مومنین اور کافرین میں فیصلہ کرنے کے لیئے حکم یا حاکم بننا اور ایسے منصب جلیل کے شایاں شان علم سے بہرہ مند ہونا یعنے آخر کار کفار کی ہلاکت کا فتوے دینا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی طرح کفار مکہ کی قسمتوں کا فیصلہ آپکی حکومت کے ہاتھ میں ہوگا۔

قصص انبیاسے قرآن کا مقصد کیا ہے۔

قرآن حکیم کا داب ہے کہ اس بات کے ظاہر کرنیکے لیئے کہ فلاں فلاں قصہ میں باہم مماثلت ہے ان دونوں میں کوئی لفظ یا الفاظ مشترکہ رکہدیتا ہے۔ اسلیئے کہ واقعات انبیا (علیہ السّلام) جو قرآن میں مذکور ہوئے ہیں خصوصًا جناب موسیٰ کے واقعات انکا موضوع و مقصد حضور سرورعالم (علیہ الصلوۃ والسّلام) کی مبارک زندگی ہے قرآن کریم نے التزام کیا ہے کہ ان میں الفاظ یا اشارات ایسے رکہدیتا ہے کہ ان کی وساطت سے فورًا ذہن آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے واقعہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اس سورت میں اصلی مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ایکدفعہ اس سرزمین (مکہ) سے ظالموں کے ظلم کے ہاتہوں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نکل جائینگے۔ مگر پھر کامیاب اور فاتح کی صورت میں اس میں واپس آئینگے۔ اور اس بے کسی اور کس مپرسی اور مہجوری کے بعد آپ ایک عظیم الشان سلسلے اور دولت کے بانی ہوں گے جسکا دامن قیامت تک لمبا ہوگا اور دشمنوں کے املاک واموال سب آپ کے قبضہ میں آجائیں گے۔ ایسی حالت میں جو مکہ کے اندر آپکی تھی اُس آنیوالی شان دار حالت کا لوگوں کو سمجھانا بہت نازک امر تھا۔ خداوند حکیم نے اس بھید کو اور اَور بھی بہت سے مصالح کو مدنظر رکھکر جناب موسےٰ (علیہ السلام) کے قصے کے پیرایہ میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوانح سمجھانی چاہی ہے۔ چنانچہ آپکی اس بیکسی اور بے بسی کی تصویر دکہانیکے لیئے جناب موسیٰ کی کمال بے کسی کے واقعہ اور ترحم انگیز قصے پیاری ماں کی گود سے چھن جانے اور خونخوار دریا کی موجوں کے موںھ میں پھینکے جانے کو بیان فرمایا ہے۔

ان الّذی فرض علیك القران لرادك الی معاد۔ اس تمام سورت میں اصل دعویٰ اور تبلیغ کی غرض اور علت غائی ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اسکے لئے بطور استدلال کے ہی۔ ان دونوں قصوں میں مماثلت کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے لفظ راد اور معاد اورام مشترک رکہدیئے ہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السّلام) کی زندگی اور بقا اور آیندہ کی کامیابی کیلیئے ضروری تہا کہ وہ پھر

جنت الماوٰے میں جگہ دی۔ چونکہ اُمت کے لیئے یہ دونوں پاک وجود ظلی طور پر خود جناب رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں۔ اس لیئے کہ امت محمدیہ بار دیگر اور از سر نو انہی سے چلی اور ان ہی کی کوششوں سے بڑھی اور پھولی اور ان ہی کی حمایت میں دشمنوں کی دست بردسے بچی اور آیندہ کے لیئے انہوں ہی نے اسکی ترقی کی راہیں صاف کیں۔ اس لئے رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرح ضروری تھا کہ ان کے آثار بھی محفوظ رہتے۔ یہ بڑا بھاری نشان ہے۔ اور اس میں تمام جہان خصوصًا مومنوں کے لئے بھاری سبق ہے اور خدائے حکیم کی قیامت تک ناطق آواز ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے اس لانظیر فعل میں غور کریں اور اس بنا پر اپنے ایمان وعقاید کی عمارت بنائیں۔ کیوں خدا تعالیٰ نے آدم کا نشان مٹا دیا۔ نوح کے آثار مٹا دیئے۔ ابراہیمؑ۔ اسحٰق۔ یعقوبؑ۔ داؤد۔ سلیمانؑ اور موسٰے کے نشان مٹا دیئے مگر آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو یوں قایم اور بحال رکھا جیسے آفتاب اور ماہتاب بلاتبدیل قایم ہیں۔ نہیں نہیں آفتاب و ماہتاب تو ایک عرصہ کے لیئے غائب بھی ہوجاتے ہیں مگر وہ قوم کی جان اور قوم کے امام اور خدائے قیوم وحیّ کے وارث رات دن کی گھڑیوں میں یکساں نمایاں اور عیاں ہیں۔ اگر سارا جہان مل کر ابوبکرؓ و عمرؓ کے مناقب میں اتنی کتابیں لکھے کہ فضائے عالم اُن سے بھر جائے جب بھی خدا تعالےٰ کے اس پُرحکمت فعل کے مقابل جس نے اُنکے لیے حقیقی اور ابدی منقبت اور لسان صدق اور تمجید کا سامان کیا ہے کوئی بڑا کارنامہ اور احسان یادگار میں نہ چھوڑیں گے۔ خدا کا وُہ پرحکمت فعل یہ ہے کہ اُنکو اپنے محبوب ومصطفےٰ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سلایا ہے مجھے رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ کیوں شیعوں نے خدا تعالےٰ کے اس پُرحکمت فعل کو عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ یہ فعل کوئی ہزل نہ تھا۔ یہ تو قول فصل تھا* ساری دُنیا اس تمنا میں مرمٹی ہے اور کیا کیا کوششیں نہیں کرتے کہ مکہ میں موت آوے

> حضرت رسولکریمؐ کی طرح شیخین بھی معصوم ومحفوظ ہیں اور یہ سب کچھ ازلی ارادے اور علم وحکمت کی بنا پر ہوا

فائدہ

* جہان تک مَیں غور کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ کی خشیت اور تقوٰے کو مدنظر رکھکر سوچتا ہوں اور کئی سال سے متصل اس میں غور وفکر کی ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ کا یہ پُرحکمت فعل بڑی بھاری حجت معلوم ہوتا ہے شیخینؓ کی حقیت وفضیلت کے منکروں پر۔ اگر خدا تعالےٰ چاہتا اور اُسکے مقصد کے خلاف ہوتا تو اس بیّن فضیلت کا وارث ابوبکر وعمر کو ہرگز ہونے نہ دیتا۔ خدا تعالےٰ کی لاتبدیل سنت ہے کہ اُس نے باطل کو ایسے لوازم اور صفات سے کبھی متصف نہیں ہونے دیا کہ سلیم الفطرت غور کرنے والے اس کے متعلقات میں فکر کرتے کرتے آخر کار حیرت اور تردد کے غلبہ کیوجہ سے

اور مدینہ میں دفن ہوں اور اسی اعتقاد کا یہ اثر ہے کہ بزرگوں کے مزاروں کے پاس قبرستان

چلا اُٹھیں کہ حق کے لوازم وصفات اور باطل کے لوازم وصفات میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ لہذا ہم اُن میں تفریق نہیں کر سکتے اور نہ ایک کو دوسرے پر ترجیح وتفضیل دے سکتے ہیں۔ اگر ہر ایک چیز اپنے لوازم اور علامات کے ساتھ پہچانی نہ جا سکتی اور کلام الٰہی اور فعل الٰہی میں علمی اور حکیمانہ نظام نہ ہوتا تو جہاں کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور اس منتشر اور بے جوڑ اور بے ربط کلام اور کام سے علوم حقہ اور صداقتیں ہرگز پیدا نہ ہو سکتیں۔ مگر ایسا نہیں۔ اس حکیم خدا نے جیسے اپنے کلام میں دعویٰ کیا ہے ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر ھل تریٰ من فطور ثم ارجع البصر کرّتین ینقلب الیك البصر خاسئا وّھو حسیر۔ (رحمٰن کی خلقت میں تجھے بے ربطی اور نقص اور اختلال نظر نہ آئیگا۔ خوب دھیان کر اور نگاہ دوڑا اور بتا اگر تجھے اس نظام میں کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر نظر ثانی کرلے۔ مگر یاد رکھ تیری نکتہ چین نگاہ ہر طرف سے راندہ ہو کر اور تھک کر واپس آئیگی۔ خلق کو رحمٰن کی طرف مضاف کرنے سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا نظام ارضی وسماوی رحمانیت کے تقاضے سے بنا ہے اور اس لیئے کہ غرض اس سے یہ رکھی گئی ہے کہ انسان کامل اس سے مستفید ہو اور اس کے استعمال سے رحمانیت کی منشاء کے موافق منافع و فواید حاصل کرے۔ اسکا نظام ایسا بنایا ہے کہ اس سے وہ منافع مترقبہ اور منتظرہ جائز اور مناسب سعی کیساتھ ملسکیں اور یہ مفید نتیجہ ہرگز حاصل نہ ہوتا اگر یہ نظام علم اور حکمت کے شیرازہ سے منتظم اور مستحکم نہ کیا جاتا۔ اسکی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ الرحمٰن علم القراٰن۔ ان دونوں میں یکجائی طور پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالےٰ نے رحمانیت کے تقاضے سے نظام ارضی اور سماوی کو انسان کے فائدہ کے لیئے بنایا ہے ویسے ہی اسکے منافع ومقاصد کی تکمیل اور نظام ارضی وسماوی کے منافع سے مستفید ہونے کے لیئے اسکی رحمانیت کے تقاضے نے قرآن کریم کو بطور دستور العمل اور رہنما کتاب کے بنایا ہے اور اس لیئے کہ علوم حقہ اور صداقتیں نظام اور ربط کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتیں ان دونوں بزرگ اور محفوظ سلسلوں میں مضبوط نظام رکھا ہے انشاءاللہ ہم آگے چل کر ایک مستقل مضمون اسپر لکھینگے اور وہاں شیعوں کے اس شبہ کو رد کرینگے۔ کہ قرآن کریم غیر محفوظ اور بے ربط اور ہر ایک باطل اور حق کا یکساں یار و مددگار ہے) آفاق میں فی الحقیقت ایسا ہی مربوط نظام رکھا ہے چنانچہ کوئی دانشمند قانون قدرت کے لاانتہا شعبوں سے کسی ایک شعبہ میں خفیف سی بے ترتیبی اور فساد کا قائل نہیں ہوا۔

بنائے جاتے ہیں اور در حقیقت یہ بات بالکل حق اور حقیقت ہے وہ سرزمین جہاں خدا کا کوئی ولی

جب ہم دیکھتے ہیں اور صاف دیکھتے ہیں کہ ہر باطل کے ساتھ ایسے نشان چمٹا دیئے گئے ہیں۔ جو اس کے بطلان کو ہر دقیقہ رس آنکھ میں صاف چمکا دیتے ہیں اور حق کی پیشانی میں ایسی چمک رکھی گئی ہے جو ایک مبصر کو ایک نگاہ سی شیدا کر لیتی ہے۔ تو ہمیں خدا تعالیٰ کے اس نظام میں نتیجہ مطلوب پر پہنچنے کے لئے غور کرنے میں نہ تو زیادہ دیر لگتی ہے اور نہ زیادہ زحمت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ہمیں خدا تعالےٰ کا صاف اور واضح ارادہ اس نظام کے اوراق پر جلی حرفوں سے لکھا ہوا نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اُس نے جس گہری مصلحت کے لیئے یہ چاہا ہے کہ حضرت رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ظاہری اور جسمانی نشان کو بھی آپکے روحانی اور حقیقی نشان فرقان حمید کی طرح برقرار رکھے اسی طرح اُس نے ازل سے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ آپکے ظاہر اور باطن کے مؤیدوں اور خادموں (شیخین رض) کے ظاہری نشانوں کو بھی قایم اور دائم رکھے یہ ایک حق اور حقیقت ہے خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی صفات اور وجود نبوت اور اسکی صفات اور خود اسلام کی فطرت اسکی تائید میں ہے۔ اسلیئے کہ حضرت ابو بکر رض اور عمر رض کا حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں سونا اگر کسی اور رنگ میں لیں (جیسا کہ شیعہ نے بدقسمتی اور ناعاقبت اندیشی سے اُسے بُرے رنگ میں دکھلایا ہے۔ اور جس کا میں عنقریب ذکر کرونگا (انشاء اللہ تعالےٰ) تو معاً الوہیت کاملہ کی صفت کاملہ اور نبوت تامہ کی صفات تامہ اور اسلام پر خوفناک الزام آتا ہے۔ اور یہ سلسلہ خدا اور نبوت اور اسلام کا ایک قابل مضحکہ اور سکھوں کے نااہل غیر منتظم اور علوم حقہ کے دشمن زمانہ کا ہمرنگ بن جاتا ہے۔

وہ اللہ جس نے قرآن میں دعوےٰ کیا کہ باطل الاہوں سے عزت اور جلال چھین کر اُسے اپنے ہی لئے مخصوص کر لیگا۔ اور آخر اس دعوےٰ کا عملی ثبوت یوں دیا کہ بیت اللہ سے تمام معبودوں کو خارج کر کے عرب کی زمین سے ہمیشہ کے لئے اُنہیں نیست و نابود کر دیا اور وہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا لازوال علم نصب کیا۔ وہ حکیم اللہ جسنے اپنے قول کی ابدی لاج رکھنے کے لیئے کہ ہم نے اس ذکر کو اتارا ہے۔ اور ہم ہی اسکے محافظ رہیں گے (اسلیئے کہ ذکر رسول کریم اور قرآن کریم دونوں پر اطلاق ہوا ہے) ایک جہان کی متفق کوششوں اور منفرد حیلوں کا استیصال کر کے حضرت رسول کریم کے آثار کی ایسی محافظت کی کہ اس فعل کی کوئی نظیر کسی مقدس تاریخ میں پائی نہیں گئی۔ وہ قادر غالب علے الامر مدبر بالارادہ وہ ذات پاک جسنے ازل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی خدائی اور زندہ دین اور زندہ کلام اور زندہ انسان

اور برگزیدہ سویا ہو وہ رحمت اور برکت کی زمین ہوتی ہے اور روح کے تعلق کیوجہ سے اسجگہ کیساتھ

اور زندہ مکان کی صداقت کے ثبوت کے لیئے ایک معنی میں ظاہری طور پر بھی حضرت خاتم النبیین (صلے اللہ علیہ وسلم) کو زندہ رکھیگا۔ اور زمانہ کے انقلاب کو اس کے نشان پر دستبرد کی کبھی اجازت نہ دیگا۔ اسنے پسند کرلیا یا وہ روا رکھنے پر مجبور کیا گیا۔ کہ اسکی الوہیت کاملہ کے منشاء اور ارادی کے خلاف اور اُسکی قدرت اور غالبیت اور تدبیر اور حکمت پر پانی پھیر کر دو اور وجود رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ابدی زندگی اور ایک نشان اور قابل فخر زندگی میں شریک ہو جائیں؟ وہ حکیم کتاب اور معجز کتاب جسکی صداقت اور ممتاز کتاب ہونیکی بڑی علامت یہ ہے، کہ اس کے مواعید عملی رنگ میں پورے ہوئے اور ہوتے رہینگے اور جسنے اعمال مختلفہ کے جو جو نتائج حقہ بیان فرمائے ویسے ہی ظہور میں آکر اس بات کے گواہ ٹھہر گئے کہ لاریب یہ کتاب حکیم ہے اور اس کا نظام ناقابل تبدیل و تحویل ہے۔ ایسی جلیل کتاب ایک عظیم الشان وعدہ کرے کہ مسلمانوں میں سے ایسے لوگ جو ایمان اور اعمال صالحہ کی تین علامت سے ممتاز ہونگے اس زمین میں خلیفے بنائے جائینگے اور ان کے مساعی جمیلہ سے دین کو قوت اور شوکت ہو گی اور تمام خوف امن سے بدل جائینگے۔ اور اس وعدہ کا ظہور تو بیشک ہو۔ اور خلافت کا وجود اس کتاب کی پیشگوئی کی ایک جزو کو پورا کر کے دکھا تو دے۔ مگر درحقیقت ساری پیشگوئی خاک میں ملجائے اور خلافت کا ہونا نہ ہونا برابر ہو اس لئے کہ جس شخص کی خاطر یہ سارے وعدے تھے۔ اور جسکی خاطر مختوم صحیفہ اُترا اور جسکی خاطر آسمان میں ملایکہ کی اور زمین میں آنحضرت اور اہل بیت کی سرگوشیاں اور منصوبے ہوتے رہتے تھے اور جسکی ولایت اور خلافت کی تبلیغ کے لئے آنحضرت کو سخت تاکید اور ساتھ ہی شدید دھمکی تھی کہ آپنے وہ امانت ادا نہ کی۔ تو کچھ بھی نہ کیا بلکہ غضب الٰہی کا اندیشہ ہے اور جسکی تمہید اور توطیہ کے لیئے پیش بندیاں کرتے کرتے آپکی ۲۳ برس کی نبوت کی زندگی صرف ہوئی۔ غرض جس کی خاطر نبوت بطور پیش خیمہ کے تھی وہ تو حسرت سے مُونھ دیکھتا رہجائے اور تین خلافتوں کے زمانہ دراز تک دلی رنج اور قلبی بغض اور جانی عداوت کے پرورش کرتے رہنے کی زحمت اور تقیہ کی جانگزا آفت کی کوفت اور صدمے اُٹھاتا رہے۔ اور غاصبوں منافقوں اور اسلام اور بانیٔ اسلام کے جانی دشمنوں کو حکیم کتاب کی وہ موعودہ خلافت ملجائے۔ حقیقت میں اگر ذری سی غور کرو۔ تو صاف کھلجائیگا کہ قرآن کی پیشگوئی (نعوذ باللہ) باطل ہو گئی اور ایک عظیم الشان اور مقصود بالذات مقصد کی تکمیل میں خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب ذلت کیساتھ فیل ہو گئی!!!

اور پھر وہ رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) جس کو وعدہ دیا گیا تھا ثم لا یجاورونك

رحمت آلہی کا سدا نزول اُس مقام پر ہوتا رہتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مقاص اہل اللہ کے مزارات

فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلو تقتیلا۔ (کہ منافق مدینہ میں تیرے قرب وجوار میں نہیں رہنے پائینگے ۔ لعنت اور ذلت ان کے گلے کا ہار رہیگی ۔ جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائینگے اور ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے جائینگے) اور اس کا ایفا احسن طرح پر خدا تعالےٰ نے کیا ۔ وہ محبوب و معصوم جس کی تبلیغ اور مقصود کی راہ صاف کرنے کے لیئے عرب کے بڑے بڑے پہاڑ پاش پاش کردیئے گئے ۔ اور جبکے وہ سب دشمن جو بلا واسطہ اسکے مقابل ہوئے ۔ اور جن پر اسکی حجت پوری ہوگئی اور پھر بھی عداوت سے باز نہ آئے ایک ایک کرکے ہلاک اور تباہ ہوگئے ۔ اور وہ ایک ہی کامیاب انسان اور کامل مظفر انسان (دنیا کی تاریخ میں) جو اپنے اعدا کی پوری بیخکنی اور دین حق کی کامل فتوحات اور اتمام نعمت اور اکمال دین کو دیکھکر خوش خوش اس جہان سے اُٹھا ۔ اسکی نسبت روا رکھا گیا ہے کہ اس کے دو ذاتی دشمن اور اسکے داماد اور بیٹی اور دختر زادوں کے دشمن اور اسلام و مسلمانان کے دشمن اس کے پہلو میں سلائے جائیں ۔ خدا تعالےٰ کو (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کچھ اس طرح کی دشمنی تھی کہ اس وحشت خانہ اور کنج تنہائی میں دو گرگ و پلنگ آپکے انیس و مونس اور غم غلط کرنیوالے بنائے جن کے قرب سے (بقول شیعہ) آپ زندگی بھر متاذی اور متنفر تھے اور خدا تعالےٰ سے چاہتے تھے کہ ایک دم کے لیئے ہی ان سے پیچھا چھوٹے ۔ وہ یوم البعث تک آپسے چمٹائے گئے ۔ الغرض جب تک خلافت کے اس نظام کو اعتقاداً بھی اسی طرح حق اور حقیقت تسلیم نہ کریں جس طرح خدا کی کلام نے وعدہ کیا اور خدا کے فعل نے اس وعدے کے ایفا کی شہادت دی اور شیخین (رضی اللہ عنہما) کو انبیا (علیہم الصلوٰة) کی طرح حقدار راستباز نہ مانیں اس وقت تک تو خدا تعالیٰ ہی اعتراض سے بچ سکتا ہے ۔ اور نہ قرآن اور حامل قرآن کسی قدر و وقعت کے قابل ٹھہر سکتا ہے ۔

میں یہ بات نہایت افسوس سے لکھتا ہوں کہ شیعوں نے خدا تعالیٰ کے اس فعل کی بعزتی کرنے میں بڑی جرأت اور گستاخی سے کام لیا ہے ۔ اور کبھی غور نہیں کی کہ قرآن کریم کو مان کر کس دلیل سے شیخین کی اس یگانہ فضیلت کا استخفاف کیا جاسکتا ہے ۔ ان کی اس داستان سے جو عنقریب بیان ہوتی ہے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے جوار میں مدفون ہونیکی فضیلت اُن کے دلوں میں کھٹکتی ہے اور جناب حسنؓ کو دکھایا گیا ہے کہ وہ دلی آرزو اس بات کی رکھتے تھے کہ روضہ مطہرہ کے پاس اُن کی قبر ہو ۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ کے قاہرانہ [illegible]

کے پاس عبادتیں اور ریاضتیں کرتے تھے۔ اور خدا کے کلام سے بھی یہ بات مستنبط ہوتی ہے

علوم اولیں و آخریں کے جاننے والے اور مطلع جن و انس حسینؓ اور آپ کے بھائی محمد بن حنیفہ اور انکے یاوروں کے حوصلے اور زور پست کر دیئے اور وہ جناب حسن کے جنازے کو بڑی ناکامی اور حسرت سے واپس لائے اور عام گمنام قبرستان میں دفن کر دیا اور پھر جناب حسن کے مونھ سے ایک فضول دھمکی یا گیدڑ بھبکی نکلوائی ہے جسکے الفاظ میں ہماری ہاں کے ہندو لالوں اور کراڑوں سے زیادہ زور اور قوت نہیں اسلیئے کہ اس کا عملی نتیجہ خاک بھی نہ ہوا۔ اس داستان سے بجائے اسکے کہ شیعہ مذہب کوئی آسرا اور سہارا پا سکتا ۔ مونھ کے بل اوندھا دلدل میں گرا ہے۔ کاش اگر ایکدل بھی ان میں دقیقہ رس ہوتا تو اس داستان کے مفاسد میں غور کرتا کہ وہ کس طرح تشیع کی بیخکنی کرتی اور اپنے موجدوں کو ناعاقبت اندیش احمق ٹھہراتی ہے۔ اولاً اس داستان نے جناب حسنؓ اور دیگر بزرگوں کو اپنی مرادوں اور تمناؤں میں ناکامی سے مرنیوالے اور نامراد رہنے والے ثابت کیا ہے اور بڑی صفائی سے یہ ظاہر کیا ہے کہ وید کی بے ثمر رچاؤں کی طرح انکی دعائیں اور کوششیں بے ثمر اور بے برگ و بے بار تھیں اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان کی کوئی وجاہت اور وقعت حرمین شریفین میں نہ تھی اور یہ بات پہلی تمہید اور دیباچہ اس بات کا تھی۔ کہ وہ آئندہ بھی اپنی مرادوں اور سازشوں میں جہاں کہیں ہونگے ناکام رہینگے ۔ اور اس داستان نے یہ بات بھی روشن کر دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نبوت مآب (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قرب و جوار کا فخر سچے حقداروں کو دیا ہے اور کوئی شخص استحقاق کے سوا اپنی کوشش اور تمنی اور فضول دھمکی سے اس شرف کو حاصل نہیں کر سکتا۔ غرض یہ افسانہ ثابت کرتا ہے کہ جناب امیر کی اولاد کی ناکامی اور پُرحسرت زندگیوں کا پہلا دَور یہیں سے شروع ہوتا اور یہ ایک تفاول ہے کہ وہ لوگ مدنی عظمت اور شوکت یعنے حکومت اور اقتدار کو کبھی بھی نہ پائینگے اور آخر تک اسی پُرحسرت جدوجہد میں اس دارالمحن سے گذر جائینگے ۔

اس داستان میں ان واقعات عجیبہ کی کارکن جناب صدیقہ کو بنایا ہے اور جناب شیخین رض کی اس فضیلت کو یوں کمزور کرنیکی کوشش کی ہے کہ گویا عائشہ ہی کے فضل و امتنان یا منصوبے سے یہ شرف ان کو ملا ہے۔ افسوس ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ایمان اور ایمان بالقرآن کے اعتراف کے ساتھ ایک لحظہ کے لئے بھی غور نہیں کی کہ وہ کرتے کیا ہیں اور کہتے کیا ہیں۔ خدا تعالےٰ کے قاہر ارادے کا عائشہ رض کے ارادے کے مقابل شکست کھا جانا ماننے سے کیا کیا مفاسد لازم آتے ہیں

وہ سرزمین جسپر لواطت اور فسق کے کام ہوئے خدا تعالےٰ نے اُسے لعنت کی سرزمین کہا اور ہمیشہ کیلئے اُسے

انارۃ البصائر (جلد چہارم بحث امامت) کے مصنف نے جناب صدیقہ کی ہجویں بہت کچھ ہرزہ درائی کی ہے اور کلینی بھی اصول کافی میں ایسی کہانیاں ذکر کرتاہے جن سے ثابت ہو کہ آنحضرت دل میں عایشہ سے سخت متنفر اور ہراساں رہتے تھے مگر اس کے رعب اور سطوت کے دباؤ کے نیچے ایسے دبے ہوئے تھے کہ زیادہ میلان اسی کی طرف تہا۔ اور زیادہ اُٹھنا بیٹھنا اُسی کے پاس تھا اور اسکی کشش محبت اور جذب عشق کا یہ پایہ تھا۔ کہ اُسی کے سحر و نحر میں جان دی اور بالآخر اُسی کے حجرے میں مدفون ہوئے۔ شیعوں کے مذاق کی بناپر پہلا پتھر تو یہ پڑا کہ آنجناب نے (نعوذ باللہ من ہذہ العقاید الخبیثہ المولدۃ لہذہ المفاسد) عایشہ جیسی عورت سے ایسا عشق لگایا کہ بعدازاں حضرت نے جناب امیر کی ولایت بلافصل کے لیئے بڑے ہی ہاتھ پاؤں مارے اور ہزاروں جتن کئے۔ مگر عایشہ نے سارا تانا بانا اُدھیڑ ڈالا۔ اور خم غدیر کی ساری لفاظیوں اور جراُتوں اور دلیریوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور آپ کے ارادے اور تمنائیں اور تبلیغیں اور خدا کے ارادے اور مشیتیں اور جبریل کے بار بار آنے جانے کی کوفت صحیفہ مختومہ کے پہنچانے میں اور خدا اور پیغمبر اور جبرئیل کی کانا پھوسیاں اور عایشہ کو حجرے سے نکال نکال کر جناب امیر سے سرگوشیاں ساری خاک میں مل گئیں۔ کاش آخر زمانہ میں عایشہ کے پنجے سے چھوٹ کر شیر خدا سے آپ التجا کرتے کہ وہ اُنہیں فاطمہ زہرا کے گھر لیجاتے اور وہیں آپکی وفات ہوتی اور وہیں[ف۵] روضہ مطہرہ تیار ہوتا اور عایشہ کو کوئی حق نہ رہتا کہ وہ آنحضرت کے حجرے میں نامحرموں کو داخل کرتی۔ اور یہ دائمی فخر ابوبکر وعمر کی جگہ کسی اَور کو ملتا۔ مگر ہوا کیا۔ کہ عایشہ کا حجرہ آپکے روضہ مطہرہ کے لیئے پسند کیا گیا۔ اگر صدیقہ درحقیقت جنت کی حور اور خدا کے ہاتھ سے پاک کی ہوئی نہ تھی۔ اور اس کا مکان واقعی روضہ رضوان نہ تہا۔ توکیوں اسکی خاک پاک محبوب رب العالمین کی امانت کے سپرد ہونیکی جگہ مقرر ہوئی تم نہیں پڑھتے کہ قہر الٰہی کی سرزمینوں کے پاس سے دوڑ کر نکل جانے کا حکم آپ دیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو حضرت لوط کی بستیوں کی زمین سے بھاگ کر گذر جانے کی تاکید فرماتے تھے۔ تو کیا خدا تعالےٰ نے آپ ہی کیلئے تجویز کیا کہ عایشہ صدیقہ کا

ف۵ اور وہاں تخلیہ میں جناب علی کے حق میں جو کچھ کہا جاتا لکھ دیتے کیونکہ عایشہ اور ابوبکر اور عمر کا وارجو چل گیا تو اسی حجرہ میں چلا۔ منہ

ویران اور قابل عبرت نمونہ بنایا اور بیت الحرام کو مکرم اور امن اور راحت کی سرزمین اسلیئے کہا۔ کہ

حجرہ جو شیعوں کے اعتقاد کے موافق قہر اور غضب اور نفاق اور بدترین گناہونکی زمین تھی۔ آپ کی آخری منزل اور یوم بعث تک کا قرارگاہ ہو۔ سارے فتنے شیعوں کے اعتقاد کیموافق اسی کوٹھری میں سے پھوٹے۔ مذہب اہلسنن اسی کوٹھڑی سے نمودار ہوا۔ صدیق و فاروق کی تخت نشینی کی بنیاد اسی کوٹھڑی میں پڑی۔ غرض مختصر کرکے یوں کہدو کہ خدا اور نبی اور ولی اور آل کا سارا ساختہ پرداختہ اور برسونکی خفیہ سازشوں اور منصوبونکا شیرازہ اسی کوٹھڑی کی ایک عورت ذات نے اُدھیڑ کر رکھدیا یہ سارے مفاسد ایک کوٹھڑی سے پیدا ہوئے جسے آج روضہ مقدسہ نبویہ اور حرم شریف اور مزار انس وجان اور مہبط انوار رحمان مانا جاتا ہے اور یہ سارے مفاسد اور ان کے نتائج ایک ذری سی تدبیر سے رُک سکتے تھے کہ آنحضرت عایشہ سے عملی نفرت دکھاتے اور بالآخر اُسکے حجرے کو روضہ مقدسہ ہونیکا شرف نہ بخشتے۔ زندگی میں عایشہ کا وہ قرب اور موت کے بعد یہ قرب مسلمان بیچارے کیا کرتے۔ خدا تعالےٰ کے ارادے اور آنحضرت کے عمل کی اتباع میں وہ عایشہ کی اتباع نکرتے تو اَور کس کی کرتے۔ کیا انکی کرتے جن کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ کی کلام اور کام سے کوئی سلطان اور برہان نہ تھی۔ اب یہ ساری باتیں شیعہ کے حضور میں دست بستہ سفارش کرتی ہیں کہ سبیل النجات پڑھتے ہوئے اور حاضری عباس میں اور دیگر عبادتوں کے متبرک موقعوں اور مقدس اوقات میں سب سے اوّل تبرا کا ہدف آنحضرتؐ کو بنائیں کہ وہ عایشہ سے اتنا نہ دبتے تو اتنا مفسدہ برپا نہ ہوتا۔ پھر وہاں سے نمبروار نیچے اُترتے چلے آئیں اور آگے جہانتک چاہیں پہونچیں اور اگر تکلیف نہ ہو۔ تو پہلے خدا کی اور پھر جبریل کی خبر لیں کہ اصل بانی مبانی سارے فسادوں کے وہی ہیں۔

آہ آہ آہ کلیجہ موٹھ کو آجاتا ہے۔ اور جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ جب اس ظلم عظیم کیطرف توجہ کی جاتی ہے جسے شیعوں نے سبیل نجات اور وسیلۂ قرب الٰہی تسلیم کیا ہے۔ کاش کوئی بندہ خدا اس مذہب کے اصولوں میں غور کرے اور ان داستانوں اور ناولوں کو پڑھے جو ان کی مقدس کتاب کلینی میں لکھی ہوئی ہیں اور جنہوں نے اسلام جیسے حکیمانہ مذہب اور قرآن حکیم کو بچوں کا کھلونا ثابت کیا ہے۔ اے کاش! کوئی نظر مار کر دیکھے کہ شیعوں کے اصول کے تسلیم کرنے سے کتنے سیاہ دھبے خدا اور رسول اور علی اور حسنین اور انکی اولاد کے پاکدامن پر لگتے ہیں اور اس سلسلے سے کسقدر شاخ در شاخ مفاسد پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اے خدا تو دلوں میں الہام کر کہ لوگ فراست سے پا جائیں کہ میں نے

حق کہیئے حق کی حمایت کی ہے۔ اور تیرے کلام کو سامنے رکھکر اور یوم الجزا کے ہول سے ڈر کر قلم اُٹھایا ہے۔ اور میں تیرے ہی مونھ کی قسم کھاکر کہہ سکتا ہوں اور اس قسم میں میرا دل مجھے ملزم نہیں کرتا کہ مجھے تیرے برگزیدوں سے یکساں محبت ہے اور میں ملعون جانتا ہوں اس شخص کو جسکے دل کے کسی گوشے میں جناب علی اور جناب فاطمہ اور جناب سبطین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور جناب زین العابدین اور ان کے بزرگ فرزندوں کی طرف سے کوئی ذرہ نقار اور بغض کا ہو۔ اور یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے صدق اور صدق کی تائید ہے اگر اس کو تیرے کلام اور تیرے کام سے تائید نہ ملتی تو سب سے پہلا منکر اس سلسلے سے مَیں ہوتا۔

اب میں وہ داستان نقل کرتا ہوں جس کا وعدہ اوپر کر آیا ہوں۔ عن محمد بن مسلم قال سمعت اباجعفر علیہ السّلام یقول لما احتضر الحسن بن علی صلوات اللہ علیہما قال للحسین علیہ السّلام یا اخی انی اوصیک بوصیۃ فاحفظہا فاذا انا مُتُّ فھیئنی ثم وجھنی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاحدث بہ عھدا ثم صرّفنی الی امی فاطمۃ علیہا السّلام ثمّ ردنی فادفنی بالبقیع واعلم انہ سیصیبنی من الحمراء ما یعلم النّاس من صنیعہا وعداوتہا اللہ ولرسولہ صلے اللہ علیہ وسلم وعداوتہا لنا اھل البیت فلما قبض الحسن علیہ السّلام وضع علے سریرہ وانطلقوا بہ الی مصلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الذی کان یصلّی فیہ علے الجنائز فصلی علیہ الحسین علیہ السّلام فلما ان صلی علیہ حمل فادخل المسجد فلما اوقف علے قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلغ عائشۃ الخبر وقیل لھا انھم قد اقبلوا بالحسن بن علی علیہما السّلام لیدفن مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فخرجت مبادرۃ علے بغل بسرج فکانت اول امرءۃ رکبت فی الاسلام سرجا فوقفت وقالت نحّوا ابنکم عن بیتی فانہ لا یدفن فیہ شی ولا یھتک علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجابہ فقال لھا الحسین بن علی علیہ السّلام قدیما ھتکت انتِ وابوکِ حجاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وادخلت بیتہ من لا یحبّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قربہ وان اللہ

موجب یقین کرتے ہیں اور اطراف عالم سے مومنوں کی لاشیں اسی مٹی میں مل جانے کو بھیجدیتے ہیں

سائلك عن ذالك یا عائشة انّ اخی امرنی ان اقربه من ابیه رسول الله صلّی الله علیه وسلم لیحدث به عهدا و اعلمی ان اخی اعلم النّاس بالله و رسوله واعلم بتاویل کتابه من ان یهتك علی رسول الله صلّی الله علیه وسلم ستره لان الله تبارك وتعالیٰ یقول یا ایها الّذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النّبی الّا ان یؤذن لکم وقد ادخلت انت بیت رسول الله صلّی الله علیه وسلم الرجال بغیر اذنه وقد قال الله عزوجل یا ایها الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولعمری لقد ضربت انت لابیك وفاروقه عند اُذن رسول الله صلی الله علیه وسلم المعاول وقد قال الله عزوجل ان الّذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الّذین امتحن الله قلوبهم للتقویٰ ولعمری لقد ادخل ابوك وفاروقه علی رسول الله بقربهما منه الاذی وما رعیا من حقه ما امرهما الله به علی لسان رسول الله ان الله حرم من المومنین امواتا ما حرم منهم احیاء وتالله یا عائشة لوکان هذا الذی کرهتیه من دفن الحسن عند ابیه جائزا فیما بیننا وبین الله لعلمت انه سیدفن وان رغم معطسك (اصول کافی - کتاب الحجه صفہ ۱۸۷ مطبع نولکشور)

ترجمہ - جب حسنؓ بن علیؓ فوت ہونے لگے حسینؓ سے فرمایا۔ میری ایک وصیت کو یاد رکھنا جب میں مرجاؤں میری تجہیز و تکفین اچھی طرح کرنا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف لیجانا تو کہ اُن کے قرب کا شرف مجھی حاصل ہو جائے پھر مجھی میری ماں فاطمہ کیطرف لیجانا پھر لیجاکر بقیع میں دفن کردینا اور جان لے کہ مجھے حمیرا کی طرف سے وہ پہنچے گا جسے لوگ جلنتے ہیں اسکے کام اور عداوت سی اللہ اور رسول اور اسکی آل کی نسبت اور اسکی عداوت ہم اہل بیت کی نسبت۔ اور جب حسنؓ فوت ہوگئے انہیں سریر پر رکھکر مصلّے کیطرف لیگئے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنازوں پر نماز پڑہا کرتے تھے حسینؓ نے اُن کا جنازہ پڑھا۔ بعد اسکے آپکو اُٹھا کر مسجد میں لائے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس ٹھہرایا تب عائشہ کو خبر لگی اور کسی نے کہا کہ وہ حسنؓ بن علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنیکو لائے ہیں یہ سنکر عایشہ رضؓ خچر زین کسوا کر اور سوار ہوکر وہاں آئیں۔ اور مسلمانوں میں یہ پہلی عورت ہے۔ جو زین پر سوار ہوئی غرض وہ

اور خاکِ کربلا کو خاکِ شفا کہتے اور کیا کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ کرب و بلا کی زمین ہے۔

آئیں اور کہا اپنے بیٹے کو میرے گھر سے الگ کر وہ اس میں دفن نہیں کیا جائیگا اور نہ رسول اللہ کی پردہ دری کی جائیگی۔ اسپر حسینؓ نے کہا۔ پہلے تو تونے اور تیرے باپ نے رسول اللہ کی پردہ دری کی اور تونے آپ کے گھر میں ایسے شخص کو داخل کیا۔ جس کے قرب کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پسند نہیں کرتے تھے اور خدا تجھ سے اسکی نسبت پوچھیگا۔ میرے بھائی نے مجھے فرمایا تھا کہ میں انہیں انکے باپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کر دوں تو کہ آپ سے حدیث العہد ہو جائیں اور میرا بھائی قرآن کو اور اللہ رسول کو خوب جانتا تھا۔ اور وہ آنحضرت کی پردہ دری کو خوب سمجھتا تھا۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے اے مومنو نبی کے گھروں میں بے اذن مت آؤ اور تونے رسول اللہ کے گھر میں آپ کے اذن کے بغیر مردوں کو داخل کیا۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مومنو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی مت کرو۔ اور مجھے اپنی جان کی قسم تونے اپنے باپ اور اُس کے فاروق کے لیئے آپکے کان کے پاس ہنسوے چلائے اور خدا فرماتا ہے جو لوگ پست کرتے ہیں اپنی آوازیں پاس رسول اللہ کے ان کے دلوں کا اللہ نے امتحان کرلیا۔ واسطے تقوٰے کے اور مجھے اپنی جان کی قسم تیرے باپ اور اُسکے فاروق نے آپکے قرب میں ہوکر آپ کو سخت ایذا دی ہے اور نہیں رعایت کی اُنہوں نے آپکے حق کی جو خدا نے اپنے رسول کی زبانی انہیں امر کیا تھا خدا کے نزدیک مومنوں کی حرمت موت اور زندگی دونوں حالتوں میں برابر ہے اے عائشہؓ اگر یہ جو تونے ناپسند کیا ہے۔ دفن حسنؓ کا اُنکے باپ کے پاس جائز ہوتا اس معاملہ میں جو ہم میں اور خدا میں ہے۔ تو تو جان لیتی کہ وہ ضرور دفن کیا جاتا۔ خواہ تو اسکے خلاف ہزار زور لگاتی۔

مَیں سمجھتا ہوں اِس زمانے میں کہ مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے وجودِ پاک اور انفاسِ طیبہ کی برکت سے عقلیں منجھ رہی ہیں اور ذہن روشن ہو رہے ہیں کچھ ضرور نہیں کہ اس داستان کی سخافت اور سفاہت اور کمینہ خیالات پر مفصل جرح کروں۔ اس کا پڑھنا ہی اس سے کراہت کرنیکے لئے کافی ہے اور ان خدا کے برگزیدوں کی عزت و وجاہت اس سے بالاتر اور پاک تر ہے کہ ایسے سفلہ پن اور طیش اور سبکسری اور بھنگیوں کی سی جنگ کے الفاظ اور خیالات کو انکی طرف منسوب کیا جائے اور انہیں ایسے بے شرم بے ادب اور گستاخ پھکڑ اور بے پاک پھبتی باز اور نا عاقبت اندیشی کی حرکات کرنیوالے مانا جائے کہ اُنہوں نے جناب صدیقہ ام المومنین کی ایسی بے ادبی کی اور خدا تعالیٰ کے کلام اور خدا تعالےٰ کے رسول کے منشاء و مقصد کو نہ سمجھکر ایک ایسی فضول درخواست کی جسکا کوئی حق نہ تھا

جس کی مٹی میں خدا کے برگزیدوں کے خون ناحق جذب ہوئے۔ اور نجف کو اشرف کہتے ہیں حالانکہ

اور پھر رد ہونے پر ایسی بیہودہ دھمکی دی جسکے مفہوم کے پورا کرنیکی قدرت درحقیقت اُن میں تھی اور نہ آخری زمانوں تک اُن کی نسل میں سے کوئی اُسے جاری کر سکا۔ ایک مومن کا دل لرز جاتا ہے کہ جناب حسینؓ کی نسبت یہ تصور کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کی کلام اور کام کے اشارات کو نہیں سمجھتے تھے اور وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے وہاں مدفون ہونیکو خدا تعالیٰ کی صفات و اسماء کے مقتضیات سے ناواقف اور جاہل کیطرح ایک ضعیفہ عورت کی کارستانی اور ہمہ قدرتی کا کرشمہ یقین کرتے تھے اور ان کا دل گردہ بھی شیعوں کے داستان تراش اور بیداد گر مفتریوں کی مانند ناعاقبت اندیش اور پست فطرت اور نفسانی آرزوؤں پر لڑنے جھگڑنے والا تھا۔ اور کلیجہ موٹھ کو آجاتا ہے۔ ایسی بے ادبی کے خیال سے کہ انہیں قرآن کریم سے ایسے بے معنی اور لغو استدلال کرنیوالے کہا جائے جیسے محب حسینؓ شیعوں نے اس افسانے میں دکھانا چاہا ہے۔ ایک نادان سے نادان بھی گوارا نہیں کرتا کہ قرآن کریم کی ان دو آیتوں کی وہ تفسیر اس کے نام سے شایع کیجائے۔ جو مومنوں نے جناب حسینؓ کیطرف منسوب کی ہے۔ خدا کے تین برگزیدے خدا تعالیٰ کے اذن اور ارادے اور مشیت سے خدا تعالیٰ کے وعدوں کے موافق اور خدا تعالیٰ کی کلام اور کام کو پورا کرنے کیلئے معیت کی ایک چادر اوڑھکر خواب ناز میں سوتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں ایک ہی سلک میں منسلک تھے اور اس امر کی طرف خدا تعالیٰ کا کلام اور کام پہلے ہی اشارہ کر چکا تھا جبکہ خدائے حکیم نے پسند کیا۔ کہ اس فتنہ سے امن کی غار (ثور) میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کیساتھ ابوبکر صدیقؓ ہوں۔ یہ ایک صاف تمہید تھی کہ اُس دائمی آرام کی غار یعنے قبر میں بھی یہ دونوں اکھٹے ہونگے اور اُس وقت آپکا جناب صدیق سے مخاطب ہوکر اِنَّ اللّٰہ معنا فرمانا بڑا پُر حکمت اور پیشگوئی سے بھرا ہوا کلام تھا۔ جس کا صاف مقصد یہ تہا کہ یہ ساتھ اللہ کا جوڑا ہوا ساتھ ہے جو کبھی ٹوٹے گا نہیں اور چونکہ جناب فاروقؓ ابوبکرؓ کا حقیقی ظل اور ابوبکرؓ کے عقد ہمت کے تربیت کردہ اور جناب رسول کریم اور جناب صدیق کے مقاصد کی تکمیل کرنیوالے تھے۔ اسلئے حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ وہ بھی ان کے پاس سوکر خدا تعالیٰ کے علم اور قدرت کے یکساں نشان ٹھہر جائیں۔

اللہ اللہ کس قدر حمق اور جہل ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپکے اذن کے بغیر لوگ داخل کیئے گئے اور آپکے کان کے پاس ہنسوے چلائے گئے اور ان قبروں کے کھدنے اور اُن کو وہاں دفن کرنے سے آپکو ایذا دیگئی۔ یہ ساری بے وقوفیاں خدا کی صفات اور

کوئی قطعی اور یقینی حجت ان کے ہاتھ میں نہیں کہ اس زمین کو اس برگزیدہ ولی اللہ (رضی اللہ عنہ وارضاہ) کے

افعال کی حکومت نا واقفیت سے پیدا ہوئیں اور اُن دشنام اسلام کے سینوں میں پیدا ہوئیں۔ جو مکی اور مدنی شریف نسلوں کے فرزند نہ تھے ۔ مصر، کوفہ اور دیگر بلاد کے شریر فتنہ انگیز اور مختلف اغراض اور ہوا کی بنا پر اسلام کے نہانی دشمن اور اسلیئے اسلام کے سچے ہوا خواہوں (ابوبکر و عمرؓ) کے دشمن تھے ان بدنہاد شریروں نے اپنی خباثتیں اور سیاہ فطرتوں کی کجیاں اور بے ربط باتیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں علی اور آپ کی اولاد کے وجود میں ظاہر کیں اور اُنکے مونہوں سے نکلوائیں اور چونکہ باطل پرستے اور بطلان کی حمایت کا ذمہ اُٹھایا تھا لہٰذا کہانیوں کے تراشنے میں غلطیاں اور ٹھوکریں کھائیں اگرچہ اُنہوں نے ایک خطرناک بدی ان افسانوں سے دنیا میں پھیلائی کہ مسلمانوں کی اخلاقی طاقتوں کے بگاڑنے اور مجمع قوت کی تفریق کے لیئے برا سبق پیش کیا۔ مگر اس بات کے تصور سے کہ ٹھوکروں کا آنا تو ضروری ہے اور وہ باطل کے حامی بجز بے سروپا افسانوں اور نہایت خلاف عقل و فطرت داستانوں اور ہنسانیوالی باتوں کے حق کے رد و دفع میں اور کچھ یادگار نہیں چھوڑ گئے خوشی بھی ازبس ہوتی ہے اور دل اس خیال سے مطمئن اور برقرار ہو جاتا ہے کہ شیعوں کی حدیثوں اور تفسیروں یعنی ناولوں اور افسانوں کا ایک دفعہ پڑھنا ہی اُن کے رد اور اُن سے بیزاری کیلیئے کافی ہے۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ شیخینؓ کے انکار و عداوت سے فتنہ سخت برپا ہوا ہے اور شیعہ ان خدا کے ولیوں کے بغض کے سبب سے بے شمار صداقتوں اور حکمتوں کا خون کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اسی عداوت سے وہ اس طرف کھینچے گئے ہیں کہ نصاریٰ کی طرح بدء اور عدل اور عصمت کے مسائل ایجاد کریں، ان پاکوں سے بغض کی نحوست و شامت کیوجہ سے انہیں ضرورت پڑی ہے کہ قرآن جیسی حکیم اور محفوظ کتاب کو غیر محفوظ اور عثمانی منصوبہ کے دست مال ہونیکا داغ لگائیں اور اسی دشمنی نے اُنہیں یہ جرأت بخشی ہے کہ نصاریٰ کی طرح خدا تعالےٰ کے ایک لاکھ سے زیادہ برگزیدوں کو کوسا کریں۔ مگر خدا تعالےٰ کے ہاتھ اور ایک ہی کاری وار کے مقابل (کہ عزت پا نیوالے پا گئے اور رسول کے قرب و جوار میں سونے والے وہاں سو گئے اور وہاں سے دھکے کھانے والے ہمیشہ کے لیئے نکالے گئے۔ اب یہ نظام قیامت تک بدل نہیں سکتا) ان کی داستانیں عبث اور انکی لعنتیں ہرزہ درائی اور انکی مثالب تراشیاں ژاژ خائی ہیں۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب جو ایک عرصہ تک مدینہ طیبہ میں رہے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ

جسم اطہر کو اپنے اندر لینے کا شرف حاصل ہوا۔ کیا خاتم النّبیّین رحمۃ للعالمین سرور عالم و عالمیان حبیب ربّ انس وجان (علیہ صلوات اللہ الرّحمان) کے روضہ مطہرہ کے شرف و منزلت کو کوئی جگہ پہنچ سکتی ہے؟ کیا دنیا کے کل مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا۔ جو آنجناب رسالت مآب (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ میرے بیت اور ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے؟ اللہ اللہ! وُہ سرزمین کیا ہی رحمت الٰہی کی سرزمین ہے جہاں رحمۃ للعالمین سوتے ہیں! وہ کیا ہی مبارک جگہ ہے جہاں دُنیا بھر کے درود وصلوات پہونچانے کو ملایکہ سمٰوات کے نزول کا تار بندھا رہتا ہے! کس قدر خوشقسمتی ابوبکر رضؓ و عُمر کی ہے کہ ایسے پاک اور مبارک روضہ میں آپکو جگہ ملی ہے اور کیا وجہ ہے۔ کہ اُنکی عزّت و شرف کے ثبوت کے لیئے یہی کافی و وافی دلیل نہ ہو۔ غضب کی بات ہے۔ کہ شیعہ اُن زمینوں میں مدفون ہوکر متوجب رحمت الٰہی بن جائیں۔ جو حقیقتہً کوئی بھی ثبوت کمالات کا اپنے اندر اور اپنے ساتھ نہیں رکھتیں مگر رسولخدا رحمۃ للعالمین (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو بہ پہلو مدفون ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ اس شرف کے مستحق نہ ٹھہریں۔ حقیقت میں کیسی مشکل بات ہے کہ ایک ہی جگہ گویا ایک ہی قبر میں تین مردان خدا سوتے ہیں۔ اور رحمت الٰہی کی اس مقام پر جھڑی لگی رہتی ہے۔ اور یہ بارش کبھی ایک لحظہ کے لیئے بھی تھمنے میں نہیں آتی۔ شیعوں کے اعتقاد کے موافق ہر آن میں ان میں اور رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں تفریق کرنی پڑتی ہوگی۔ اور وہ قبر مبارک ایک ہی وقت میں جنت اور دوزخ بھی ہوگی۔ اے لوگو! سوچو۔ اُس خدا کے لیئے غور کرو جسکے حضور میں حاضر ہونا ہے اور جہاں اپنی بنائی ہوئی باتیں سب دہری کی دہری رہ جائینگی۔ ایک دانا انسان کا فعل بڑی بڑی حکمتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ تو خدائے حکیم کا فعل ہے اسی استخفاف کی نگاہ سے دیکھنا کیا نتیجہ دے رہا ہے۔ اور دیگا۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں ایک عظیم الشان وعدہ کیا کہ وہ ان امتحانوں اور ابتلاؤں کے بعد جو اسوقت مسلمانوں پر نازل ہورہی ہیں انکو جو ایمان اور اعمال صالحہ میں پکے ہونگے ان ہی ایذا رساں زمینوں پر خلیفے بنائیگا۔ اس وعدہ کا ایفا عملی طور پر یوں ہوا۔ کہ اس خدا کی مسند پر۔ الحق کی مسند پر

"بہت دفعہ شیعوں نے اُن سوراخوں میں جو شیخین (رضی اللہ عنہما وارضاہما) کے مقدس روضوں پر دلالت کرتی ہیں تازہ انسانی پاخانہ بھر دیا ہے اور حکومت کیطرف سے عند التحقیق سنگین سزائیں پائیں ہیں"۔ سبحان اللہ یہ ضد اور عداوت۔ مگر احمق سوچتے نہیں۔ کہ اس سے عملی طور پر اُن مرفوعوں کی شان کو کسر کیا لگی؟ وقد فعل ما قدر وکان وعد اللہ مفعولا۔ منہ +

خلیفۃ اللہ کی مسند پر۔ خاتم النبیین کی خلافت پر ابوبکرؓ و عمرؓ سب سے اول بیٹھے۔ پھر خلافت کے جو نشان کتاب اللہ میں مقرر ہوئے تھے۔ دین کا قوت و شوکت پانا۔ خوف کا امن سے بدل جانا۔ یہ سب کچھ باکمل وجوہ ان سے ظہور میں آیا۔ پھر ایک ہی ذاتی نشان اور بڑا بھاری نشان جو کتاب اللہ نے سچے جانشینوں کی شناخت کا رکھا تھا۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ وہ پوری طرح اور صاف صاف انکے اعمال اور نتائج اعمال میں پایا گیا۔ پھر آخر کار اس لیئے کہ اُنکے حق میں دورِ قیامت تک ایک عظیم الشان مشہود اور حسی گواہی ہو۔ اور بجائے نظریات کے ان کا محبوب و مقبول الٰہی ہونا بدیہی ٹھہر جائے حضور سرورِ عالم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں اُن کو جگہ دی۔ پھر وہ اس مکانی شرکت اور حقوق قرب و جوار کے سبب سے راتدن اُن کا انوار و برکات سے کافی حصّہ لے رہے ہیں جو آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہو رہے ہیں ان سب باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھو اور غور کرو کیا کسی انسان کی قدرت ہے۔ کہ اپنے زور و قوت سے اس قدر فضایل اپنے اندر جمع کرلے اور کیا اتنی فضیلتیں محض اتفاقی اور ناگہانی باتیں ہیں کیا خدا تعالےٰ کے قاہر اور قادر ارادے کے بغیر یہ سب کچھ آپ سے آپ اور زور دھکے سے ہو گیا۔ اور یہ کیا غضب آگیا۔ اور کیا اندھیر پڑ گیا۔ کہ وہ لوگ جنکے لیئے آپ لڑتے مرتے اور چھاتیاں پیٹ رہے ہیں وہ ایسے پیچھے رہ گئے۔ کہ ان صفات فاضلہ میں سے ایک صفت بھی اُن میں متحقق نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے لیئے سوچو۔ اور موت کو نصب العین رکھکر سوچو۔ اور جواب دہی کے لئے عرش عظیم کے سامنے کھڑا ہونے کے ہول کو دل میں لاکر سوچو کہ یہ بلا کیا پڑ گئی۔ خدا تعالےٰ کو عرش سے دھکا دیکر کوئی اور خدا ابوبکرؓ و عمر کا طرفدار اور بجا طرفدار خدا اُس کرسی پر ڈٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ کہ سچے حقدار۔ وصی۔ اور ولی۔ شیرِ خدا مشکل کشا۔ خیبر شکن۔ آدم کی توبہ منظور کرانیوالے۔ نوح کی کشتی کو طوفان سے بچانیوالے۔ ابراہیم کو آگ سے چھڑانے والے۔ اور معراج میں آسمانوں پر رسول سے بھی آگے بڑھ جانیوالے۔ اور چودہ طبق کو ایک انگلی پر اُٹھانیوالے علی کہاں سے کہاں پھینکے گئے۔ یک نشد دو شد بلکہ سہ شد حق تو یہ تھا کہ اگر شیخین (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) غصب سے خود بخود بیٹھ گئے تھے۔ اور حقیقۃً ان میں صفات خلافت نہ تھیں۔ تو نالائق نکمے بادشاہوں کی طرح نالایق ثابت ہو جاتے۔ سارا تانا بانا ٹوٹ جاتا۔ دیارِ عرب کو انکے ہاتھ سے مغصوب حق واپس لینے کی ضرورت پڑتی اور ان حامیانِ اسلام کے سرداران نالایق غاصبوں کے مقابل جناب علی مرتضےٰ ہوتے۔ پھر وہ رد ہو جاتے۔ راندے جاتے۔ خدا اور ملایکہ اور مومنین اور ہم تم سب کے سب یکساں اُنہیں بُرے سمجھتے۔ اور آج دنیا میں ایک متنفس بھی انکا

> خدا کے ارادے کے سوا کون اتنے فضایل اپنے اندر جمع کرسکتا ہے

طرفدار نہ ہوتا۔ مگر یہ صفات اور خوبیاں ان میں کیونکر جمع ہوگئیں۔ اور خدا تعالےٰ کے مقرر کیئے ہوئے سارے نشان اُنپر کیوں اور کیونکر صادق آگئے۔ اور باب العلم اور ولی اور وصی اور سچے حقدار کو کیا ہوگیا کہ نہ وہ اور نہ انکے بیٹے نہ پوتے نہ پڑ پوتے نہ اور کوئی ان نشانوں کے مصداق ہوئے۔ اور بقول شیعوں کے آخری لائق فرزند صاحب ان تلخیوں اور ناکامیوں اور زہر آشامیوں سے چھوٹنے کے لیئے غائب ہوگئے۔ یا خودکشی کر گئے۔ ان فی ذالک لاٰیۃ لمن خاف عذاب الاٰخرۃ ذلک یوم مجموع له النّاس وذٰلك یوم مشهود۔ اتقوا الله فان الله مع الّذین اتقوا والّذین یخافون مقامه۔

غرض ان الّذی فرض علیك القراٰن الاٰیۃ۔ بڑی عظیم الشان پیشگوئی ہے جسکی تائید میں فرقان مجید میں بہت سے مؤیدات اور اشارات پائے جاتے ہیں اور اسلام کی ساری آیندہ کی شوکت اور زندگی فتح مکہ پر موقوف تھی۔ مکیوں کا ہمیشہ سے پختہ یقین تھا کہ غاصب اور مبطل مکہ پر قابض نہیں ہوسکتا۔ اور یہ اعتقاد ان میں متوارث چلا آتا تھا۔ اگرچہ اُنکے اعمال کیسے ہی بگڑ گئے تھے۔ اور بہت سے مختلف مشرب اُن کے عقاید میں داخل ہوگئے تھے۔ مگر کعبہ کی عظمت یکساں سب کے دلوں میں تھی۔ اور بلا کسی قسم کے تردد کے خدا تعالےٰ کا باہیبت مکان اُسے مانتے تھے۔ اس اعتقاد کی بناء پر بہت سی قومیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے معاملات میں شامل نہ ہوئیں انہیں کامل یقین اور انتظار تھا کہ آخر کار حق پر وہی ہوگا۔ جو مکہ پر مسلط ہوجائے گا۔ اور اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیت کا مدار کامل فتح مکہ کو ہی ٹھہرا رکھا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد اطراف عرب سے وفد پر وفد آنے شروع ہوئے۔ اور خدا کا کلام سچا ہوا۔ جو مدتوں اس سے قبل کہا گیا تہا۔ ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا۔ اور جناب رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس بات کیطرف اشارہ کرنے کے لیئے کہ فتح مکہ کی پیش گوئیاں پہلے سے ہوچکی تھیں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل واحسان کے یاد کرنے اور یاد دلانے کے لیئے بیت اللہ کے آستانہ پر کہڑے ہوکر پڑھا۔ قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔ وما یبدئ الباطل وما یعید۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ الباطل کی حیات و بقا اسی وقت تک تھی۔ جب تک مکہ فتح نہ ہوا تھا۔ اب باطل کی نہ تو جڑ لگیگی اور نہ اسے پہلی سی قوت و شوکت ہوگی اور اس پُر رعب آیت کو پڑھتے ہوئے آپ اُن تصویروں کی طرف اشارہ کرتے تھے جو مختلف مشرب کے لوگوں نے بیت اللہ میں اپنے اپنے معتقدات کی بنا رکھی تھیں جن میں ایک

فتح مکہ کو آپ کی حقیت کا معیار ٹھہرایا گیا تھا

حضرت مسیح اور انکی والدہ مریم کی مورت بھی تھی۔ درحقیقت ان باطل کی تصویروں کا مکہ سے نکالا جانا انکی بڑی بدقسمتی تھی۔ اور اس بات کا نشان تھا۔ کہ اب سے یہ باطل کی مورتیں خدا کی نصرت اور تائیدات سے ہمیشہ کے لیئے محروم ہوگئیں اور الحق کے مقابل حجت و برہان یا سیف و سنان میں انہیں کبھی جیت اور غلبہ نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم نے تمام مذاہب باطلہ خصوصاً اظلم عظیم عیسویت کی مٹی پلید کردی ہے۔ اور اسکے ایسے مفاسد اور خبث بیان کیئے ہیں۔ کہ ہر ایک تیز شامہ والے کو اس جیفہ سے دُور ہی سے بدبو آجاتی ہے۔ قرآن کریم کے اس حربہ کو نصارے نے بھی خوب محسوس کیا ہے چنانچہ ایک نصرانی آہ مار کر کہتا ہے کہ "اگر قرآن کریم دنیا میں نہ آتا تو مذہب عیسوی سارے جہان میں پھیل جاتا"۔ اور پھر جب بیداد گر مکیوں نے جو اپنے اعمال و افعال کے نتائج حقہ سے واقف تھے آپ سے رحم کی استدعا کی آپ نے فرمایا کہ آج میں بھی تم سے وہی بات کہتا ہوں۔ جو میرے بھائی یوسف نے کہی تھی۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اس میں آنجناب نے صاف اشارہ کردیا کہ سورہ یوسف ساری کی ساری درحقیقت آپ کی لائف ہے اور ظاہر ہے کہ کسقدر عرصہ پہلے فتح مکہ سے یہ سورت نازل ہوچکی تھی۔ غرض فتح مکہ ہی اسلام کی عظیم الشان عمارت کا بنیادی پتھر تھی اور بدر جسے الفرقان کہا گیا تھا۔ اسی فتح کا مقدمہ اور ارہاص تھا۔ اسلیئے کہ خدا تعالے نے اس جنگ میں قیدار کی شوکت توڑدی اور وہ بڑے بڑے جبال (ابوجہل و امثالہ) جو اسلام کی ترقی یعنی فتح مکہ کی راہ میں روک تھے پاش پاش کردیئے گئے۔ اور اسلام جو ابتداء میں ناتوان ہلال کی شکل تھا۔ بدر کے کے بعد بدر کی صورت میں چمکا۔

جب اس بات کو خوب ذہن نشین کرلیا جائے۔ کہ فتح مکہ کسقدر عظیم الشان امر تھا اور ازلاً خدا تعالیٰ کے علم میں اسکی اہمیت مقدر تھی اور رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی کسقدر تمنا اسپر قبضہ کرنے کے متعلق تھی اسکے ساتھ بڑی صفائی سے اُس جماعت کی قدر و قیمت سمجھ میں آسکتی ہے جن کی تعداد کثیر اور جمعیت و شوکت نے اُس میدان کو لیا اور اس نظارہ کو شوکت اور رونق دی۔ اگرچہ حقیقت میں تمام قدر و منزلت کا مرجع شمشیر زن ہوتا ہے۔ مگر شمشیر کو ناچیز یا کالعدم جاننا خدا تعالے کے سلسلۂ اسباب و مواد کو حقیر جاننا ہے۔ اسی سر کے اظہار کے لیئے کتاب اللہ میں آیا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن للمنافقین لا یعلمون۔ یہ بات کسقدر واضح ہے کہ درحقیقت یگانہ استحقاق عزت کا خدا کے لیئے ہے اور وہ قادر ہے کہ اپنی قاہر قدرت سے بلا شرکت غیرے اس استحقاق کو اپنے لیئے مخصوص کرے مگر اس نے ایسا ہی چاہا ہے کہ سلسلۂ اسباب کے سائنس کی عزت قائم کرے

اور یوں لاتعداد شئون و مظاہر اور غیر مترقب مجالی میں اپنا جلوہ اور صورت دکھائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اور صحابہ کو جو اس کی عظمت و جلال کے اعلاء کے اسباب و مواد ہیں اپنی عزت میں شامل کیا اور اپنی عزت و عظمت کے مسند پر انہیں جگہ دی۔ درحقیقت یہ بڑی لطیف بات ہے اور اسکے سمجھنے سے خدا تعالیٰ کے بہت سے عجائب کاموں کے سمجھنے کی کلید ہاتھ میں آتی ہے۔

فتح مکہ کے دن جو اسلام کی ولادت اور معًا پر قوت جوانی کا دن تھا دس ہزار صحابہ کیساتھ حضرت خلیفۃ اللہ آدم صفی اللہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ مثیل موسیٰ بشارت عیسےٰ (علے نبینا و علیہم السلام) مکہ میں داخل ہوئے یہ دس ہزار کا عدد اسوقت خدا کے علم اور قدرت کا ظہور اور خدا تعالیٰ کے قدیمی وعدوں کے پورا ہونیکا نشان تھا۔ چنانچہ توریت کی کتاب استثنا باب ۳۳ درس ۳ میں لکھا ہے "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اسکے دائیں ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"۔ اسی کے موافق وہ حدیث ہے۔ جو حضرت امام بخاری (رضی اللہ عنہ) نے غزوۂ فتح کی نسبت نقل فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے عن ابن عباسؓ ان النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم خرج فی رمضان من المدینۃ ومعہ عشرۃ الاف وذلك علے رأس ثمان سنین ونصف من مقدمہ المدینۃ فسار ھو ومن معہ من المسلمین الی مکۃ الخ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں مدینے سے نکلے اور آپکے ساتھ دس ہزار آدمی تھے اور یہ واقعہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال بعد واقع ہوا کہ آپ اور آپ کی معیت میں مسلمین مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے۔

> توریت کی عظیم الشان پیشگوئی صحابہ کے وجود میں پوری ہوئی

توریت کی پیشگوئی اور بخاری کی حدیث کو پڑھکر جس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی ازلی صفات علم و قدرت پر نئے سرے قوی اور لذیذ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابی ہوئے۔ تو کہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو۔ جو جناب موسیٰ علیہ السّلام کی کتاب میں لکھی تھی۔ کیا کوئی خیال کرسکتا ہے کہ دس ہزار کا عدد آپ کے ساتھ اتفاقی امر تھا۔ ایسا خیال بجز ایسے شخص کے جو سنت نبوی سے جاہل ہے کوئی نہیں کرسکتا حضرت رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ہر ایک واقعہ خدا تعالیٰ کے سابق وعدوں اور نبوتوں کا موعود واقعہ ہوتا ہے۔ اس پیشگوئی میں قابل توجہ اور بھاری بات ہے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھیوں کو قدوسی کہنا۔ شیعہ مذاق کے موافق تو یہ الفاظ مناسب تھے۔ کہ "دس ہزار منافقوں کے ساتھ آیا"۔ اگر اس علیم حکیم ذات پاک کو کسی وقت کے خطرناک نزاع کا فیصلہ منظور

> صحابہ قدوسی ہیں

نہیں تو ان لوگوں پر قدوسیون کا لفظ کیوں بولا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی صاف ناطق آواز ہے اور خدا تعالیٰ کی آوازیں اور شہادتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں اور وہ اپنے برگزیدوں کیلئے آسمان سے اسی طرح شہادت دیا کرتا ہے۔ میری روح تو ایسے موقع پر خدا تعالےٰ کی حمد کرتی ہوئی سجدہ میں گر گر جاتی ہے کہ کیسا ازلی ابدی مستجمع صفات کاملہ خدا ہے کہ اسکی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں خواہ آسمان و زمین میں کتنے انقلاب پیدا ہوں کیسی عجیب اور حیرت انگیز بات ہے کہ صدیوں پہلے ایک اسرائیلی نبی خدا کی روح سے بولا۔ اور کیونکر وہ بات لانظیر انقلابوں اور امتحانوں کے بعد فاران کے نور اور مکہ کے فرزند اور اسکے اصحاب کے حق میں پوری ہوئی۔ اگر خدا تعالےٰ کا خاص ارادہ نہ ہوتا۔ اور اُسکے فضل سے بقدر پاک اور قدوسیوں کی جماعت تیار نہ ہو چکی ہوتی۔ تو کیونکر ممکن تھا۔ کہ آنجناب (صلے اللہ علیہ وسلم) اتنے عدد کو ساتھ لیکر مکہ میں داخل ہوتے جسکی نسبت پہلے سے پیشگوئی ہو چکی تھی۔ خدا تعالےٰ کا علم اور قدرت یہ ہے۔ کہ نہ تو آنحضرت کو معلوم ہے اور نہ مسلمانوں کو کہ وہ کیوں ٹھیک دسہزار کی تعداد کے ساتھ جاتے ہیں۔ اور کیوں اس سے کم یا زیادہ کی کوشش نہ کیگئی۔ مگر یہ سب کچھ اُس مرید مذکور بالا ذوی ہستی کے قاہر ارادے اور کامل علم سے ہوا تو کہ اسکے موُنھ کی باتیں پوری ہوں اور اسلیئے کہ اس سے قدوسیوں اور برگزیدوں کی عزت کی روشن دلیل ٹھہر جائے۔ جو قریب تھا۔ کہ ایک ظلم عظیم کی طرفدار قوم کی ناپاک باتوں سے ستائے جائیں۔

میں چاہتا ہوں اور صدق دل سے چاہتا ہوں۔ کہ سلیم الفطرت ناظرین اس امر کی طرف پوری توجہ کریں اسلیئے کہ یہ آسان اور ناقابل التفات بات نہیں۔ توریت شریف نے ہماری اور شیعوں کی نزاع کا قطعی اور دائمی فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ خدائے علیم حکیم کا زبر دست ہاتھ تھا۔ کہ ایک مقصد عظیم کے پورا کرنے کے لیئے توریت میں اس آیت کو برقرار رکھا حالانکہ ترجموں کی ہزاروں آندھیاں اسپر چلیں۔ اور سینکڑوں الفاظ کے نازک اور نرم پیڑ اُکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے اور ہزاروں حقایق کے آثار مِٹ گئے۔ مگر یہ الفاظ جو خدا کے راست بازوں کی تمجید میں بولے گئے تھے۔ ایک اختلاف کے مٹانے کے لیئے خدا تعالیٰ کے اذن سے آفتاب و ماہتاب کی طرح قایم اور درخشاں رہے۔ یہ قدوسیوں کا لفظ پیشگوئی کے طور پر بتاتا ہے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ اُن راستبازوں کو بُرا کہا جائیگا۔ جو خدا تعالےٰ کے انبیا کی زبانوں میں مذکور ہوئے۔ اور جو اسلام کے مقصد عظیم یعنی فتح مکہ کے باعث ہوئے اور جنکے وجود سے اسلام کے جوہر نمایاں ہوئے۔ اور جنکے غیر متزلزل اخلاص کا

باوجود ترجمہ در ترجمہ ہونیکے قدوسیوں کا لفظ قایم رہنا خدا کے خاص ارادے کا نشان ہے

بدیہی ثبوت یہ ہے کہ غربت کے زمانہ سے ابتک اور آخر تک ساتھ ہیں اور دوسرا بڑا ثبوت ان کی یک رنگ حالت اور کامل اخلاص کا یہ ہے کہ وہ آخر کار ان مبارک وعدوں کے وارث ہوئے جو کتاب اللہ میں مومنوں کے حق میں دیئے گئے تھے اور خدا تعالےٰ نے اُنہی کو ملک عظیم بخشا۔ اور انکی عظمت کا بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ بیت اللہ میں اس پاک اصل کے ظل بن کر فاتحوں کی صورت میں داخل ہوتے ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ خوب جانتا تھا کہ ایک بدزبان بدلگام اور بدظن قوم اُنکے حق میں ناسزا باتیں کہے گی۔ سو اس لفظ نے ان کی تطہیر کردی ان تمام عیوب و مثالب سے جو اُنکی طرف منسوب کیے گئے ہیں وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

یہ عظیم الشان گروہ جن کو توریت میں قدوسی کہا گیا ہے۔ اور جن کو خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب قرآن کریم میں سرسبز اور آباد کھیت سے تشبیہ دیگئی ہے جسے دیکھ دیکھ کر کفار غیظ اور تعجب میں پڑے کہ ایک رائی کا دانہ کیونکر ایسا خوشنما کھیت بن گیا۔ اور جنہیں خدا تعالےٰ نے مومن اور اعمال صالحہ بجالانیوالے تسلیم کیا اسلیئے کہ مغفرت اور اجر عظیم کے وعدے اُنہی کے حق میں انکے امام ابوبکر صدیق کی وساطت سے پورے ہوئے اور یہ عظیم الشان قوم جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی رویا کی صداقت کے لیئے امن سے مسجد حرام میں داخل کیا۔ اور جنکی نسبت فرمایا۔ محمد رسول اللہ والذین معه اشدّاء علے الکفار رحماء بینهم تراهم رکّعا سجدا یبتغون فضلاً من الله و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود۔ محمد اللہ کا رسول ہے اور آپکی رسالت کا ثبوت یہ ہے کہ آپکی جماعت میں دو بڑی بھاری قابل تعریف صفتیں ہیں کہ وہ دین حق کی تائید میں دشمنان دین کے مقابل دبتے نہیں۔ اور ان کے رنگ میں کبھی رنگین نہیں ہوتے بلکہ ہر حال میں اُنپر غالب ہیں اور آپس میں رحیم ہیں اور یہ جماعت کی دو صفتیں وہ ہیں کہ بڑا بھاری ثبوت آپکی رسالت کا ان سے ملسکتا ہے اور چونکہ آپکا نام مقتضی ہے کہ آپکی ستائش دنیا میں پھیلے اور وہ بجز اس کے پھیل نہیں سکتی تھی کہ ایک جہان وحدت ارادی کے طور پر آپکا لوہا مان لیتا۔ اسلیئے ضرور تھا کہ آپ کے زیر سایہ اوّلاً ایک قوم تیار رہتی۔ جنکی گفتار و کردار سے صاف ظاہر ہوتا کہ وہ محمد یعنی بہت ہی سراہے گئے نبی کے تابع اور نمونے ہیں۔ لیکن یہ غرض اُن لوگوں سے کبھی بھی پوری نہ ہوسکتی۔ جب تک اُن میں دو صفتیں نہ ہوتیں جو عالم تمدن اور سیاست میں از بس ضروری ہیں ایک یہ کہ وہ اعدا کے مقابل کبھی ڈھیلے نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ آپس میں متفق ہوں اور درحقیقت دنیا میں سچی کامیابی کے لیئے یہ دو صفتیں از بس ضروری ہیں اور چونکہ وہ کامیاب و بامراد ہوئے اس سے بھی

اسم محمد کا مفہوم چاہتا ہے کہ آپکی شاگرد قوم بھی محمود ہو اور ان کی ستائیش سے جہان تر زبان ہو۔

عملاً ثابت ہوا کہ ان میں حقیقۃً یہ دو صفتیں تھیں اسلیئے کہ اگر ان میں تباغض اور تحاسد اور نفاق ہوتا اور نفاق و بغض بھی اس درجہ کا جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو نہ تو ان کا نام و نشان رہتا اور نہ اسلام و بانیٔ اسلام کا۔ غرض خدا تعالےٰ نے عملاً دکھایا کہ وہ آپس میں رحیم ہیں اور انکے صدور سے غل نکال ڈالا گیا ہے۔ تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلاً من اللّٰہ ورضوانا۔ تو اُنہیں رکوع و سجود کرتے دیکھتا ہے یعنے جیسے وہ مولائے حقیقی کے حضور میں خشوع و خضوع سے زندگی بسر کرتے ہیں ویسے ہی تیرے احکام و فرامین کے مقابل خواہ کیسے ہی سخت ہوں اور جان و مال کے دینے اور وطن و آبرو کے چھوڑنے کے لیئے ہوں نہ صرف گھٹنوں تک جُھک جاتے ہیں بلکہ زمین پر بھی سر رکھہ دیتے ہیں یعنی تیرے پرلے درجہ کے فرمانبردار ہیں۔

تراھم میں رسولکریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرکے منشاء خداوندکریم کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو ان کے مجرب اخلاص اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آزمودہ اور دیدہ اخلاص سے آگاہ کرے۔ پھر ان کے اخلاص اور صدق قدم کا ثبوت یہ دیا کہ اس تعمیل ارشاد نبوی میں کوئی ذاتی غرض اُنکی پنہاں نہیں۔ اور نہ انہوں نے حضور کی اتباع کی مشقتیں کسی جائیداد کے پیدا کرنے اور اپنی اولاد کو اس کا وارث بنانے اور ذاتی عیش کے لیئے اُٹھائی ہیں۔ بلکہ ان سب کاموں سے اُنہیں رضائے الٰہی مطلوب ہے۔ ان کے چہروں کو دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی سچی فرمانبردار قوم ہے اور یہی وجہ ہے کہ انکے عمدہ آداب و سیرت اور سچے برتاؤ سے جو غیر قوموں اور مفتوحہ قوموں سے اُنہوں نے کیئے لاانتہا آدمی ارادت اور صدق سے مسلمان ہوئے۔

صحابہ آپ کے پرلے درجے کے فرمانبردار تھے

غرض یہ قابل فخر لشکر جسکی نسبت علیم خدا نے گواہی دی لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم یاخذونھا وکان اللّٰہ عزیزا حکیما (بڑا ہی راضی ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے بڑھ بڑھ کر تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے اور اپنے تئیں تیرے ہاتھ پر بیچتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو انکے دل کی باتوں کا علم تھا اور خدا تعالےٰ کے علم میں تھا کہ وہ سچے راست باز اور مخلص ہیں اور رضائے الٰہی کے سوا اور کوئی غرض اس بیعت سے نہیں رکھتے اس لئے خدا تعالےٰ نے مشکلات پر غالب آنیکے لیئے سکینت اور سکون اور جمعیت اور استقامت انہیں بخشی اور انکے حقیقی اخلاص اور قلبی تودد رسول کا

ان قدسیوں کو خدا کی خوشنودی کی ابدی سند مل گئی۔

پاداش انہیں یہ دیا۔ کہ مکہ کو جو عظیم الشان مرکز ہے ان کے قبضہ میں دیدیا اور اسلیئے کہ انکی ہجرتوں کی تکلیفوں اور تباہیوں اور خدا کی راہ میں سب کچھ دے ڈالنے کے سبب سے صبر کے جانگزا دُکھوں کا پورا بدلہ ان کو ملے ان کو خیبر وغیرہ علاقوں پر متصرف کیا جن سے بہت سی غنیمتیں اُنکے ہاتھ آئیں اور اُسپر بس نہیں بلکہ خدا تعالےٰ وعدہ کرتا ہے کہ بہت جلد اور مغانم کثیرہ یعنے فارس وروم و شام کے بلاد بھی ان کے قبضہ میں دیئے جائیں گے۔ اسوقت کسی کو ان باتوں کا علم نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اندازہ کر چکا ہے۔ اور اس بارہ میں اپنا حکم نافذ کر چکا ہے کہ وہ ممالک اسلام کے تصرف میں آجائیں الحاصل یہ قدوسیوں اور برگزیدوں اور اللہ اور رسول کے مطیعوں اور رضوان اللہ کا پروانہ یافتوں کی فوج وہ ہیں جنکے راس رئیس حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین) تھے اور یہی وہ کثیر التعداد قوم ہے۔ جنہوں نے دل کی خوشی اور شرح صدر سے اسی طرح جناب صدیق سے بیعت کی جسطرح اب اُنہوں نے اطاعت سے اتنے ڈپلومے پے درپے خدا تعالےٰ سے حاصل کیئے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی اس سندیافتہ جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق کو رسول کریم کا صادق اور امین جانشین اور خدا تعالےٰ کا خلیفہ اور امام اور وارث تسلیم کیا۔ اور آخر تک آپکے حلقہ بگوش رہے۔ یہ بات کسقدر ایمان کو تازہ کرتی اور درحقیقت خدا اور اُسکے مواعید پر ایمان کو نئی زندگی بخشتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ جناب صدیق رضہ اس خوفناک ہجرت کی گھڑی میں بھی رفیق طریق اور اُس معجزہ نما غار میں یار غار ہیں اور اب اس شان وشوکت کے وقت اس جلال وشکوہ میں بھی ویسے ہی حصہ دار ہیں۔ کوئی باریک سے باریک دیکھنے والی نگاہ بھی دعوےٰ نہیں کرسکتی کہ اس مصیبت کیوقت کے اخلاص اور جان نثاری میں اور اسوقت کے اقبال اور کامیابی کے زمانہ کے اخلاص اور صدق قدم میں آپکے کوئی فرق نکال سکے۔ یہ صدیقیت اور صداقت آپ کی وہ ہی جو آسمان پر آپکے نام لکھی گئی اور خود خداوند حکیم علیم نے آپ کے کارناموں کی بنا پر یہ ڈپلوما آپ کو دیا۔ یہ زمینی خطاب نہیں جو بادشاہوں کیطرف سے لوگوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس خطاب کے مفہوم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتے ہوں۔ یا اپنی مرضی پر ایک سے چھین لیں اور دوسرے کے سینہ کو اس ڈپلومے سے مزین کردیں۔ ظالم ہے۔ اور وضع الشئے فی غیر محلہ کا سیاہ کا ملزم ہے۔ جو صدیق کا خطاب کسی اُور کے لیئے تجویز کرتا ہے۔ اگر وہ اصول عدل کا پابند ہے جیسے کہ اُس نے اپنے عقاید ایمانیہ میں عدل کو داخل کر رکھا ہے۔ تو کوئی کارنامہ اس شخص کا پیش کرے جس سے وہ اس خطاب کا مستحق قرار دیتا ہے اور تیس پاروں میں سے کتاب حکیم کے

ان قدوسیوں نے صدق دل سے حضرت صدیق کو امام تسلیم کیا۔

صدیق خدا کا دیا ہوا خطاب ہے۔

کوئی ایک ہی آیت جو قطعی دلالت کرنیوالی اسکے کسی ایسے عمل پر ہو جس سے اسلام کو زندگی ملی ہو پیش کرے جیسے ابوبکر صدیق کے حق میں ثانی اثنین اذ ھما فی الغار نے فصل الخصام شہادت دی۔ اور اور بھی قرآن کریم کی ویسی ہی متین اور صاف شہادتیں ہیں جنہیں ہم آئندہ بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی قسم کھا کر جھوٹ بولنا ملعون شیطانوں کا کام ہوتا ہے۔ کہ میں نے قرآن کریم میں کوئی اشارت یا صراحت اس خاندان کے حق میں نہیں دیکھی جنپر شیعوں نے سارے قرآن کو منطبق کرنیکی بے فائدہ اور بے نتیجہ کوشش کی ہے۔ اور کیونکر ایک کتاب جسنے اعمال اور کامیابی کو اور اسی عالم میں فائز و مفلح ہونے کو معیار ٹھہرایا ہے۔ اور بڑی قید ظاہری شوکت اور جلال اور اعدائے حق پر غالب آنے کی لگادی ہو۔ اور جس کتاب کا پُر جوش تقاضا ہے کہ اسکی پیشگوئیاں ظاہری معنوں اور پُر سطوت صورت میں پوری ہوں۔ میں کہتا ہوں۔ اور ہر ایک

آئمہ شیعہ صحیح معنوں میں ناکام رہے اس لیئے عبث ہے کہ منصور کتاب میں ان کی نسبت کوئی پیشگوئی تلاش کیجائے

سلیم الفطرت بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ کیونکر ایسی عملی اور حکیم اور کامیاب کتاب گواہی دیسکتی اور اسکی آیات منطبق ہو سکتی ہیں ایسے گروہ پر جسنے ہر زمانہ میں نامرادی۔ ناکامی اور گمنامی اور حسرت کا جامہ پہنا ہو۔ اور جن کی ساری عمر اسی اندوہ میں کٹی۔ کہ کاش کوئی وقت ملے جو بافراغت اور تقیہ سے نجات پاکر کسی سے دل کی بات ہی کر سکیں۔ اور جب کسی سے کوئی بات کرنے لگے ہیں تو پہلے مُنہ پر ہوائیاں اُڑنے لگ گئی ہیں۔ اور ادھر اُدھر جھانکتے ہیں کہ مجلس میں کوئی اَور تو نہیں یا دیوار کے ساتھ تو کوئی لگا ہوا نہیں جو ابو جعفر منصور عباسی کو جا سُنائے۔ اور پھر لینے کے دینے پڑ جائیں۔ اس سلسلہ کی نامرادی اور پُر ارمان دلوں کا کھلا ثبوت اور اس بات کا ثبوت کہ وہ اپنے دعووں کی خامی اور عملاً اپنی ناکامی محسوس کرتے تھے۔ اور رات دن انتقام کے لئے کڑھتے اور تلملاتے تھے یہ ہے کہ آخر کار ایک افسانہ تراشا گیا اور بڑی سادگی اور پست ہمتی سے اسپر اطمینان کیا گیا۔ کہ آخر زمانہ میں ایک صاحب الزمان پیدا ہوگا۔ جو پہلی ساری نامرادیوں اور مخذولیوں اور حسرتوں کے ارمان نکالیگا اور انکے اعدا سے بدلے لیگا۔ کاش کوئی اس مذہب میں جسکی بنا ناولوں اور افسانوں پر ہے اور جسنے حقایق علمیہ کو نزدیک آنے نہیں دیا غور کرے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے۔ کہ تشیع اور نصرانیت جنکی بنا افسانوں اور داستانوں پر ہے۔ اور کوئی فلسفہ حقہ انکے اصول کی تہ میں نہیں دانشمندوں اور حق کے طالبونکی نگاہ میں ذلیل اور حقیر ہو جائیں اور ان کی شوخی اور بدلگامی اور تبلیغی جوش مٹ کر دوسرے مذاہب باطلہ کیطرح تہ مساریکی چادر میں مُنہ چھپا کر زندگی بسر کریں ✤

(مقام قادیان ۸ شوال ۱۳۱۷ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۰۰ء)

ایک شیعہ کے نام خط

جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے لکھا

وعلیکم السّلام۔ میں ناراض اور غصّہ کیوں ہونے لگا۔ کبھی سُنا ہے کہ بامراد اور کامیاب لوگ بھی نارِ غضب و تاسّف کی لپٹ محسوس کیا کرتے ہیں۔ ہم تو وہ جماعت ہیں جنکے لیئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ اترا پھر ہم ناراض کیسے ہوں۔ ہم ابوبکریؓ گروہ جو خدا کے کلام کے وعدہ اور خدا کے فعل کے موافق صحیح معنوں میں مظفر و منصور ہوئے۔ اور ہماری اعدا نامرادی اور ناکامی کی جانگداز بھٹی میں صدیوں سے جلتے چلے آتے ہیں۔ ہم بفضل خدا دو بہشتیں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور حقیقۃً لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کے مصداق ہم ہیں۔ میرے دوست! دنیا میں دو ہی بڑی خوشیاں ہیں اور خدا تعالےٰ کے لاتبدیل کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ خدا کی طرف سے کامیابی اور نصرت عطا ہو اور دوست شادکام اور خوشحال ہوں۔ دوسرے یہ کہ دشمن آنکھوں کے سامنے مخذول اور پامال ہوں۔ سو خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ برکت صدیقی جماعت کے حصّہ میں ہی آئی ہے۔ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور جن معنوں میں حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بلا فصل کامیاب ہوئے۔ اب بھی ہم مسیح موعود علیہ السّلام میں ہو کر ان ہی معنوں میں پورے کامیاب ہیں۔ کوئی ہماری خوشی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جبکہ ایسی لازوال اور متواتر خوشیاں ہمارے حصّے میں آئیں۔ سو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں ناراضی کے داغ سے صاف بری ہوں اور میں آپ کو حلفاً یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں

ہزل سے نہیں بلکہ جدّ اور صدق سے کہتا ہوں کہ ہم دنیا میں اپنے صدق اور خورمی کے مربی اور شاہو
نشان رکھتے ہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس قوم پر خدا تعالےٰ کے اسقدر احسان ہوں اور جو قوم
رضوان اللہ کی سند یافتہ ہو اُسے کیا پڑی ہے یا وہ کیوں اسقدر تنزل گوارا کرنے لگے کہ مخلوق پر
اور پھر ناکام نامراد اور اپنے بخت سیاہ پر ہر وقت مرثیہ پڑھنے والے اور ہر سال ماتم کی سیاہ چادر اوڑھنے
والے ناتوانوں پر ناراض ہوں۔ میرے دوست! مجھے شیعوں سے ہمدردی ہے اور میرے نزدیک
بڑا سخت سنگدل ہے جسے اس قوم سے ہمدردی نہ ہو۔ نسلاً بعد نسل نامراد ناکام قوم جن پر نہ کبھی
آسمان کے دروازے کھلے کہ نصرت کے ملایکہ ان کے لیئے نازل ہوتے اور نہ زمین نے کبھی اُن کا
ناگوار بوجھ برداشت کیا اور کبھی بھی بھُوکے گھڑیال کی طرح خوش نہ ہوئی۔ جب تک ان ناشاد حرمان
نصیبوں کو اپنے پیٹ میں نہ لے لیا۔ آہ ایک نگوں طالع سیاہ گلیم قوم جن کے حصے میں رسول کریم کے اُمتی
ہی ذونا اور دانت پیسنا آیا۔ اور ہر سال سر پر خاک مذلت ڈالتے اور گلی کوچوں میں شیون برپا کرتی ہیں
کیا آپ مان سکتے ہیں کہ ہمیں ان بداختروں کے حال پُرملال پر افسوس نہیں آتا میں سچ کہتا ہوں کہ میں
ایک خاص آدمی ہوں جسکے دل میں اس غلط کار فریب خوردہ قوم کی نسبت درد ڈالا گیا ہی میں کوشش
کر رہا ہوں کہ دھوکے کی موٹی دیوار جو ان کی آنکھوں کے آگے کھینچی گئی ہے ڈھ جائے اور نامرادوں
کا دامن چھوڑ کر سچے کامیابوں کا دامن پکڑیں اور اس طرح خدا کے کلام کی ہستی اُنکی سمجھ میں آجائے۔
قرآن ایک پرشوکت اور پُرجلال کتاب ہے۔ وہ وہ پُرجبروت وحی ہے جو ایک فاتح اور آزاد اور مظفر و
منصور انسان (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قلب پر اُتری۔ اس ذیشان وحی کے منجانب اللہ ہونیکا بڑا
بھاری نشان ہی یہ قرار دیا گیا کہ وہ اپنے سارے دعووں تبشیر و انذار میں حرفاً حرفاً کامیاب ہوئی سو
اس وحی میں وُہی لوگ مذکور ہو سکتے ہیں اور ان ہی لوگوں پر اسکی آیات منطبق ہو سکتی ہیں جن کی سیرت
نے کامیابی اور نصرت کے نشان جہان میں جہان کو دکھائے ہوں جنھوں نے خدا کی طرح خدا میں ہو کر
اور منصور نبی کریم کی طرح آپکے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی قہاریت اور ہمہ قدرتی اور فاتحیت کا لوھا
دشمنان اسلام کو منوا دیا۔ میں نے اپنی کتاب "خلافت راشدہ" میں دکھایا ہے کہ خدا کے
کلام کے نزدیک خدا کے فعل کے رو سے زمانہ کی عادل صادق شہادت کے موافق سچے کامیاب اور
منصور صدیق و فاروق ہیں۔ (صلوۃ اللہ علیہما و علے اتباعہما) خدا کی مظفر اور منصور کتاب میں جو
علیم خدا کی طرف سے ہے ان ہی فاتحوں اور منصوروں کا ذکر ہے اور نصرت کے وعدوں کی ساری آیتیں
اور علامات المؤمنین کی ساری آیتیں اور انبیاء و رسل کے صدق کی علامات کی ساری آیتیں ان ہی پر

منطبق ہوتی ہیں۔ اور بلا تکلف منصوصی طور پر یہ قدوس خدا کے کلام میں مذکور ہیں جیسے کہ انکے سوانح
اور پاک زندگیاں آب زر سے زمانہ کے صفحوں پر مسطور ہیں۔ ان کے سوا جس قوم نے کسی کو قرآن
کی آیت یا آیات کا مصداق ٹھہرایا ہے اس سے زیادہ قرآن کا ادب اور وزن نہیں کیا کہ مظفر و منصور
کتاب مجید کو ناکاموں اور حرمان نصیبوں اور مفلوکوں کا بھاٹ بنایا ہے۔ وحاشا جناب الکتاب الکریم
عن ذلك۔ میرے دوست میں درد دل سے اس مجاہدہ میں لگا ہوں کہ وہی حق ظاہر ہو جو خدا کے
کلام اور کام کے رُو سے حق ہے۔ میری روح میں قرآن کی خدمت اور عزت کا جوش ہے میں چاہتا ہوں
کہ اسکی سچی وقعت دنیا میں ظاہر ہو۔ اور میں خدا کے کام اور کلام کے مطالعہ اور تدبر سے اس صاف اور
واضح نتیجہ پر پہونچ گیا ہوں کہ قرآن کی سچی عزت اور وقعت کبھی ظاہر ہو سکتی ہی نہیں جبتک اسے
مبارک کتاب تسلیم نہ کیا جائے اور یہ زندہ اور مبارک کتاب مانی جا سکتی ہی نہیں جب تک اس کی
قہاری پیشگوئیوں کو جو دشمنوں کے اموال و املاک و نفوس پر قبضہ پا جانے کے متعلق تھیں جو پکار پکار
کر کہتی تھی کہ فرعون کی سرزمین مصر اور قیصر و کسریٰ کے خزائن اور شام کی جنتیں اور ہند و سندھ اسلام
کے دستِ تصرف میں ضرور آجائینگے۔ ان پیشگوئیوں کو واقع شدہ اور حرفاً پوری ہو چکی ہوئی نہ مانا
(اور وہ درحقیقت پوری ہو چکی ہیں) اور یہ سلسلہ کبھی ورے رہ سکتا ہی نہیں جب تک پہلے ہی ہاتھ میں
ایمان و اسلام اپنا ہاتھ ابوبکر اور عمر کے ہاتھ میں نہ دیدے۔ حاصل یہ کہ خدا کی عزت۔ نبی کریم کی عزت
مکہ معظمہ کی عزت۔ مدینہ طیبہ کی عزت اور زبان عربی کی عزت چلا چلا کر کہتی ہے کہ وہ سب ابوبکر صدیق
اور عمر فاروق کی کوششوں کے شکر گزار۔ اور مرہون منت ہیں انکے وجود میں خدا تعالیٰ کی کتاب
کے سب وعدے اور ان ہی کے توسط سے سب وعید اولیا اور اعدا کے بارے میں پورے ہوئے
خدا تعالیٰ نے ازل میں انہیں کو فاتح اور دین کے مددگار اور رسول منصور کے انصار چن لیا۔ وہ بنی
اُمیہ اور بنی عباس جنہوں نے شیعہ کے بنائے ہوئے ائمہ اور اوصیا کا تختہ نرد اُلٹ دیا اور جن کے
قادرانہ ہاتھوں کی دستبرد سے بچنے کے لیئے آخری ناکام شخص غار میں پناہ گزین ہو گیا اور انکی سطوت
نے کبھی ان بزرگوں کو تقیہ کی سیاہ چادر سے مُنہ باہر نکالنے ہی نہ دیا۔ یہ بنی امیہ اور بنی عباس ابوبکر
و عمرؓ کے کفش بردار۔ زلہ ربا اور نمک خوار تھے۔ اُنہیں خدا کے قدوسیوں اور فاتح رسول کے منصور
جانشینوں کے حضور میں کبھی لب کہولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور یہ سب کچھ اسلیئے تہا کہ وہ خدا تعالیٰ
کے مامور اور موعود خلیفے تھے اور زندہ اسلام کی زندگی کے دائمی ثبوت کے لیے خدا تعالیٰ کی جناب
سے مقرر ہو چکے تھے +

سنت اللہ میں اس امر کا نشان نہیں ملتا کہ ایک ماموراور موعود ایک کام کے لیئے خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا اور ناکامی اور نامرادی کا سیاہ ٹاٹ اوڑھکر دُنیا سے اُٹھ گیا اور حق کے دشمنوں نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اگر ایسا ہوتا تو سلسلہ نبوت درھم برہم ہوجاتا اور حق و باطل مشتبہ ہوجاتے۔ شیعہ ائمہ اور اوصیاء کو انبیا کی طرح بلکہ انبیا سے بڑھکر ماموراور موعود مانتے ہیں مگر معًا اُنہیں ناکام حرمان نصیب اور کچھ بھی نہ کرسکنے والے اور بصد حسرت دنیا سے اُٹھ جانیوالے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی ناکامیابیوں اور ناشادکامیوں کو ان کے دل محسوس کرتے ہیں اسی لیئے تو اعتقاد بنار کہا ہے کہ بارہواں امام جو غار میں مخفی ہوگیا ہے شریعت کے سب کام پورے کرے گا۔ اور دین کی شوکت دکہائیگا۔ اور جو کام اسکے جد امجد اسداللہ الغالب کو بھی ایک لحظہ کے لیئے نصیب نہ ہوا وہ وہ آکر پورا کریگا۔ وہ اہلبیت کے اعداء سے انتقام لے گا۔ اور ناکام اور نامراد شیعہ جو آئے دن سوگ اور شیون میں گرفتار رہتے ہیں اسکے وقت میں خرم و شادان ہونگے۔ میں یہ باتیں بیدا د اور افترا سے نہیں کہتا۔ ولعنۃ اللہ علے الظالمین المفترین۔

شیعوں کے بڑے محقق جنہوں نے اوصیاء و ائمہ کے حق میں حق دوستی ادا کردیا ہے۔ یہ باتیں صاف صاف لکھتے ہیں۔ چنانچہ حال میں میرے عزیز و محترم دوست خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین احمد اسسٹنٹ سرجن حسین آباد لکھنؤ نے میرے پاس ایک کتاب ارسال کی ہے جسکا نام انصافیہ ہے اور ۱۳۱۷ھ ہجری میں مطبع دبدبۂ حیدری لکھنؤ میں طبع ہوئی ہے اس کتاب کی نسبت بڑے فخر سے دعوےٰ کیا گیا ہے کہ ایک بڑے فلسفی مزاج شیعہ نے تالیف کی ہے اور شیعہ مذہب کی حقیقت کو عجیب طور سے مبرہن کیا ہے اور فخر کیا گیا ہے کہ سرراجہ میر حسن خاں صاحب بہادر بالقابہ والیئے ریاست محمود آباد کی فرمایش سے شایع ہوئی ہے۔ اس حکیمانہ کتاب کا تھوڑا سا نمونہ عرض کرتا ہوں اُمید ہے کہ اس زمانہ کے دانشمند اسلام کے خیرخواہ بڑی غور سے پڑھیں گے۔ اور خوش ہوں گے کہ ایسے موید اسلام کے پیدا ہوگئے ہیں +

"شیعیان گویند کہ پیغمبر تمام احکام را بالعموم مردم تبلیغ نکرد بلکہ تمام فہم احکام الٰہی اگرده باشند بلکہ بوصی خودش و بقیہ اوصیائے خود گفتہ کہ آنہا بخلق برسانند و بعد ازاں کہ اوصیائے پیغمبر را از عمل بوصایت منع کردند و نگذاشتند کہ وصی آن پیغمبر نشر احکام پیغمبر کنند و مخالفین آنہا درصدد قتل و اذیت وصدمہ اوصیائے پیغمبر بودند بلکہ اگرچہ دانستند کہ آنہا در مقام مخالفت با مخالفین ستند و بیان احکام واقعی را خواہند کرد آنہا را می کشتند و حبس می کردند چنانچہ از تواریخ احوال آنہا

معلوم است کہ بر آنہا چہ صدمہ ہا و اذیت ہا از مخالفین رسیدہ اگر آنہا مع ذالک بیان میکردند و کشتہ می شدند دیگر کسے نبود کہ حق را بچند نفر مخصوص ہم برسانند و آں ہا را ہدایت کنند و آں زماں دیگر نام ایں مذہب حق ابداً و اصلاً در مردم بردہ نمی شد لہذا بنا را بر تقیہ در امور گزاردند و بیان احکام شرعیہ بجہت حفظ نفوس خود و شیعیان و بجہت حفظ احکام الٰہی کہ بالکلیہ از بین نرود نمودند نتوانستند تبلیغ احکام چنانچہ باید و شاید بدوں شک و شبہ بر خلق ابلاغ دارند و گاہے بجہت تقیہ و حفظ نفوس در جواب منافقین نحوی بیان احکام رائے نمودند کہ موافق مذہب اہل سنت بودہ بلکہ بعض از منافقین اخبار بسیار جعل کردہ و نسبت بآن ائمہ و اوصیائے حضرت رسول دادند تا آں کہ وصی دوازدہم ہمیں جہت از خلق غایب شد و احکام خدائی کما ہو حقہ بجمع خلق نہ رسیدہ کہ محل شبہ از برائے آنہا دیگر باقی نماند۔ بایں جہت مردم واقع در شکوک شدند و بایں سبب مجتہدین چوں دیدند کہ البتہ ایں خلق مکلف بہ تکالیفے ہستند و سلب تکلیف از انہا نشدہ و دیدند دسترس بہ یقین پیدا کردن باحکام واقعیہ الٰہی ندارند و اوصیائے پیغمبر کہ عالم باحکام واقعیہ ہستند بجہت خوف ہلاکت دبر طرف شدن طریقہ حقہ بالکلیہ احکام واقعیہ را مطلقاً بمردم نرسانیدند لا علاج مثل اکل میتہ در زمان مخمصہ عمل بظن را جائز دانستند بجہت آنکہ ظن نزدیکتر است بعلم و یقین از وہم و شک و بہر ظن ہم عمل نمی کنند مطلقاً مگر بہ ظنے کہ از طرف اوصیائے پیغمبر امر بعمل کردن بہ مثل آں ظن باشد آنوقت در مقام اجتہاد بر آمدہ احکام الٰہی را از قرآن و روایات صحیحہ دارادہ از حضرت رسول و اوصیائے آنحضرت بہ حسب ظاہر استخراج کردن بمردم رسانیدند و گفتند کہ اے مردم وصی دوازدہم زمانے کہ ظہور کرد واقع احکام برشما ظاہر خواہد شد و احکام ہا تمام احکام ظاہر است کہ احتمال مطابقت با حکم خداوندی دارد و احتمال مخالفت ہم دارد۔" (انصافیہ صفحہ ۳) +

یہ ہے سچا نچوڑ شیعہ مذہب کا اور لب لباب اس پاک طریقہ کا۔ اس فلسفی طبع اور تاریخدان مومن نے صاف صاف پردہ کھول کر بتایا ہے کہ جناب پیغمبر خدا کے بعد ائمہ اور اوصیا کو کیا کیا نامرادیاں اور ناکامیاں پیش آئیں۔ اسنے ہمارے یقین کے آگے صاف سڑک اس بات کا پتہ لگانے کے لیئے تیار کر دی ہی کہ کبھی کوئی وقت آن حضرات اوصیا و ائمہ کو خدا کے واقعی احکام کی تبلیغ کا نہیں ملا۔ اور کبھی ایک لحظہ بھی فراغ خاطر کا ایسا انہوں نے نہیں پایا کہ اس بار امانت سے سبک دوش ہوئے ہوں +

اس مومن شیعہ پاک نے ہمارے دل میں میخ فولاد کی طرح یہ عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ حضرات

آئمہ اور اوصیائے رسول یکے بعد دیگرے سارے کے سارے دو رنگیوں میں عمریں بسر کر کے بصد حسرت اس دنیا سے اٹھ گئے۔ خدا کی کوئی بات پیغمبر صاحب کی وصایت کا کوئی امر کما ہو حقہ کبھی بھی ادا نہ کر سکے۔ اور اس لئے کہ اگر سچ بولتے اور خدا تعالےٰ کے فرض اور پیغمبر صاحب کی وصایت سے عہدہ برآ ہوتے تو قتل کیئے جاتے ناچار کبھی ذو معنی اور محتمل بات کہتے اور کبھی مہمل ہی کہہ دیتے اور کبھی اہل سُنّت کے مذاق اور عقیدہ کے موافق بیان کر دیتے۔ فاعتبروا یااولی الابصار!!!

یہ ہی تصویر واقعی شیعہ مذہب کی۔ ان میں کوئی رشید ہے۔ جو اس طریقہ کی قباحت میں غور کرے اور تھوڑی سی بھی فکر کرے کہ کسقدر ہتک خدا کی کسقدر بیعزتی رسول کریم کی اور کسقدر اہانت اسلام کی اس مذہب کی سچائی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم احکام واقعی بیان نہیں کرسکا حضرت پیغمبر کریم خدا کے واقعی احکام پہونچا نہیں سکے۔ اسلیئے آپ کو ضرورت پڑی کہ اپنے بعد حضرات اوصیا اور ائمہ کرام کو وہ امانت تفویض کریں۔ حضرات اوصیا اور آئمہ خوف جان اور اندیشہ حفظ النفس کے سبب سے لگاتار کسی زمانہ میں بھی اس نازک امانت کے ادا کرنے پر قادر نہ ہوئے اور جو کچھ بھی فرمایا۔ اس میں دورنگی کا احتمال رہا۔ اور منافقوں نے ہزارہا روایتیں اپنی طرف سے بنا کر انکی طرف منسوب کر دیں۔ تیرہ سو برس میں کبھی خوش نما زمانہ نصرت الٰہی کا دور انہیں ملا ہی نہیں۔ تھے وہ سب مامور۔ تھے وہ سب موعود۔ یعنے خدا کی مخلوق کو خدا کے ضروری احکام پہونچانے کے لیئے ازلی حکیم قادر خدا کی طرف سے ازلاً مقرر کیئے ہوئے تھے۔ اور خلقت کو انکے وجود کی اور انکی تبلیغ کی ضرورت بھی شدید تھی۔ مگر یہ کبھی نہ ہوا کہ نصرت اور تائید الٰہی انکے شامل حال ہوتی بلکہ ہر رنگ میں خذلان انکے ارد گرد رہا اور ہر پہلو میں حرمان اور نامرادی انکے محیط رہی۔ اور پھر یہ ذلت کا دَور ہنوز ختم ہوتے میں نہیں آیا۔ اور ساری موہوم امیدوں کا مرجع ایک اور ناکام قوی دل بہادر مانا گیا ہے جو غار میں چھپا بیٹھا اور کسی گھات میں لگ رہا ہے۔

اے آدم کے بیٹو! آنکھ۔ کان۔ دل رکھنے والو! زمانہ کے نشیب و فراز اور دَورِ عالم کے سرد و گرم سے گہری واقفیت کے دم مارنے والو! اُٹھو اور اس نازک فرض کے پہلوؤں میں بھی غور کرو۔ جو مذہب کے نام سے تم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ کیا یہ وہ طریقہ ہے جو آیندہ کو کامیاب کرے گا اور اس راہ پر چلنے سے خدا تعالےٰ کی خوشنودی کی سند ملسکتی ہے اسکی ناکامی اسپر چلنے والوں کی دائمی نامرادی۔ خدا کی نصرت کا اسکے ساتھ کبھی بھی شامل نہ ہونا۔ ہر زمانہ میں اس کے حامیوں۔ مبلّغوں۔ ماموروں اور وصیّوں کا مطرود و مخذول ہونا تمہیں اب بھی

یقین نہیں دلاتا کہ اس میں راز کیا ہے اور آسمان اور زمین کیا صاف صاف گواہی دیتے ہیں۔ کیا اب بات کھل نہیں گئی۔ کہ ایک ہی عظیم الشان ثبوت خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید کا جو زندہ مذہب اور زندہ رسول اور زندہ امام کا نشان ہے اس سے شیعہ مذہب بکلی محروم ہے۔ کیا تمہارے بزرگ گواہی نہیں دے گئے اور اب بھی جو اُنکے اخلاف ہیں پکار پکار کر نہیں کہتے کہ شیعہ مذہب مردہ مذہب ہے۔ اور اس کے حامیوں اور معاونوں کی قسمت میں تیرہ سَو برس سے علی الاتصال ناکامی اور ناکامی چلی آتی ہے اور یہ مجموعہ افسانوں اور داستانوں اور ناولوں کا جسے اماموں کی روایتیں اور حدیثیں اور تفسیریں کہا جاتا ہے۔ یہ مجتہدوں کے ظن اور احتمال یا صاف صاف یوں کہو اور یہی حق ہے کہ مجتہدوں کے اپنے جذبات اور اغراض اور مقاصد کے سرجوش ہیں۔ ائمہ اور اوصیا، کو کبھی نصیب ہی نہیں ہوا کہ حق بات کو پھاڑ پھاڑ کر کہتے اور خودغرض بے ایمانوں نے ہزاروں جھوٹی باتیں اُن کی طرف دنیا میں منسوب کرکے شایع کردی ہیں۔ غرض اب تک تو جو کچھ ان تیرہ سو برس میں شیعوں کے مذہب کا مایۂ ناز ہے وہ تو یہی ہے نہ قرآن محفوظ نہ رسول محفوظ۔ نہ پیغمبر صاحب کی حدیثیں محفوظ۔ نہ اماموں اور وصیتوں کی روایتیں اور وصائیتیں محفوظ۔ نہ مجتہدوں کے ہاتھ میں کوئی یقینی اور قطعی سند موجود جو ان کے استدلال و استخراج کی مایہ ہو۔ آجا کے ساری باتوں کا مدار ایک ہی شخص رہا۔ وہ کسی لامعلوم غار میں چھپا بیٹھا ہے۔ خلقت تباہ ہو رہی ہے پر اُس کی نیند ہنوز کھلنے میں نہیں آتی۔ غرض میں اس اعتقاد کی شناعتیں کہاں تک بیان کروں۔ تم ہی خود سوچو اور خدا کے لیئے سوچو اور موت کو نصب العین رکھکر سوچو۔ کہ کیا نقل اور عقل اور فطرت ان باتوں کی تائید کرسکتی ہیں۔ کیا اس اسلام کو ہم آج اس علمی زمانہ میں غیر مذاہب کے روبرو پیش کرسکتے ہیں۔ غور کرو بڑا بھاری داغ عیسویت کے ماتھے پر یہی کہ اس میں زندہ برکت کا کوئی نشان اس کی تعلیم کا کوئی عملی نمونہ موجود نہیں اور اس تعلیم کا لانیوالا نصرانی تصویر نمائی کی بنا پر محض ناکام اور نامراد مرا۔ یہود بھی اس الزام کے نیچے ہیں کہ صدیوں سے ذلت اور مسکنت کی مار اُنہیں پڑ رہی ہے اور خذلان اور حرماں پیچھے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ رہی ہیں اور نصرت اور تائید الٰہی کا کوئی نشان اُن کے ہاتھ میں نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیونکر ایسے مذہب کے ہاتھ اپنے ایمان جیسی گرامی چیز کی امانت سپرد کردی جائے جو اس عالم میں اپنی سچائی کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکا کیونکر مال اور جان ایسے مردوں کے اشارے پر فدا کردیجائے جو یہاں بُزدلوں کے نیچے کچلے گئے اور کبھی آسمانی خدا کی نصرت کا کوئی نشان دکھا نہ سکے کیا ہم ایسے لوگوں کو شفیع

اور خدا کے دائیں بیٹھنے والے اور مقرب اور سید عالم مان سکتے ہیں جن کے ہاتھ یہاں قطعاً شل اور مفلوج رہے۔ قدرت۔ سطوت۔ قہاریت اور نصرت اور تقرب الٰہی اور الٰہی طاقتوں کا کوئی نشان اس جہان میں انکے ہاتھ سے ظاہر نہ ہوا تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس دوسرے جہان میں ان کی قدرت اور شوکت اور صولت ظاہر ہوگی۔ جو یہاں اپنے تئیں بچا نہیں سکے اور باوجود مامور و موعود ہونے کے سخت ذلیل اور ناکام ہو کر مرے کونسی دلیل ہمارے ہاتھ میں اس پر ہے کہ وہ حقیقۃً صادق اور مقرب اللہ اور مامور اور وصی تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ادنے چپڑاسی اور نذکوری مامور ہو کر آ دے تو ناکام نہیں پھرتا۔ اور فرض منصبی کو ادا کر ہی کے جاتا ہے اور مرسل الیہم کو ثبوت بین دے جاتا ہے۔ کہ وہ مقتدر گورنمنٹ کا بھیجا ہوا پیادہ تھا۔ اگرچہ بظاہر حقیر تھا۔ یہ کیا غضب آگیا کہ خدا کے منصور پیغمبر کے اوصیا اور ائمہ خدا کے ضروری پیغاموں کے پہنچانے والے اور ایک عظیم الشان امانت کے ادا کرنے والے نہ ایک نہ دو نہ تین نہ چار نہ پانچ گیارہ تک ناکام۔ نامراد۔ مخذول اور محروم مرگئے اور بارہویں کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے دوست اور دوستو۔ اس نامرادی کی سنت کا بھی خدا تعالےٰ کے سنن سابقہ میں کوئی نشان ہے مامور و موعود و مرسل ہو۔ بقول شیعوں کے وصی اور امام میں کل انبیاء کی ساری طاقتیں مرکوز ہوں۔ علم ما کان اور ما یکون اُسے ہو جن والنس پر اسے تسلط ہو اور ناکام ہو کر اس جہان سے اُٹھے۔ شیعوں نے بڑی کوشش سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ موسوی رنگ میں خلفاء کے وعدے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے تھے۔ وہ ائمہ اور اوصیا کے وجود میں پورے ہوئے اس کے معنی صاف صاف یہ ہوئے کہ جیسی عظیم الشان نصرت موسوی خلفاء **یوشع** اور **داؤدؑ** اور **سلیمانؑ** کو خدا کیطرف سے ہوئی۔ ویسی ہی انکے مقابل نامرادی اور مخذولی **نبی آخر الزمان** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصیا اور وارثوں کے حصہ میں آئی مشابہت تو بہت خوب ہوئی *

ایک شیعہ مجھے لکھتا ہے کہ حضرت موسےٰ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہما میں مشابہت کے لیئے ضروری ہے کہ حضرت موسےٰ کی طرح بارہ نقیب آپ کی اُمت میں بھی ہوں اور وہ بارہ امام ہیں پس ثابت ہوا کہ مذہب اثنا عشری حق پر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تم خود اپنے گواہ آپ ٹھہر گئے۔

تم نے صاف اقرار کرلیا ہے کہ نتوالستند تبلیغ احکام چنانچہ باید وشاید بدوں شک وشبہ برخلق ابلاغ وارند واحکام خدائی کما حقہ بجمیع خلق نرسیدہ کہ محل شبہ از برائے آنہا دیگر باقی نماند کیا یہ لوگ خلافت موعودہ کے وارث ہو سکتے ہیں۔ جن کے مبارک اندام سے نامرادی کا چولہ کبھی اُترا ہی نہیں ایک کو ناکامی پیش آئے۔ دو کو ناکامیابی ہو۔ تو ایک نامراد کی پردہ پوشی ہو سکتی ہے۔ یہاں سرے سے نامرادی جو پلے پڑی تو آخر تک ساتھ نہ چھوڑا اور آیندہ بھی لچھن ایسے ہی نظر آتے ہیں کہ قیامت تک ساتھ نہ چھوڑے۔

میں بڑی منت سے لکھنو کے شیعوں۔ لاہور کے حائری شیعوں اور خصوصًا **راجہ سر امیر حسن خاں بالقابہ** سے عرض کرتا ہوں اور اس خدا کا واسطہ انہیں دیتا ہوں جس کی جبروت کے آگے ملایکۃ السموات بھی کانپتے ہیں کہ میرے معروضہ کو بغور سنیں اور جواب باصواب سے مجھے شرف اندوز فرمائیں کہ کیا کبھی آپ نے اس میں غور بھی فرمائی کہ یہ راز کیا ہے کہ ائمہ اور اوصیا کے بعد دیگرے علے الاتصال ناکام اور نامراد رہے اور مخذولاں الٰہی کے پورے نشان ہمیشہ ان کے ساتھ جمع رہے۔ کیا یہ سنت اللہ ہے کہ اسکے مامور اور موعود اور مرسل ایسی فلاکتوں اور نکبتوں اور نامرادیوں کے ہدف بنا کریں۔ کیا نظام حق اس طرح چل سکتا اور کوئی مذہب حق یوں اپنی حقیت کے ثبوت دے سکتا ہے۔

کیا آپ لوگ شرح صدر سے اسپر راضی ہیں کہ ایسے لوگوں کو تمام انبیاء سے بڑھکر یا اقلاً برطریق تادب تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تسلیم کریں۔ جو کسی زمانہ میں سچی بات نہیں کر سکے۔ حق پہونچا نہیں سکے۔ بلکہ بسا اوقات اہل سنت کے اصول کے موافق باتیں کرتے یعنی کفر اور فسق کے کلمات مونھ پر لاتے تھے۔ اور انکی اس دورنگی اور ضعف دل اور خفا کے پردو میں مختفی رہنے سے لوگوں کو موقعہ ملگیا کہ انکے نام سے ہزاروں دجل اور فریب اور جھوٹی کہانیاں شائع کر دیں جو آج شیعہ مذہب کے عقاید و رسوم اور عادات میں نمایاں ہیں۔

پھر میں عرض کرتا ہوں اور نہایت ادب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایسی گورنمنٹ کے سطوت اور جلال کا اعتراف کر سکتے ہیں۔ جسکا لشکر جب کبھی کسی طرف کو جائے وہاں سے نامراد ہو کر واپس آئے۔ اور اُس کے پیادے اور اہلکار جس پیغام کو لیکر جائیں وہاں ہلاک کیئے جائیں میں پوچھتا ہوں کیا ایسی گورنمنٹ زندہ گورنمنٹ اور مقتدر گورنمنٹ ہو سکتی ہے؟

پھر آپ کیونکر تجویز کرتے ہیں اور کس دل اور ایمان سے روا رکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کی گورنمنٹ کے لشکر اور پیادے جو آئمہ اور اوصیا کے رنگ اور وجود میں دنیا میں آئے سدا ناکام اور نامراد رہے۔ مگر چونکہ یہ ثابت شدہ حق ہے کہ وہ آخر تک ناکام رہے لہذا آپ کیونکر اعتراف کر سکتے اور اسپر ایمان لا سکتے ہیں کہ ایسی ضعیف گورنمنٹ خدا تعالےٰ کی گورنمنٹ ہو سکتی ہے اور ایسا ضعیف اور مخذول مذہب خدائے قادر کا مذہب ہو سکتا ہے۔

یہ باتیں ہیں جنہوں نے مجھے اسپر آمادہ کیا کہ شیعوں کو اس بڑی غلطی سے نکالنے کی باذن اللہ سعی کروں جن میں ان کے باپ دادا مبتلا رہے اور اُن کو آگاہ کردوں۔ کہ شیعہ طریق کے رُو سے نہ خدا ہی بجمیع صفاتہ الکاملہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام منصور اور مظفر اور زندہ پیغمبر رہ سکتا ہے۔ اور نہ قرآن کریم کی کوئی وقعت ثابت ہو سکتی ہے اور نہ ائمہ اور اکابر کی کوئی عزت باقی رہ سکتی ہے۔ اور انپر واضح کردوں کہ قرآن کریم نے جو نشان مومنین صادقین کاملین اور خدا تعالیٰ کے مؤید و منصور عباد کے قائم کیے ہیں وہ اکمل طور پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما و علے من تبعھما) میں پائے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی ہستی اور اسکی صفات کا میلان اور نبوت کی فطرت اور کارگذاری کا میلان اور قرآنی تعلیم اور برکات کی جو کچھ غرض وغایت ہے وہ ان پاکوں کی تائید میں اور انکی کارگذاریوں سے آشکار ہے۔ جس طرح خدا تعالےٰ نے قرآن میں بڑی تحدی سے دعوےٰ کیا۔ انا لننصر رُسلنا وَالّذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ وہ پورے معنوں میں حضرت صدیق فاروق (رضی اللہ عنہما) کے وجود سے ثابت ہوا۔ کیونکر معلوم ہوتا کہ یہ خدائی کلام اور خدا کا پر تحدی دعوےٰ ہے۔ اگر وہ ہزاروں رُکاوٹوں اور مشکلات کے مقابل حرفاً پورا نہ ہوتا۔ کیا اسلام کی تاریخ میں رسول کریم کے بعد کوئی فرد یا افراد ایسے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ جو حیات دنیا میں حسب وعدہ الٰہی منصور ہوئے ہوں بجز حضرت صدیقؓ اور فاروق اور اُنکے اتباع کے۔ کیا قرآن کے اس دعوے کی تصدیق پر تقریر کرتے ہوئے ہم قوی اور غیر منفعل دل سے حضرات اوصیا اور ائمہ کے وجودوں اور انکی کارگزاریوں کو پیش کر سکتے ہیں جن کی نسبت انکے پاک مومن اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ڈرتے ہی رہے اور خدا کے احکام کی تبلیغ کبھی ان سے نہ ہوئی اور دو حالتوں میں سے ایک حالت ہمیشہ اُنکی رہی یا دشت ناکامی میں سرگردان ہو کر کہیں گمنام مرگئے۔ یا کسی شاہ وقت کی بغاوت کی اور قتل ہو گئے۔

میرا یہ اصول نہیں کہ میں کسی خاص فریق کی رعایت کروں۔ میں ان اصطلاحوں (سنی شیعہ) کی پرکاہ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اسلیئے کہ کتاب اللہ میں ان کا نام ونشان نہیں پاتا۔ میں کتاب اللہ کو مدنظر رکھکر کتاب اللہ سے دکہانا چاہتا ہوں۔ کہ اُسنے کونسی راہ تیار کی ہے۔ اور وہ منعم علیھم کون ہیں جن کی راہ پر چلنے کی ہمیں کتاب اللہ تاکید کرتی ہے اور وہ انعام ہے کیا اور اسکے آثار و برکات ہیں کیا جنکے حاصل کرنیکی ہمیں بایں شد ومد تاکید کیجاتی ہے میرے دل میں خدا نے جوش ڈالا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ میری صالح نیت پر مطلع ہے کہ میں شیعوں کو قرآن کی بتائی ہوئی راہ سے آگاہ کروں اور دکہاؤں کہ قرآن کریم کی رُوسے وُہی راہ حق ہے جسپر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے قدم مارا ہے۔ اور یہی گروہ منعم علیھم کا ہے۔ جن کی ریس کرنے کی ہمیں قرآن میں ہدایت ہوئی ہے اسلیئے کہ انپر وہ سب انعام ہوئے۔ جو خدا تعالےٰ کے کامل نبیوں پر ہوئے وہ حیاۃ دنیا میں منصور و مظفر ہوئے۔ انکے وقتوں میں اسلام کو قوت و شوکت ہوئی۔ انکے عہد میں خوف امن سے بدل گیا۔ ان کی کوششوں سے اسلام ہزارہا دیار میں پھیلا۔ لاکھوں بُتخانے اللہ کی مسجدوں سے بدلے گئے۔ انہوں نے قرآن کو اقصائے عالم میں پہونچایا۔ اسلام کے اعدائے انکے آگے گردنیں خم کیں۔ زور و قوت پر مذہب کی حقیت کا مدار ماننے والے اُنکا لوہا مان کر اسلام کی حقیت کے قائل ہوئے۔ اسلام کو زندگی ان سے ملی۔ قرآن کی حفاظت انکی وساطت سے ہوئی۔ خدا کے زندہ رسول کی طرح اُن کی یادگاریں بھی زندہ موجود ہیں کوئی نہیں ان کے سوا جو زندہ رسول کیساتھ اسوقت زندہ موجود ہو۔ جبکہ خدا کے حکیمانہ ارادہ نے انبیائے بنی اسرائیل کیطرح بنو فاطمہ کے نشان بھی مٹا دیئے۔ میں نے ان سب امور کو روز روشن کیطرح خدا کی قوت و حول سے اپنی کتاب **خلافت راشدہ** میں ثابت کیا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ میری یہ کوشش بہت سے سعادت مندوں کی ہدایت کا باعث ہوگی اور خدا تعالےٰ کے قدوسیوں کی عزت اس ذریعہ سے ظاہر ہوگی اور ایک سخت غلطی کی اصلاح ہوگی۔ جس نے بہت بڑا فساد جہان میں برپا کیا ہے۔

بالآخر میں اپنے شیعہ دوست **غلام مرتضیٰ خان** کو کہتا ہوں کہ وہ بے شک اپنے طور پر میری خط وکتابت کو شائع کردیں شاید انہی کے ذریعہ سے میری یہ درد دل کی باتیں کسی رشید تک پہونچ جائیں اگر انہوں نے مجھے قبول نہیں کیا۔ تو شاید کوئی اَور سعادت و رشد کا فرزند پیدا ہوجائے۔ جو ان صداقت کے جگر گوشوں کی قدر کرے۔ میرا دل بولتا ہے

اور وقت بھی آگیا ہے کہ قرآن کے علوم دنیا میں پھیلیں گے اور قرآنی علوم کے انتشار سے یہ سب ظلمتیں اور وسوسے جو الباطل نے دنیا میں پھیلائے ہیں پاش پاش ہو جائیں گے۔

عیسویت اور تشیع زنانہ افسانے اور بے سروپا داستانیں ہیں اور انکے پیرو ناکامی اور نامرادی کو سٹیج کے ایکٹر ہیں۔ یہ فضول باتیں اب علوم حقہ کے رُو کے آگے ٹھہر جائیں ممکن نہیں ہاں وہ جو آپ نے نہایت سادگی سے لکھا تھا۔ اور اسپر فخر کیا تھا۔ کہ آیہ وعداللہ الّذین امنوا۔ الآیۃ۔ یعنی آیت استخلاف منسوخ آیت ہے۔ یہ آپ کی ناواقفیت علوم اسلام سے ہے۔ نسخ ایسا مسئلہ ہے۔ جو عقل اور نقل اور سنت اللہ تینوں اصولوں سے ثابت نہیں ہوا۔ پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی طرف سے کوئی نص صریح اسپر ثابت نہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں اس کا کوئی اشارہ نہیں۔ قوم میں اختلاف ہوا ہے کہ کتنی آیتیں منسوخ ہیں کسی نے کوئی تعداد بتائی کسی نے کوئی۔ اسپر اتفاق کا نہ ہونا ہی بتاتا ہے کہ شارع علیہ السّلام کی طرف سے کوئی نص صریح اُس کی تائید میں موجود نہیں اور جس گروہ نے جن آیتوں کو منسوخ کہا ہے بڑی غلط فہمی سے کام لیکر محکمات کو منسوخ کہا ہے اور ایسا بھی ہے کہ ایک شخص ایک آیت کو منسوخ کہتا ہے۔ تو دوسرا رد کرتا ہے اور اسی آیت کو محکم قرار دیتا ہے اور ہم لوگ وہ قوم ہیں جو خدا تعالیٰ کے کلام کو خدا کی ذات کے مانند حیّ۔ قیوم اور لاتبدیل اور لا تنسیخ مانتی ہیں اور جو کچھ بین الدفتین موجود ہے اسی صحیح غیر منسوخ اور واجب العمل مانتے ہیں کوئی شخص اُٹھے اور کوئی آیت منسوخ پیش کرے ہم بفضل اللہ ثابت کر دینگے۔ کہ وہ آیت محکم ہے اور اُسکے فہم نے ٹھوکر کھائی ہے۔

اور علاوہ براں سب سے بڑی بات جسکی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہیئے یہ ہے کہ کوئی بھی آجتک قصص اور مواعید میں نسخ کا قائل نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ کی ایک سنت گزشتہ راستبازوں میں جاری تھی اور وہی ہمیشہ کے لئے ہر ایک نئے سلسلہ حقہ کے صدق کا معیار کامل تھی خدا تعالیٰ نے دکہانا چاہا کہ قرآن کریم بھی ایک سلسلہ حقہ کی بنیاد ڈالنی چاہتا ہے۔ چنانچہ پہلے مسلم موسوی سلسلہ کی مماثلت کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ وعدہ فرمایا کہ میں پہلوں کی طرح محمدی سلسلہ کے خدام کو زمین میں جانشین بناؤں گا۔

میرے دوست۔ یہ خدا تعالیٰ قادر مطلق کا عظیم الشان وعدہ اور قرآن اور حامل قرآن علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی حقیت کا بڑا بھاری معیار تھا۔ آخر یہ حرفاً حرفاً پورا ہوا۔ اور ابوبکر اور عمر

اور اُن کے اتباع کے وجود میں پورا ہوا۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو سمجھ دے۔ اگر یہی وعدہ منسوخ ہے۔ اور وعدوں میں نسخ جایز ہے تو امان تو بالکل اُٹھ گیا۔ کیوں ممکن نہیں کہ جناب علی کی وصایت کا وعدہ بھی منسوخ نہ ہو گیا ہو۔ بلکہ اس کا پورا نہ ہونا ہی بتاتا ہے کہ ضرور منسوخ ہو گیا ہو گا یا خدا تعالےٰ حسب قاعدہ بدؔاء وعدہ کرکے پھر ایک زبردست جماعت کی قوت دیکھکر پشیمان ہو گیا ہو گا۔ اور پھر کیا ممکن نہیں کہ بارھویں امام کے ظہور اور شوکت کا وعدہ بھی اندر ہی اندر منسوخ ہو گیا ہو اور آپ لوگ انتظار کی کشمکش میں قیامت تک گرفتار رہیں۔

غرض یاد رکھو احکام اور قصص اور مواعید میں نسخ نہیں گرمی کی شدت کی وجہ سے زیادہ لکھ نہیں سکتا۔ عصر کے بعد اس خط کو ختم کرتا ہوں اور خدا تعالےٰ سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی دستگیری کرے اور باطل کا اصلی حال آپ پر منکشف کردے۔ اور ایسا نہ ہو کہ آپ قیامت کے دن ان لوگوں میں محشور ہوں۔ جنہوں نے خدا تعالےٰ کے قدوسیوں سے جنگ کی۔ میں پھر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ابوبکر رض و عمر رض خدا کے برگزیدے۔ اسلام کی روح رواں اور قرآن کی برکات کے زندہ ثبوت ہیں۔ ان کی سچائی اور ان کے قایم کردہ سلسلہ کی سچائی کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ آج خدا تعالےٰ نے ضرورت حقہ کے وقت جسے **مسیح موعود** اور **مھدی مسعود** کرکے نازل کیا ہے وہ بھی ابوبکر و عمر رض کے خدام اور مؤیدوں میں سے ہے۔ کوئی ہے۔ جو اس سلسلہ حقہ سے انکار کرے۔ اور پھر آسمانی ہتھیاروں کا مقابلہ کرے جن سے مسلح ہو کر ہمارا **امام** میدان میں نکلا ہے ؛

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ

عبدالکریم۔ قادیان۔ ۱۴۔ جون سنہ ۱۹۰۰ء

السّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ المُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحسَانٍ

رَضِيَ اللهُ عَنهُم وَرَضُوا عَنهُ

خلافت راشدہ

حصہ دوم

المعروف

الفرقان

یعنی

حضرت مولنا و بالفضل اولنا مولوی عبد الکریم صاحب

مرحوم رضی اللہ عنہ کی آخری تصنیف

رسالہ ہذا صفحہ ۲۷ تک چھپ چکا تھا کہ حضرت مصنف صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا اس لئے سردست اسیقدر شائع کیا گیا باقی مسودہ ملنے پر انشاء اللہ شائع کیا جاویگا۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دار الامان میں باہتمام حاجی حافظ حکیم فضلدین صاحب طبع ہوا

ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء

بار اول | تعداد اشاعت ۱۲۰۰ | قیمت ۴ر

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حافظ حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے مل سکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ	اُردو	۵ر
″ حصہ دوم و سوم و چہارم - دلائل (۴ر ۱۰ر ۲ر)		کل مجموعہ
حقیقت اسلام تفسیر چند آیات ردّ آریہ و عیسائی و برہمو و دہریہ وغیرہ	″	؎
سرمہ چشم آریہ - آریوں کے ردّ میں -	″	۱۲ر
برکات الدعا - رشد عا کے فوائد اور ضرورت	″	۲ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ و حقیقت اسلام و تبلیغ رسالت حقہ -	اردو عربی مترجم فارسی	عاً
انوار الاسلام - عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پوری ہونے کی تفصیل و ردّ عیسائی	اُردو	۴ر
نسیم دعوت و ستاتن دھرم - ردّ آریہ	″	
کتاب البریہ - سوانح عمری حضرت اقدس و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا -	″	عہ
ایام الصلح - دعوے مع دلائل و	″	۸ر
ایام الصلح - پیشگوئی طاعون -	فارسی	۸ر
اربعین نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - نشان صداقت مہلین اور لوگوں کو ایک نعمت کی بشارت	اُردو	۴ر
حضرت اقدس علیہ السلام کا ریویو بجلسہ		
جنگ مولوی محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر	″	ـر
روداد جلسہ دعا - ٹرانسوال کی فتح کے لئے دعا اور حضرت اقدس کا لیکچر	″	۲ر
استفتاء - لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا	″	۱عہ
نور القرآن حصہ اول و دوم (۴ر ۲ر) - ردّ عیسائی و آریہ		

نام کتاب	زبان	قیمت
مجموعہ آمین حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادوں کی آمین	نظم اُردو	ـر
ستارہ قیصرہ - شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ	اُردو	۰ر
تحفہ قیصرہ - قیصرہ ہند اور اسکو دعوۃ اسلام	″	۲ر
کرامات الصادقین - تفسیر سورہ فاتحہ -	عربی	۸ر
حمامۃ البشریٰ حصہ اول ثبوت وفات مسیح و رسالت خود -	عربی مترجم اُردو	۸ر
سیرۃ الابدال - مقربین کے علامات -	عربی	۱۰ر
سچائی کا اظہار - ردّ عیسائی -	اُردو	۰ر
نور الحق حصہ اول و دوم (۹ر ۵ر) - ردّ عیسائی و پیشگوئی خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	عربی مترجم اُردو	۱۴ر
درثمین اشعار تصانیف حضرت اقدس سے انتخاب	اردو فارسی	۵ر
″ حصہ اول اشعار صرف	اُردو	۱ر
حقیقۃ المہدی - آنیوالا مہدی صلحکار ہی یا خونی	″	۱۰ر
شرائط بیعت عشرہ مع تکمیل تبلیغ و عبارت جو بیعت کے وقت پڑھائی جاتی ہے -	″	ـ
اعجاز المسیح - تفسیر سورہ فاتحہ اور پیر گولڑوی کو اس کی نظیر بنانے کی تحدی -	عربی مترجم فارسی	۱۲ر
ازالہ اوہام حصہ اول - جواب معترضین وفات مسیح و	اُردو	۸ر
″ حصہ دوم - حقیقت دجال یاجوج ماجوج تفسیر چند آیات	″	۱۰ر
تحفۃ الاسلام - ردّ عیسائی -	″	۱ر
تحفۂ حق - ردّ آریہ -	″	۶ر
فتح اسلام - دعویٰ خود و ذکر تبلیغ شاخ -	″	۲ر
توضیح مرام حقیقت نزول ملائکہ و تفسیر چند آیات	″	۲ر
اتمام الحجۃ - مولوی رسل بابا امرتسری کو تحدی	عربی و اُردو	۲ر
انجام آتھم - ردّ نصرانیت و علماء کو دعوت - اردو عربی مترجم اُردو		۱۴ر
تقریریں ۲۹ - ۳۰ دسمبر ۱۹۰۴ء کو جلسہ سالانہ پر حضرت اقدس کی تقریر	اردو	۳ر

فہرست مضامین الفرقان

الفرقان کا دیباچہ

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے ٭ زندگی موت کے آنیکی خبر دیتی ہے

میں نہایت سوگوار دل کے ساتھ اپنے محسن و مخدوم اور واجب الاحترام بھائی اور نہایت وفادار دوست حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی کتاب الفرقان کا دیباچہ لکھنے کیخدمت بجالاتا ہوں۔ حضرت ممدوح نے جب کتاب مذکور کو شروع کیا تھا اِسکو یہ خیال اور وہم ہو سکتا تھا کہ یہ کتاب ابھی پوری نہ ہو گی اور آں مخدوم کی رحلت کا زمانہ قریب آجائے گا۔ اور اس کتاب کو ناتمام شایع کرنا پڑیگا۔ مگر اللہ تعالےٰ کی مرضی یونہی تھی کہ اس کتاب کے اجرا ہی میں مرحوم کو موت آوے اور اس طرح پر ان کا یہ فعل (جو اعلےٰ درجہ کا قلمی جہاد تھا) ہمیشہ کے لیے جاری سمجھا جاوے۔ ٹھیک اسی طرح پر جیسے ایک شہید کے افعال برابر جاری رہتے ہیں۔ اس لیے میں ہر چند اس کتاب کے ناتمام رہنے پر نہایت محزون ہوں مگر یہ امر اس غم اور حزن کو بھلا دیتا ہے کہ اس کتاب کا ناتمام رہنا حضرت مخدوم کے اعمال صالحہ کے جاری رہنے کا موجب ہوا ہے اللہ تعالےٰ انکے اس عمل کو قبول کرے اور اسکو بہتوں کی خیر و برکت کا موجب بناوے۔ آمین۔

الفرقان کے ناظرین اس رسالہ کو پڑھ کر معلوم کریں گے کہ فاضل مصنف کی غرض محض اللہ تعالےٰ کی رضا اور اعلاء کلمۃ الحق تھی چنانچہ خود شہید مرحوم شروع کتاب میں لکھتے ہیں۔

"اگرچہ خلافت راشدہ میں اس قسم کے اعتراضوں اور ان سے پیدا ہو سکنے والی شاخوں کا جواب دیا جا چکا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے

اس میں ایسے اصول کو مدنظر رکھکر کلام کیا گیا ہے کہ باطل ان کی قوت اور صدمات
اور صولت کے مقابل آنے اور ٹھیرنے کی تاب نہیں لا سکتا اور ایک تیز نظر
صاف طبع طالب حق اور ناصر حق کے لیے ان سے بہت سے حقایق اور
معارف کے استنباط کی راہ کھل جاتی ہے مگر با ایں ہمہ اللہ تعالیٰ کی
رضا اور ثواب کیلیے دل میں جوش پیدا ہوا کہ نئے پیرایہ میں ان
باتوں پر کچھ لکھا جاوے ممکن ہے کہ کسی سعید کے لیے رشد اور سعادت کے
حاصل کرنے کا یہی وقت مقدر ہو"

جبکہ اس پاک غرض اور مقصد کو مدنظر رکھکر آپنے اس رسالہ کو شروع کیا تھا تو امید کیجاتی ہے کہ
اللہ تعالیٰ اسکو سعید اور رشید روحوں کے لیے مفید اور بابرکت بناوے وما ہذا علی اللہ العسیر یہ امر
کہ مولوی صاحب مرحوم نے اس کتاب ہی کے فکر میں یا اسی خدمت میں جان آفریں کو جان سپرد کی
خیالی نہیں۔ بلکہ جو لوگ حضرت مرحوم کے دوران علالت میں آپکے پاس جاتے تھے اور جن میں
سے خاکسار بھی ایک ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپنے کئی مرتبہ یہ ذکر کیا کہ اگر کوئی فکر اور خواہش ہے
تو یہی ہے کہ یہ کتاب پوری ہو جاوے اور فلاں خدمت دین ہو جاوے +

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب مرحوم اپنی علالت میں بھی اسی ادھیڑبن اور فکر
میں رہے اور اسی دھن میں انہوں نے جان دیدی +

یہ رسالہ یا کتاب کوئی معمولی کتاب نہ تھی۔ بلکہ وہ اس میں سیر کن اور سیراب کر دینے والی بحث ان
امور پر کرنی چاہتے تھے جو شیعہ اور سنیوں میں متنازعہ فیہ سمجھے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور
تھا کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں وہی کافی ہے اور اس سے زیادہ اور کسی بحث اور تصریح کی حاجت نہیں
اس لحاظ سے جو کچھ آپنے لکھ دیا ہے وہ خدائی فیصلہ کے موافق سچ مچ...... الفرقان ہے +
اور حقیقت میں خلافت راشدہ اور الفرقان کے اسقدر حصہ کو پڑھ لینے کے بعد میں نہیں سمجھ
سکتا کہ کوئی سعید الفطرت اور زکی النفس پھر ان الجھیڑوں اور عقدوں کے حل کیلیے کسی کلید اور گرہ کشا کو

تلاش کرے۔

چونکہ حضرت شہید مرحوم کو مجھ خاکسار سے محض للہ محبت تھی اور جب کبھی مجھے آپکے حضور بیٹھنے کا موقع ملتا تھا تو علے العموم وہ اس کتاب کا ذکر کرتے تھے اسلیے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ وہ کس اسلوب پر اس کتاب کو لکھنا اور ختم کرنا چاہتے تھے انہوں نے جو طریق کلام اپنی ان تحریروں میں اختیار کیا ہے ہرچند اسکی بنیادی اینٹ اعلے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھی ہے لیکن میں بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید لکھونگا کہ اسپر ایک شاندار اور آرام دہ عمارت بنانیوالا شہید مرحوم ہے میں اس پر حیاتِ صافی جو حضرت مولانا کی لایف ہوگی انشاءاللہ العزیز مفصل بحث کرونگا لیکن یہاں صرف اسیقدر عرض کردینا کافی ہے کہ وہ جدید علم الکلام قرآن کریم ہی کو اپنے دعوے اور دلایل کے لیے کافی قرار دینا اور اسی کا فیصلہ فیصلہ ناطق ٹھیراتا ہے چنانچہ خلافت راشدہ اور الفرقان میں حضرت ممدوح نے اس طریق استدلال کو بڑے زور اور قابلیت کے ساتھ پیش کیا ہے + اور بڑی خوشی اور ناز سے کہا جاتا ہے کہ کوئی قلم اور زبان آج تک اسے رد نہیں کرسکی +

مولانا ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ شیعہ اور دوسرے ملل باطلہ سے کلام کرنیکا یہ ایسا طریق اور گر ہے کہ کبھی اس تیر کے چلانے والا نشانہ کے خطا جانے پر افسوس نہیں کرسکتا + اسلیے کہ یہ حربہ اللہ تعالے نے دیا ہے اور آسمانی حربہ کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔

عرض

یہ کتاب یا رسالہ جو الفرقان کے نام سے شایع کیا جاتا ہے ہرچند ناتمام ہے مگر اس وجہ سے کہ شیعہ مذہب کے ساتھ گفتگو کرنے کا ایک کارگر حربہ سعادتمند اور رشید انسان کو عطا کرتا ہے اپنی نوعیت میں جامع ہے اور اس لحاظ سے کہ شہید مرحوم کے عمل جاری کا نمونہ ہے اسلیے بحالت موجودہ قابل قدر ہے۔ مرحوم کی شہادت کے بعد میں نے انکی لایف لکھنے کے ارادہ سے انکے کاغذات کو جو یہاں موجود تھے برادرم محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی (جو مولوی صاحب ممدوح کے پھوپھی زاد

عزیز بھائی ہیں اور جنہوں نے مرحوم کی علالت کے ایام میں بڑی خدمت کی اور جنکے ساتھ مرحوم کو بہت محبت تھی) کے توسط سے دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ اگر الفرقان کا مسودہ یا اسکے متعلق کوئی مٹیریل (مواد) ملسکے گا تو میں اسے بطور خود ترتیب دیکر مرحوم کی خواہش کو پورا کرنے والا ٹھیرونگا۔ مگر جو کچھ ملا اس میں سے بجز ایک ورق کے اور کچھ نہیں جو الفرقان کے ساتھ شائع ہو سکے ہاں اگر ان کی کتابوں پر کوئی نوٹ ملے (جو ابھی نہیں دیکھے گئے) اور خدا تعالے کے فضل نے توفیق دی تو کچھ عجب نہیں کہ کوئی خدمت اس سلسلہ میں ہو سکے۔ وباللہ التوفیق۔

وہ ورق جو مجھے ملا ہے اسکو میں اس کتاب کے آخر میں جو آپ کی زندگی میں صرف ۲ے صفحہ تک چھپ چکی تھی منضم کرا دیتا ہوں اور ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے مرحوم بھائی کے لیے بہت بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالی انکی اس خدمت کو قبول فرماوے اور اسکے اجر میں انکے مقامات اور درجات کو بلند کرے اور اس کتاب کو بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بناوے (آمین) آخر میں یہ کہہ کر کہ

مرنے والے کی یہ نشانی ہے

میں اس تحفۂ مرحوم کو اپنے احباب کے سامنے پیش کرتا ہوں وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؎

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان

۲۶۔ نومبر ۱۹۰۵ء
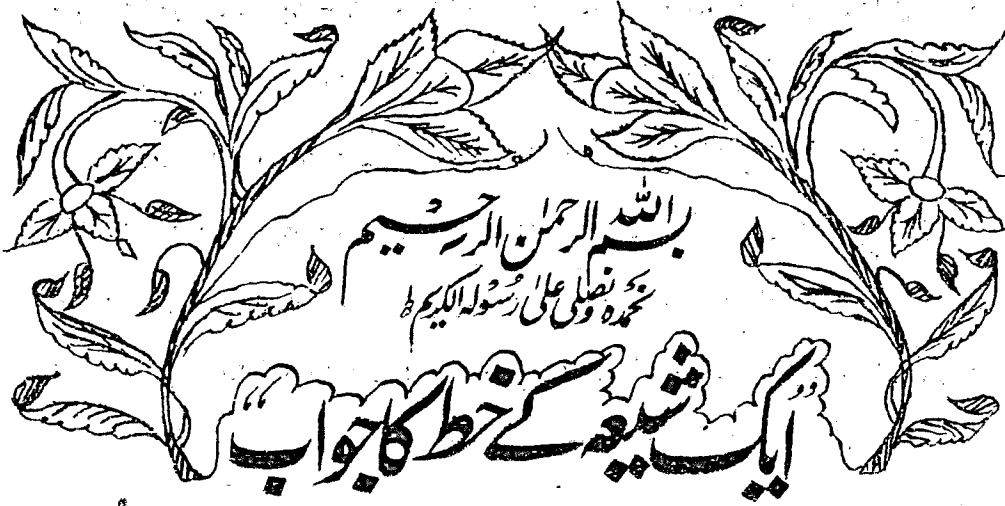
ہمارے لائق اور زکی دوست منشی نذر علی صاحب ۱۴ - فروری کے خط میں میرے مکرم مخدوم مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں ایک سوال لکھکر گذارش کرتے ہیں کہ یہ ایک شیعہ مناظر کی تحریر ہے اور بہت جلد اسکا کافی جواب مطلوب ہے - حضرت مولوی صاحب مکرم وہ خط مجھے دیکر فرماتے ہیں کہ میں بقدر استطاعت اسپر کچھ لکھوں - میں جو اُس خط کو پڑھتا ہوں تو وہی پراگندہ باتیں اور بے بُنیاد نکتہ چینیاں ہیں جو یہ لوگ عادت کے موافق خدا کے راستبازوں کی نسبت کیا کرتے ہیں -

اگرچہ خلافت راشدہ میں اس قسم کے اعتراضوں اور ان سے پیدا ہو سکنے والی شاخوں کا جواب دیا جا چکا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے اُس میں ایسے اصول کو مد نظر رکھکر کلام کیا گیا ہے کہ باطل اُن کی قوۃ اور حدۃ اور صولۃ کے مقابل آنے اور ٹھیرنے کی تاب نہیں لاسکتا اور ایک تیز نظر صاف طبع طالب حق اور ناصر حق کے لئے اُن سے بہت سے حقائق اور معارف کے استنباط کی راہ کھل جاتی ہے مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے لئے دل میں جوش پیدا ہوا کہ نئے پیرایہ میں ان باتوں پر پھر کچھ لکھا جائے ممکن ہے کہ کسی سعید کے لئے رشد و سعادۃ کے حاصل کرنے کا یہی وقت مقدر ہو - اب میں بزرگ مناظر کے اعتراض نقل کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں -

اُلسابقون الاولون - اور سبقت کرنے والے سب سے پہلے ایمان میں - من المھاجرین والانصار مہاجرین اور انصار میں سے جو کوئی سب سے پہلے ایمان لایا - والذین اتبعوھم باحسان اور وہ لوگ کہ پیروی کی ہے انہوں نے ان سابقین کے ساتھ نیکی کی یعنی ایمان اور طاعت میں - اور وہ لوگ اصحاب رسول خدا کے ہیں جو کہ بعد اُن سابقین کے ایمان لائے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جو لوگ قیامت تک اُنکی پیروی کریں وہ بھی اس میں

داخل ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ راضی ہے خدا اُن سے بسبب اُن کے ایمان اور طاعت کے اور راضی ہیں وہ اُس خدا سے بسبب حاصل کرنے نعمتوں دنیا اور آخرۃ کے۔

یہاں مراد سبقت سے سبقت الی الایمان ہے نہ سبقت الی الہجرۃ جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ اور اگر ہم سبقت الی الہجرۃ فرض کرلیں تو مراد اس سے جعفر طیار وغیرہ ہوں گے کہ انہوں نے سب سے پہلے طرف حبشہ کی ہجرۃ کی۔ اور اکثر کے نزدیک سبقت سے سبقت الی الایمان مراد ہے یعنی جو سب سے پہلے ایمان لائے اور پہلے سب سے علی مرتضیٰ اور خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائے۔ اور اہل سنت کے علمائے ذیل سبقت اسلام علی مرتضیٰ کے قائل ہیں۔ (اس کے بعد عادۃ کے موافق افسانے اور روائتیں نقل کئے ہیں جنسے بدقسمتی فیج اعوج کی کتابیں بھری پڑی ہیں) پھر فرماتے ہیں۔ اگر سابقون الاولون سے وہ سب لوگ مراد لئے جائیں جو ہجرۃ کے پہلے ایمان لائے تھے خواہ مہاجرین خواہ انصار اور سبقت سے مراد بھی عام ہو خواہ سبقت الی الایمان خواہ سبقت الی الہجرۃ یہ سب کچھ موقوف ہی سلامتی ایمان پر کہ وقت مرنیکے ایمان صحیح باقی رہا ہو اور جو اعمال کہ موجب نارضامندی خدا کے ہیں وہ عمل میں نہ لائے ہوں اس لئے کہ خدا فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ اور انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا۔ حاصل ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ ایمان پر قائم رہے ہوں اور بعد ایمان لانیکے پھر شک نہ کیا ہو اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ بعد ایمان لانے یا ہجرۃ کرنے کے جو چاہے سو کرے خواہ مرتد ہو جائے خواہ اعمال بد عمل میں لائے جیسا کہ بعضوں سے ظہور میں آیا تو اُس سے بھی خدا راضی ہے جیسا کہ اہل سنت اہل بدر اور بیعت رضوان اور دیگر مہاجرین و انصار کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو چاہیں سو کریں اُنکے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ اگر وہ کعبۃ اللہ میں شراب نوشی کریں یا اپنی محرمات والدہ خواہ دختر سے زنا کے مرتکب ہوں تو کچھ گناہ نہیں اور خدا تعالیٰ اُنسے راضی ہے۔ اور یہ گمان کہ کل مہاجرین گناہوں سے پاک تھے اور جن گناہوں سے خدا ناراض ہوتا ہے وہ اُن سے صادر نہیں ہوئے یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ فسق و فجور بعضے مہاجرین اور انصار کا اُنکے علماء کی کتابوں سے ثابت ہے۔ ایسے اشخاص جو شرابیں نوش کریں جہاد سے فرار کرتے ہوں خونریزی کرتے ہوں حقوق غصب کرتے ہوں خدا اُن سے کس طرح راضی ہوگا اور عثمان سے تو وہ افعال صادر ہوئے کہ مصریوں کے ہاتھ سے بالآخر قتل ہوئے۔ اور یہی لوگ تو ہیں جن کے حق میں خدا فرماتا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ۔ پس معلوم ہوا

کہ السابقون الاولون سے وہی لوگ مراد ہیں جو ایمان صحیح پر مرے ہوں اور افعال نیک بجالائے ہوں“

ان اعتراضوں کا مقصد و منشا یہ ہے کہ ابوبکر اور اُن کے اتباع سابق الی الہجرۃ یا سابق الی الایمان نہ تھے بلکہ علی اور خدیجہ تھے۔ ابوبکر اور آپکے اتباع ایمان سلامت نہیں لے گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اُنکے حق میں نہیں۔ وہ لوگ مرتد۔ فاسق ظالم خونریز تھے۔ اُنکے اعمال دنیا اور آخرۃ میں حبط ہو گئے۔ السابقون وہی ہیں جو ایمان صحیح پر مرے۔

ان اعتراضوں کے جواب میں سب سے پہلے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب اور کلام نے السابقون الاولون کن کو کہا ہے اور اُن کے کیا نشان بتائے ہیں۔ اُن کے اعمال و افعال کی کیا تعریف کی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے اعمال و افعال کن لوگوں سے ظاہر ہوئے اور وہ تعریف اور علامتیں کس جماعت پر صادق آتی ہیں۔ پھر یہ دکھائیں گے کہ مرتد۔ فاسق۔ خونریز اور ظالم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کن کو کہا گیا ہے اور اُن کے اعمال و افعال کیا بیان کئے ہیں اور انکی کارروائیوں کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور ان ہی امور کے ضمن میں دیکھیں گے اور دکھائیں گے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے خدا تعالیٰ کی کلام اور اسکے کام میں کیا مراد ہوتی ہے۔ کیا رضوان اللہ اور لعنۃ اللہ حقائق ثابتہ اور واقعی امور ہیں یا ناتوان بے علم شتاب کار انسان کی رنج آفرین بے نتیجہ گالی گلوچ کے ہم پلہ اور ہم وزن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان سب اعتراضوں کا کافی اور شافی جواب بسط اور تفصیل سے زندہ اور مبارک کتاب قرآن کریم نے خود دیا ہے۔ افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ شیعوں نے اور اسی طرح ان سب لوگوں نے جنہوں نے راہ حق سے کنارہ کشی اختیار کی ہے قرآن کریم کو قبلہ اور امام نہیں بنایا۔ اگر وہ لوگ اضطراب اور پریشانیوں کی تاریک راہوں میں اس نور اور ہدایت سے مدد لیتے تو جیسا کہ قرآن کریم کا زرین اور سچا دعویٰ ہے کہ وہ اختلافات کے درمیان حَکَم ہو کر آیا ہے سچے فیصلہ کی راہ انہیں ضرور ملجاتی۔ ہمارے سامنے اسوقت بھی اور قدیم سے لازوال طور پر دو ہی مستحکم غیر متزلزل قاعدے موجود ہیں جنہوں نے سچے اور واقعی فیصلوں اور نتیجوں کے پیدا کرنے میں کبھی خطا نہیں کی اور ان کو رہبر اور امام بنانیوالے کبھی نامراد نہیں ہوئے۔ وہ ہیں خدا کا کلام اور خدا کا کام۔ خدا کے کلام کی نسبت یہ پرہیبت بلند دعویٰ کیا گیا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اور خدا کے کام کی نسبت فرمایا گیا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ دو ہی چیزیں ہیں جنکی حفاظت کا ذمہ دار خود خدا ہے۔

خدا کی حفاظت کے معنے یہ ہیں کہ انسان کے زیب ـ منصوبہ اور کارسازی کا دست تصرف و تحریف ان دو مضبوط قلعوں میں مداخلت کرنے سے قاصر ہے ـ ان کے سوا باقی سب کتابیں غیر محفوظ اور تمام دست آویزیں انسانی دست برد کی پامال کردہ ہیں ـ

میرے بیش قیمت عمر کا بہت سا حصہ مذاہب اور ملل کی کتابوں کے پڑھنے اور اُن کے عقائد و اصول کی تنقید و تحقیق میں صرف کیا ہے ـ اللہ تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ اسکی رضا کی جستجو اور حق کی تلاش اور پیاس ہیں باوجود طرح طرح کی مشکلات کے اس قدر زحمت کو گوارا کیا ـ شیعوں کے بڑے بڑے متکلمین اور قابل وثوق مناظرین کی کتابوں کو پڑھا ـ نصرانیوں کے مباحثات کو غور سے دیکھا ـ سب کو بڑے افسوس سے ایک ہی راہ پر قدم مارتے دیکھا ـ شیعہ اور نصرانی دونوں ایک ہی منصوبہ اور ایک ہی مقصد اور یکساں دل کی تحریک سے اپنے عقائد کی تائید اور دوسروں کی تردید کے لئے قصوں اور افسانوں کو بڑہ بڑہکر پیش کرتے اور اسپر بڑے ناز سے اپنے تئیں کامیاب سمجھتے ہیں ـ خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کی طرف آنے سے دونوں اس طرح گریز کرتے ہیں کہ افسوس سے اُن کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ یا تو خدا تعالیٰ کے کلام و کام کا پاس و ہراس ان کے دلوں میں نہیں یا اس بات کا دلی شعور انہیں اس طرف آنے سے دھکّے دیتا ہے کہ انہیں ان قلعوں میں پناہ نہیں مل سکتی نصرانیوں نے اپنے توہمات اور تاریک خیالات کی ریزہ کاریوں سے ایک بُت بنا رکھا ہے ـ ایک ضعیفہ عورت کے پیٹ سے نکلا ہوا ضعیف انسان ـ اُسے خدا مانا ہے ـ کس قدر فیصلہ کی آسان راہ ہے کہ خدا کے کلام اور خدا کے کام کو اس مقدمہ میں حَکَم ٹھہرائیں اور ان بے لاگ راست کار ججوں کے فیصلہ پر جو کچھ ہو سر تسلیم خم کر دیں ـ

شیعہ اور نصاریٰ دونوں ایک ہی مقصد کو مد نظر رکھتے اور ایک ہی راہ پر چلتے ہیں

خدا کی کتاب جب پکار پکار کر کہتی ہے کہ وہ ناتواں عورت کا فرزند تہا ـ عام انسانوں کیطرح حوادث اور عوارض کا نخچیر لاغر تہا ـ اسکے افعال و اعمال میں کوئی ایسا امر نہیں پایا جاتا جو اسکے ہم جنسوں پر اُسے فوق اور ترجیح دینے سکے یا عام انسانی دائرہ سے خارج ہو کر کوئی اور بلند اور پُر ہیبت ہستی کے ادعا کا اُسے استحقاق بخشے ـ کتاب کہتی ہے کہ اس کے معجزات اور خوارق سے بڑہ کر دوسرے اسرائیلی نبیوں سے معجزات ظہور میں آئے ـ خدا کا کام بلند آواز سے اسکی نسبت یہ گواہی دیتا ہے کہ توریت کے عام نبیوں کے برابر بھی کامیابی اُسے نصیب نہیں ہوئی ـ بڑی حسرت ناک نامرادی اور ذلت کے ساتھ اس جہان سے رخصت ہوا ـ اس کی قوت قدسی اور افاضہ کا یہ حال تہا کہ چند ناقابل التفات چھوڑے جو اُس کے پُر اثر مکتب کے شاگرد تھے وہ بھی نمونہ کے اچھے ثابت نہ ہوئے ـ اُستاد کی زندگی میں ہی ان سے غدر اور عہد شکنی اور پست ہمتی کے وہ کام اور نمونے ظہور میں آئے کہ کسی گرو یا مرشد کے

کلام اور کام الٰہی کی گواہی مسیح کی نسبت

تعلق رکھنے والے کمزور دل پست ہمت بھی اُن کا نام لینا پسند نہیں کرتے۔

جب خدا کی کتاب اور خدا کا کلام ایک شخص کی نسبت یہ گواہی دیتے ہیں تو انصاف سے بتاؤ کیا ہم اسبات کے کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ نصرانیوں کا معبود اور مقصود ان کے اپنی توہمات کا تراشا ہوا ایک فرضی بُت ہے کوئی حقیقت حقہ اس کے ساتھ نہیں۔ اسی طریق اور منہاج پر شیعوں نے چند بُت بنائے ہوئے ہیں جن کا سراپا ان کے اپنے ہی تاریک توہمات کا بیان کیا ہوا اور ان پر اپنے خیالات کا رنگ و روغن چڑھایا ہوا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ خدا کے کلام اور اس کے کام سے اُن کے لئے خوبصورت پوشاک حاصل کرتے۔ خدا کے کلام سے دکھاتے کہ ائمہ۔ اوصیا انبیا اور خلفا کے یہ علامات اور صفات قرآن کریم میں آئے ہیں اور اُن کے اعمال اور نتائج اعمال خدا کے کلام نے یہ بیان فرمائے ہیں اور خدا کے کام نے اُن کی کامیابی اور نصرۃ اور اُن کے اعدا کی خذلان و ذلت کی نسبت یہ گواہی دی ہے۔ مگر افسوس شیخ طاق اور حلی سے لیکر اسوقت کے سرکار دولت مدار قمی حائری تک بھی کسی نے ایسا نہیں کیا۔ پرانے وقتوں سے اب تک ایک ہی قسم کی انتھک کوشش کی جاتی ہے کہ اُن فرضی بتوں کو ناولوں۔ افسانوں اور قصّوں کے سپاہی اور پہلوان ثابت کیا جائے۔ اس بے ثمر نامراد کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ بارہ سو برس سے روتے چھاتیاں پیٹتے مونہہ نوچتے بدزبانیاں کرتے گالیاں دیتے اور اپنے دشمنونکو کوستے چلے آتے ہیں مگر ابتک پہلے کو پچھلا اور پچھلے کو پہلا نہیں بنا سکے۔

غرض میں نے پوری تحقیقات اور کامل غور و فکر سے یہ دیکھا ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں خدا کے کلام اور کام سے کوئی سلطان اور برہان نہیں۔ جو تعریف و توصیف ان لوگوں نے اپنے بتوں کی نسبت کی ہے وہ بھی اپنے ہی خیالات کے تراشی ہوئی ہے خدا کے کلام اور کام کی اُس پر مُہر نہیں اور جو عیوب اور مثالب خدا کے قدوسیوں اور راستبازوں کی نسبت انہوں نے اپنی کتابوں میں بھری ہیں اُن کے اپنے کینہ جوشوں اور بُرے دلوں کے زہریلے بخارات ہیں خدا تعالیٰ کا کلام اور کام اُن برگزیدوں کو ان ناپاک ناموں اور مکروہ لقبوں سے بری کرتے ہیں۔

اب میں حسب وعدہ قرآن کریم سے دکھاتا ہوں کہ ایمان اور ہجرت میں سبقت کرنے والے لوگ کون ہیں اور خدا کے مبارک کلام نے اُن کے صفات و حالات اور اعمال اور نتائج اعمال کیا بیان فرمائے ہیں۔

ان امور پر روشنی ڈالنے اور اس راہ سے ہر قسم کی تاریکی کے دور کرنے کے لئے سورۂ انفال سی عمدہ مشعل مجھے نظر نہیں آئی۔ اسی سورۂ شریفہ میں وہ آیت بھی ہے جس سے بحث کرنا اصل مقصود ہے۔ سچائی کو پوری طرح دل میں بٹھانے۔ حق کی قرار واقع تائید اور باطل کے استیصال کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام مبارک

سورۂ انفال کو منتخب کسوٹی کیوں فیصلہ کیلئے اختیار کیا

سورۃ پر نظر کی جائے۔ اس لئے کہ اس میں منافقوں۔ مومنوں۔ مہاجروں اور ناصروں کے صفات اور آیات اور اعمال اور نتائج اعمال کو بڑے بسط اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ میں آمیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حتی المقدور سعی کروں گا کہ ایک سعید اور ذہین طالب حق کے لئے حقائق کی طرف انتقال ذہن کا سامان اور مواد پیدا کروں۔ میں پوری بصیرۃ سے دعویٰ کرتا ہوں کہ اس سورہ شریفہ کی ترتیب اور نظام میں ذرہ سی غور کرنے سے اُن تمام مباحثات اور مجادلات کا محض فضول اور ھرزہ کاری ہونا ثابت ہو جائے گا جن سے کتابیں اور ہزاروں جلدونکی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایک صاف اور واضح حقیقت تھی جسکو ایک قوم نے تاریک اور ناپاک اغراض کی تحریک سے اور دوسری قوم نے مدافعت میں غیر مستقیم منہاج پر قدم مارنے کے سبب سے جو خدا تعالیٰ کے کلام اور کام سے کوسوں دور جا پڑا تھا پُر پیچ ناقابل حل گورکھ دھندا بنا دیا۔ خدا تعالیٰ کی باریک حکمت اور زبردست ارادہ نے ذہنوں کو اس سچی اور ایک ہی حق راہ سے پھیر دیا کہ انسانوں کی نکالی ہوئی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر قرآن کریم کی سیدھی راہ پر چلتے اور اپنی ساری نزاعوں میں اسی نور اور امام کو حَکَمْ بناتے۔

اب میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اس کے اتمام و سرانجام کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں هو ولیی فی الدنیا والاخرۃ علیہ توکلت و الیہ انیب۔ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون اولئک ھم المومنون حقا لھم درجت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم۔ اے نبی تجھسے مال غنیمت کی نسبت پوچھتے ہیں انہیں کہہ یہ غنائم اللہ اور رسول کا حق ہیں۔ (ان کی تقسیم تمہاری خواہشوں اور ارادوں کے مطابق نہیں ہونی چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ کی تقسیم پر تمہیں راضی ہونا اور خدا اور رسول کی طرف سے شاکی نہیں ہونا چاہیئے اور جسے خدا اور رسول کی طرف سے زیادہ حصہ ملے اُسکی نسبت کم حصہ والوں کو دل میں ناراض ہونا اور بغض رکھنا اور نا ملائم باتیں مونہہ سے نہیں نکالنی چاہیئے) سو ڈرو اللہ سے اور اپنے اقوال اور باہمی امور کی اصلاح کرو اور فرمانبرداری کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اگر مومن ہو۔ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو اُن کے دلوں میں خوف پیدا ہو جائے اور جب اُسکی آیتیں اُن کے سامنے پڑھی جائیں تو اُن کے

ایمانوں میں ترقی پیدا ہو اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

اس مبارک سورۃ میں اللہ تعالیٰ ایک بھاری مقصد اور عظیم الشان امر کے لئے جس کی بنیاد اس میں رکھی ہے مومنوں کے دلوں کو تیار کرتا اور اُن کو آداب و اخلاق سے آراستہ کرنا چاہتا ہے جو اُس نازک امر کے انصرام و انتظام کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اور کامیابی اور فلاح کی لانظیر کلید بتاتا ہے وہ ہے ماموریمن اللہ کی اطاعت اور ایک ایسی بات سے خوف دلاتا ہے جو ہر قسم کی تباہی کا بنیادی پتھر ہے وہ ہے طلب و نیل انفال کی طلب اور تقسیم میں توجہ کرنا اور تنازع کا پیدا ہونا اس امر کو چاہتا تھا کہ ایسی جماعت کو جس کے سر میں یہ آرزو فانی مال کی پیدا ہوئی تہذیب اخلاق کے آداب سکھائے جائیں۔ اس لئے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اُن تمام بدنتیجوں کا ذکر کیا ہے جو حُبِّ مال اور طلب جاہ سے پیدا ہوتے ہیں اور تحاسد اور تنازع کا خوفناک نتیجہ بطور پیشگوئی بیان فرمایا ہے کما قال ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ریحکم اور اس کے ساتھ اُن لوگوں کی فضیلت بیان کی ہے جو اپنے سارے کاموں میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہیں اور وعدہ فرماتا ہے کہ اُس کے فضل کے وارث وہی لوگ ہوں گے کما قال الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم...... اعظم درجة عند الله واولئك هم الفائزون الآیہ۔ انشاء اللہ اپنے اپنے محل پر ہر آیت کے مناسب مقام ذکر کیا جائے گا۔

خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں آٹھ دفعہ مومنوں کو خطاب کیا بعض باتوں کا حکم دیا اور بعض سے منع فرمایا ہے۔ ان سب میں پیشگوئیاں مرکوز ہیں جو آئندہ زمانوں میں بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔ قرآن کریم اور دوسرے صحیفوں میں غور کرنے سے خدا تعالیٰ کی یہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ جس قوم کو کچھ امر اور نہی کرتا ہے ضرور ایک وقت اُس قوم پر آتا ہے کہ اُس کے کچھ افراد اس امر کی خلاف ورزی اور نہی کا ارتکاب کرتے ہیں اسکی مثال ہے یہود کو خدا تعالیٰ کا تاکید کرنا توریت کی حفاظت کی نسبت جسکا نتیجہ خدا تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق یہ ہوا کہ خود یہود کے ہاتھ سے توریت کا شیرازہ کھل گیا اور زمانہ کی دراز دستی نے اسکی اصلی صورت کو مسخ کر دیا۔ اس کے خلاف قرآن کریم کی نسبت بجائے امر کے پیشگوئی کے طور پر یہ خبر دی کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون چنانچہ یہ مبارک کتاب اس وعدہ کے موافق انسانی چالاکی اور دستبرد سے اب تک محفوظ ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔ دوسری مثال خدا تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہود کے معایب سنا کر اُن کے ہمرنگ ہونے سے خوف دلانا ہے جس سے سورۃ بقرہ بھری ہوئی ہے۔ یہ ساری باتیں بھی پیشگوئیاں تھیں۔ آخر مسلمانوں میں وہ ساری بدیاں پیدا ہو گئیں جو

اس سورۃ میں آٹھ دفعہ مومنوں کو خطاب کیا گیا اور درحقیقت یہ آٹھوں پیشگوئیاں ہیں۔

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ میں مسلمانوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیشگوئیاں ہیں

خدا تعالیٰ نے یہود کے حالات نافرجام میں ذکر فرمائی تھیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن سے استنباط فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ تم یہود کی چال اختیار کرو گے۔ اور یہاں تک بھی فرمایا کہ اگر یہود سوسمار کی سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی اُنکے پیچھے داخل ہو گے۔ جس سے مقصد یہ ہے کہ مسلمان ایک زمانہ میں یہود کی خو بو کے اختیار کرنے میں ایسا غلو کریں گے کہ خالص یہود ہی ہو جائینگے اور اُن کی طرح ہر قسم کے ظلم۔ شرارت اور بغاوۃ اور صالحین سے بُغض کریں گے۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ میں خصوصاً اس بڑی بھاری شرارت اور بغاوۃ سے پناہ مانگنے کی تاکید کی جو خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ایک وقت مسلمانوں میں ظہور میں آئے گی۔ کما قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یعنی اُن یہودیوں کی راہ پر چلنے سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہو جو حضرت مسیح علیہ السلام کے انکار کے سبب سے اللہ تعالےٰ کے غضب اور لعنت کے مستحق ہوئے۔ اور از بسکہ یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا عظیم الشان اور ضرور ضرور واقع ہونیوالا تھا اسطرح پر کہ آخری زمانہ میں تمام نبیوں کی پیشگوئیوں کے موافق خلفائے محمدیہ میں سے مسیح موعودؑ کا آنا مقدر اور مقرر تھا علیم حکیم خدا نے نمازوں میں اس سورۂ مبارکہ کی تکرار اور پڑھنا فرض کر دیا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے منشا ء اور امر کی تاکید و تائید کے لئے لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب فرمایا۔ لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی سنت پوری ہوئی اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی بتائی ہوئی پیشگوئیاں یہود کے حالات کے لباس میں حرفاً حرفاً پوری ہوئیں۔ مسلمان ایک لمبے زمانہ سے یہود کیطرح تباہ حال اور ذلیل اور پراگندہ تو ہو ہی چکے تھے مگر افسوس اس موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام پر انکار و تکفیر سے اُنہوں نے یہود کی اس آخری سنت کو بھی اختیار کر لیا جس سے ان کو اس قدر تاکید اور شد و مد سے ڈرایا گیا تھا۔ اگر ان لوگوں میں سعادت اور رشد کا مادہ ہوتا تو سورۂ فاتحہ ان کے لئے کافی رہنما تھی۔ اگر آخری زمانہ میں ان بدبختوں کی قسمت میں مسیح موعودؑ کی عداوۃ کی وجہ سے یہود سیرت ہونا اور خدا تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مورد ہونا نہیں تھا اور خدا تعالیٰ کو اس چال اور اس کے بد نتیجہ سے ڈرانا مقصود نہیں تھا اور اس جنس کا کوئی امر واقع ہونیوالا ہی نہ تھا تو یہود مغضوب کی کس چال اور حال سے بار بار پناہ مانگنا سکھایا گیا اور کس خوف کی بنا پر سکھایا گیا۔ اگر کوئی ایسا مسیح موعودؑ مقدر اور مقرر تھا جو تمام مسلمانوں سے ہاتھ ملانے والا اور ان کو خزانے دینے والا ہوتا اور اسے پرخاش اور ستیز و آویزان نیک چلنوں سے نہ ہونی تھی اور آتے ہی سب کو بلا چون و چرا اس کے آگے سر تسلیم خم کر لینا تھا جیسا کہ بد قسمتی سے اعتقاد کیا گیا ہے تو یہود مغضوب کیسے اور اُسپر ڈرانا کیسا۔ حق بات یہی ہے جو مسلمانوں سے عملاً ظہور میں آئی ہے۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے بھی اُسی صفت و تکفیر کا موعود آیا

جو اسکی سُنّت مستمرہ کے مطابق مقدر تہا اور مسلمانوں نے یہودی بنجانے کے لئے اُس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو غیر المغضوب علیہم میں پیشگوئی کے طور پر بیان کیا گیا تہا۔ آہ آہ کس قدر صاف بات اور واضح حقیقت تھی۔ مگر ضرور تہا کہ ایسا ہوتا اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے مونہہ کی باتیں پوری ہوں اور ثابت ہوجائے کہ قرآن کریم ہمہ قدرت۔ ہمہ علم اور پر حکمت خدا تعالیٰ کا زندہ کلام ہے۔

ایسا ہی قرآن کریم میں بہت جگہ مومنوں کو خطاب کرکے اخلاق رذیلہ سے ڈرایا اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہونے کے لئے امر فرمایا ہے۔ ان خطابوں سے بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ انسانی فطرۃ میں تفاضل درجات ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا فرمانا وقد خلقکم اطوارا بالکل سچ ہے۔ یہ کہنا یا ماننا یا تصور کرنا کہ تمام صحابہ صدیقی اور فاروقی صفات اور سیرۃ کے تھے خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کے خلاف ایک فرضی غیر واقعی بات کا اعتراف کرنا ہے۔ اب خواہ یہ مانا جائے کہ بعض کمزوریاں جو انسانی فطرۃ کے موافق انسانی جبلّت کی تحریک سے اضطراراً سرزد ہوتی ہیں اس زمانہ میں بعض لوگوں میں موجود تہیں اور یہ نہایت سچی بات اور حقیقت واقعہ ہے یا یہ کہا جائے کہ اِن خطابوں اور امروں میں یہ پیشگوئیاں مندرج ہیں کہ آئندہ کسی زمانہ میں قوم کے بعض یا اکثر افراد کی ایسی حالت ہوجائے گی کہ وہ خدا تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں کو کرنیوالے اور مامور باتوں سے کنارہ کش ہوجائیں گے بات دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ تفاضل درجات یا ایمان اور اعمال صالحہ میں تفاوت مراتب ایک بات ہے جو خدا تعالیٰ کی سُنت کے مطابق انسانی فطرۃ میں خمیر کیا گیا ہے۔ انبیاء سے لیکر تمام مومنین کے قوے تک خدا تعالیٰ کی اس سنت کے نظارے نظر آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ کمزوریاں جو انسانی فطرۃ کیموافق مومنوں کی طرف سے ظہور میں آتی ہیں۔ اُنکی ایمانوں کی نقص شان کی وجہ نہیں ہوتیں ہاں اسمیں بھی شک نہیں کہ کمزور مومن اُن درجوں اور فضیلتوں کے وارث نہیں ہوسکتے جو خدا تعالیٰ کے ارادہ ازلی اور حکمت کے موافق قوی الایمان کارکنوں کے حق میں مقدر ہوتی ہیں۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے کہ عنقریب اُنہیں **فرقان** دیا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں اولاً ان کے ہم جنسوں پر اُن کے اموال و املاک پر اُنکی زمینوں پر اور پھر دنیا کی قوموں پر قبضہ اور تصرف بخشا جائیگا اس لئے کہ سچا فرقان جس کے معنے ہیں حق اور باطل یا مومن اور اس کے غیر میں امر فارق کا پیدا ہوجانا اس کے سوا نہیں ہوسکتا کہ مومنوں کو قاہر اور مطلق حکومت مل جائے اور وہ لوگ جو اُن سے عداوت کرتے اور اُنکی تحقیر کرتے اور اُنکے استیصال کے منصوبے باندہتے ہیں اُنکی

حکومت کے جوے کے نیچے انکی گردنیں آجائیں۔ چنانچہ اسی سورۃ شریفہ میں **یوم بدر** کو خدا تعالیٰ نے **یوم الفرقان** کہا ہے جیسے فرمایا ہے یوم الفرقان یوم التقی الجمعان۔ اس کو فرقان اس لئے فرمایا ہے کہ بدر میں ہی وہ صنادید عرب اور ائمۃ الکفر مارے گئے جو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے اصل دشمن اور موذی مخالف تھے۔ انکی ہلاکت سے اسلام کی پائداری اور بقا کا بنیادی پتھر رکھا گیا اور بعد ازاں رفتہ رفتہ اسپر عالی شان عمارت بنتی گئی۔ غرض اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ زندگی بخش مژدہ سناتا ہے کہ تمہیں عنقریب پوری صفائی کی حکومت ملنے والی ہے جس میں کوئی شریک منازع اور حریف مقابل نہیں ہوگا جیسے فرمایا یاایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً۔

یوم الفرقان و اخیر بدر لوگوں کیا تھا

پھر بیان فرماتا ہے کہ اس جاہ اور حکومت اور فضل ربانی میں سب سے اعلیٰ اور اکمل اور درخشاں اور قابل رشک حصہ اُن لوگوں کو ملے گا جنہیں خدا تعالیٰ کے سابقہ ازلی سے سبقت الی الایمان اور سبقت الی الہجرۃ کا ذاتی شرف اور قیمتی جوہر عطا ہوا ہے۔ وہی اس دنیا کے آسمان کے لئے نجوم زاہرہ ہوں گے اور وہی خدا تعالیٰ کی آخری بادشاہت میں عزت اور آرام کے تختوں پر جلوہ گر ہوں گے جیسے فرمایا والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان الآیہ۔ پھر خصوصیت سے اُس امام السابقین امام المہاجرین۔ امام الانصار اور اسوۃ المومنین الی یوم الدین کا ذکر کرتا ہے جس کو واقعی اور حقیقی حکومت اور عظیم الشان **فرقان** یا خلافت و نیابت کا تاج پہنایا جائے گا اور دوسرے اُس کے اتباع اور اُسی کے صبغہ میں رنگین ہوئے اور اُسی کی اطاعت کے سبب سے اُس فرقان سے بقدر ہمت و اخلاص بہرہ یاب ہوں گے۔ اُس امام السابقین کا ذکر اس طرح فرماتا ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا الآیۃ۔ اس **غار کی معیت** سے جس سے اشارہ یہ ہے کہ دنیا کی پُر فتن اور پُر امتحان منزلوں اور سختی اور دکھوں کی تاریک گھڑیوں میں اسی شخص نے حق رفاقت اور حق معیت ادا کیا ہے خدا تعالیٰ نے اپنے طرز کلام سے جیسا کہ اُس کی عادت ہے عقلمندوں کو سمجھا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کے سچے نتیجہ اور رسالت عظیمہ کی غرض و غایت کے حقیقی اور ابدی ثمرہ خلافت و نیابت کا وارث بھی کامل انسان اور یار غار ہوگا جسے تمام قوم سے حکمت الٰہیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے چن لیا اور معیت الٰہیہ میں رسولؐ کے ساتھ اُسے پورا شریک اور حصہ دار بنایا۔ غرض اس بڑے دن کے واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے جو دلوں کے جذبات

معیت غار میں کیا راز ہے

کے لئے بڑے امتحان کا وقت ہوتا ہے اور ایسے وقتوں میں ایمانوں اور نفسانی خواہشوں میں خوفناک تجاذب اور تنازع واقع ہوتا ہے خدا تعالیٰ قوم کو آداب و اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ جب مہاجرین سابقین کو یعنی ان کے اس امام اور اسوہ کو جو امام الناصرین اور خیر الرفقا ہے وہ حقیقی غنیمت **خلافت الرسول** ملی جو **انفال** کی جان اور اصلی مغز ہے تو اسوقت تمہارا و تیرہ اور شعار کیا ہونا چاہیئے۔ ایسے وقت میں دلمیں نارضامندی کا پیدا کرنا اور نامناسب باتوں کا اظہار یا اخفا کرنا تقوی اللہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ **انفال** اللہ کی عطا اور فضل اور رسولؐ کی کامل اتباع اور کامل معیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا فضل انسان کی رائے اور عقل کے موافق کسی کے حصہ میں نہیں آتا۔ مطلب یہ کہ خلافتِ نبوت خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جیسے **نبوۃ** خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور انسانوں کی رائے اور عقل اور تمیز کا اس میں دخل نہیں اسی طرح خلافت نبوۃ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک سچا حقدار اور حقیقی وصی پیچھے رہ جائے اور ایک غیر مستحق خدا تعالیٰ کے فضل سے بالکل خالی اور عاری پر غرض قوم کے زور اور رائے سے آگے بڑھ جائے۔

ممکن ہے کہ ایک ناواقف خدا تعالیٰ کے کلام کے طرز و طریق سے اس تفسیر کو سُنکر مضطرب ہو اور شتاب کاری سے تفسیر بالرائے کا فتویٰ اس پر لگا دے مگر خدا تعالیٰ آگاہ اور گواہ ہے کہ ہم تفسیر بالرائے کو حرام اور خدا تعالیٰ کے سخط کا موجب اعتقاد کرتے ہیں۔ میں اس تمام سورۃ کے اسرار اور غوامض کے حل کرنے کے لئے خود اسی کے اندر سے کلید پاتا ہوں اور قطعاً بے نیاز ہوں اس سے کہ کتاب اللہ کے باہر کسی اور گھاس پھونس کو پنجہ ماروں۔ جب یہ سورۃ اپنی زرین ترتیب اور محکم نظام سے صاف صاف ان معانی حقہ کیطرف رہبری کرتی ہے تو سخت ناانصافی یا کورانہ تقلید کی مار ہو گی اگر کوئی شخص اسے دل کی تراشی ہوئی تفسیر کہے۔

میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ انفال سے وہ روپے پیسے اور متاع دنیا بھی مراد ہو جو فاتح قوم کو مفتوح جنس کے پامال کرنے سے حصہ میں آتے ہیں جیسا کہ مفسرین نے اپنی تفسیروں میں لکھا اور اس کے لئے شان نزول تحریر فرمائے ہیں۔ مگر اس سورہ مبارکہ کی ترتیب واقعات اور نظام بلیغ کو مدنظر رکھ کر جیسے منافقوں اور مومنوں اور مہاجروں کا اس میں مذکور ہوا ہے خدا تعالیٰ کے کلام کو اس کے معجز آفرین نظام سے درہم برہم کرنا اور نیچے گرا دینا ہوگا اگر انفال سے چند روپے یا اور دنیوی متاع از قسم حلی و حلل اور اسلحہ وغیرہ صد بست کر کے مراد لئے جائیں۔ یہ نہایت سچی بات ہے کہ پورے اُبھرے ہوئے اور درخشاں ظاہر کے نیچے ایک زبردست حقیقت ابتدائے سورۃ سے آخر تک اسی طرح چلی جاتی ہے جیسے تسبیحوں کے ہزار دانوں کے اندر چھپا ہوا تاگا۔

اس حقیقت کو جب تک پیش نظر نہ رکھا جائے تمام سورۃ کی آیات کی خوبصورت ربط اور بلیغ ترتیب میں اختلال واقع ہوتا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ مفسرین الا ماشاء اللہ غیر ثابت اور فضول شان نزول کو کلید کار اور مبنی فرض کرکے ایک آیت پر کلام کرتے ہیں اور اسے وہیں بند کرکے پھر دوسری آیت کو اسطرح لیتے اور کہتے ہیں کہ وہ گویا ایک الگ عالم کی بات ہے اور پہلی آیت سے اس کا ربط اور تعلق کوئی ضروری بات نہیں بلکہ بعض خشک اور بے مغز مدعیان تفسیر بیان تک دور نکل گئے ہیں کہ وہ اعتقاد کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیتوں میں کوئی ربط نہیں اور کہتے ہیں کہ ربط دینے کی کوشش کرنا بے سود اور معصیت ہے۔

عام تفسیریں اسی بیہودہ اور قابل مضحکہ اعتقاد کے نتیجہ سے بھری ہوئی ہیں۔ اس غلط ناشدنی گردن زدنی اعتقاد کی زہر یلی پھیلی کہ یورپ کے جاہل نقادوں کو اور ایسا ہی سیاہ دل نصرانی معترضوں کو دلیری سے اس بات کے کہنے کا موقعہ مل گیا کہ قرآن کریم بے جوڑ اور بے ربط ہے گویا نعوذ باللہ غزل کے اشعار کا ہم پلہ ہے کہ ایک شعر کو دوسرے سے کوئی ربط نہیں ہوتا یا نعوذ باللہ ایک دیوانہ کی بات ہے کہ جو کچھ منہ میں آیا بلا لحاظ ربط ضبط کے کہدیا۔ اسی گندہ ناپاک اعتقاد کا یہ نتیجہ ہے کہ ملحدوں کو اس بات کے کہنے اور لوگوں کو عقیدہ کی طرح منوا دینے کا موقعہ ملا کہ قرآن کریم محفوظ نہیں رہا اور بہت ساحصہ انسانی دست برد کی بیداد گری نے اس میں سے ضائع کر دیا جو ایک قوم کے عقیدہ کی تائید میں تھا۔ ورنہ قرآن کریم من اولہٖ الیٰ آخرہٖ ایسی خوبصورت ترتیب اور مربوط نظام پر واقع ہوا ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ ایک حرف بھی اس سے کم ہو سکے یا تدبر سے پڑھنے والا دل میں اس وہم کو جگہ ہی دے سکے کہ اس سے کچھ حصہ کم ہو گیا ہے اور اس کی ترتیب و نظام میں اختلال پیدا ہو گیا ہے۔ اگر گذشتہ قومیں قرآن شریف میں یا مثلاً اسی سورۃ شریفہ میں اس نگاہ اور لحاظ سے غور کرتیں جیسے خدا تعالیٰ کے خاص فضل نے ہمیں توفیق بخشی ہے تو مدتوں سے حق اور باطل یا سنیت اور شیعیت کی نزاع کے فیصلہ کے لئے پکی اور روشن راہ تیار ہو چکی ہوتی مگر حق بات یہ ہے ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس کے آگے فرماتا ہے کہ سچے مومنوں کا نشان یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا منشاء قرائن اور واقعات سے معلوم کرکے اس کے آگے ادب سے سر جھکا دیتے اور اپنی رائے اور ہوا کو قطعاً چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر نگاہ اور توکل کرکے خدا تعالیٰ کے خلفاء اور خلفاء کے کاموں پر نکتہ چینی کرنے سے ڈر جاتے اور

قرآن کریم کی آیات میں شروع سے آخر تک نظام اور ربط ہے

تفاضل درجات اور ترجیح و ایثار کو خدا تعالیٰ کی ہمہ دانی اور باریک حکمتوں کی کارروائی سمجھ کر شرح صدر سے قبول کرتے ہیں۔ اس تسلیم اور رضا بالقضا اور خلفائے حق پر زبان اعتراض نہ کھولنے کے سبب سے وہ بھی اُن خلفاء کی اتباع باحسان کا ثمرہ پا لیتے ہیں۔ اُنہیں بڑے بڑے مدارج اور رزق کریم ملتا ہے اور اکرام و تعظیم میں خلفاء کے حقوق سے پورے حصہ دار بنجاتے ہیں جیساکہ اُن تمام اصحاب کو اس وعدہ اور فضل سے کافی حصہ ملا جنہوں نے آدم اوّل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پھر آدم ثانی صدیق اکبر علیہ السلام کی اخلاص اور احسان سے اطاعت کی اُنہوں نے خلافت حقّہ کو شرح صدر سے قبول کیا اور اس خوفناک ساعت میں جو زلزلہ عظیم اور رستخیز کا وقت تھا کامل ایمان اور کامل فراست کا ثبوت دیا۔ اس کے آگے اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب اور قدرت کاملہ کا ثبوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کیوں کرنی چاہئیے اور کس لئے اپنی رائے اور ہوا کا اس معاملہ میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ جیساکہ فرماتا ہے کما اخرجك ربك

من بیتك بالحق وان فریقاً من المومنین لکارھون یجادلونك فی الحق بعد ما تبیّن کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ جیساکہ نکالا تجھے تیرے رب نے تیرے گھر سے ساتھ حق کے اور ایک فریق مومنوں کا اُس نکلنے کو ناپسند کرتا تھا اور جھگڑتے تھے اس حق میں بعد واضح ہوجانے کے بھی گویا وہ موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں دیکھتے دیکھتے۔

اس مثال سے اللہ تعالیٰ کامل اطاعت اور پوری تسلیم کا سبق دیتا ہے۔ اور سکھاتا ہے کہ مسلمان کو خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر اور خدا کے رسول کے کسی کام پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے اگرچہ بادی النظر میں خدا تعالےٰ کا کوئی انتخاب اور کوئی خاص فعل اُس کی نگاہ میں قابل اعتراض ہو۔ اور اپنی رائے کے خلاف اور ہوا کی تحریک اور جوش کے وقت یہ یقین کرنا چاہیئے کہ انجام کار کا علم اُس ہمہ قدرت اور ہمہ علم پاک ذات کا خاص حصہ ہے۔ جیسے اُسوقت خدا تعالیٰ کی ہمہ قدرت اور ہمہ علم کا واضح ثبوت ملا اور ظاہر ہوگیا کہ خلیفۃ اللہ کے افعال و حرکات سراسر حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں جب کہ خدا تعالیٰ کی انجام بین اور قادر مطلق حکمت نے بدر کے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صنادید عرب کے مقابلہ کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر نکالا۔

وہ ایسا نازک وقت تھا کہ اسلام ایک ناتوان بچہ کی طرح بے سامان اور بے نوا اور ہر پہلو سے کمزور تھا اور دشمن بالمقابل ہر قسم کے سامان سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ ایسے وقت میں ناتوان اور بے علم بشریت

اپنے پس وپیش کو دیکھ کر بعض لوگوں کو خلیفۃ اللہ کے اس گرامی قدر فعل پر اعتراض کرنے کی تحریک دی۔ مگر انجام کار یہ ہوا کہ اس لڑائی میں خدا تعالیٰ کی نصرت خلیفۃ اللہ کے شامل حال ہوئی۔ اور وہی جنگ الفرقان کے نام سے موسوم ہوئی اور کفار اور مومنوں کی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے والی ٹھیری۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ہر ایک دعوے کے ساتھ اُسکی دلیل پیش کرتا ہے اس لئے کہ گذشتہ نظیر کے ساتھ جو درحقیقت اس کے انعام اور فضل کی واقعہ شدہ داستان کی یاددہانی ہوتی ہے قوے میں سچی سکینت اور کامل شجاعت اور توکل علی اللہ کی صفت پیدا ہوجاتی ہے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جسطرح اس جگہ بعض لوگوں کو جو ہنوز تربیت کی گود میں معصوم بچوں کی طرح تھے حضرت رسول کریم صلعم کے مدینہ سے نکلنے پر اضطراب پیدا ہوا اور وہ نہ جانتے تھے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اسی طرح اسلام کے آدم ثانی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے وقت بعض مومنین کو جو انصار سے تھے اضطراب اور کراہت پیدا ہوئی اور یہ عادۃ اللہ ہے کہ ہر ایک مُہتم بالشان امر کے وقت طبعاً انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں اس لئے کہ آخر کار حق غالب آکر اور خدا کا منشا پورا ہوکر مومنوں کی ترقی ایمان کا موجب ہو۔ خدا تعالیٰ کی سُنت نے ہمیشہ سے یہی انداز رکھا اور اسی طریق کو پسند کیا ہے کہ جیسے انسان کے جسمانی قویٰ رفتہ رفتہ نشوونما پاتے ہیں روحانی قویٰ میں بھی تدریج سے ترقی پیدا ہوتی ہے۔ جسطرح واقعات نے دکھایا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں قرار یافتہ امر پر اُس عظیم الشان انصاری کو اضطراب ہوا اور وہ خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الرسول کے فعل پر معترض ہوا اور نہ سمجھ سکا کہ یہ شوریٰ اور مومنین کے سواد اعظم کا اجماع صدیقی خلافت پر خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کے تابع اور حرفاً ہم آہنگ ہے اور بعض کمزوری سے اُسکی رائے کی تائید بھی کرتے تھے۔ بااین ہمہ اس حرکت نے قابل عزت مومنوں کی فہرست سے اسکو خارج نہیں کیا اسی طرح بدر کے موقعہ پر بعض مومنوں نے دل کی کمزوری کا اظہار کیا اس لئے کہ اُن لوگوں کی کامل پیروی ہی قابل نمونہ عزت اور عظمت ظاہر ہو جو طاعت میں فنا شدہ اور اپنی رائے اور ہوا کی میروصی کینچلی سے پوری طرح نکل چکے ہوئے ہیں۔ واقعات نے اس امر میں کوئی شک و شبہ رہنے نہیں دیا کہ مومنین سے بعضے ایسے ہوتے ہیں جو نبوت کے دل و دماغ کی طرح گویا دست قدرت سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ وہ نبوت کے صدر کے آغاز یا نبوۃ کے عین شباب میں اس طرح شرح صدر اور تصدیق قلب سے حصہ رکھتے اور مقاصد نبوت کی ابلاغ اور اجرا میں اس طرح سرگرمی اور جوش دکھاتے ہیں کہ اُن کی کارروائی کی کتاب کی ضخیم جلد کا آخری صفحہ

آنحضرت صلعم کے مدینہ سے نکلنے پر اور صدیق کی خلافت پر یکساں اعتراض ہوا

پڑہ کر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ پہلا صفحہ کامل بلاغت و فصاحت کے چمکدار موتیوں سے بھرا ہوا ہے یا آخری صفحہ۔ اسکی نظیر حضرت آدم ثانی خلیفہ بلافصل حجۃ اللہ البالغہ ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ کوئی فرق کر سکتا ہے کہ جو انفاق اور مواساۃ کا ثبوت آپنے اسلام کے حق میں مکہ معظمہ کی پُرفتن حالت میں دیا وہ زیادہ واضح اور قطعی تھا یا جو مدینہ کی زندگی اور نبوۃ کی خلافت کے عہد میں دیا۔ اسی طرح بعض کی استعدادیں بڑی بڑی ٹھوکروں اور امتحانوں کے بعد اُس ہموار پٹڑی پر آتی ہیں جو صراط مستقیم اور منہاج قویم ہوتی ہے۔

اس امر کے دیکہنے کے لئے کہ فطرۃ کی کمزوری اور استعداد کی کمی سے بعض لوگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے پر اعتراض کیا اور وہ مومن تھے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن اور قابل تربیت تھے اس واقعہ کے بیان کے بعد دوسرے رکوع کو پڑہنا چاہیئے جہاں اللہ تعالیٰ اُنہی کا رسول کو خطاب کرتا اور آداب و اخلاق سکہاتا ہے جیسے فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون۔ ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون۔ اور فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃً واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ ترجمہ اسے مومنو سچی فرمانبرداری کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اور نہ پہرو اُس سے اور تم سُنتے ہو اور نہ بنو مانند اُن لوگوں کی جنہوں نے کہا کہ ہم نے سُن لیا ہے اور وہ سُنتے نہیں۔ زمین پر چلنے والوں سے بدترین اللہ کے نزدیک وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے اور اگر خدا اُن میں کوئی خیر و خوبی جانتا تو اُنہیں دلائل اور حجج تفہیم کے طور پر سناتا۔ اور اگر سناتا بھی تو جب بھی وہ مونہہ پھیر کر ہٹ جاتے۔ اسے مومنو مان لیا کرو اور جلد تعمیل کیا کرو اللہ کی بات کی اور رسول کی بات کی جب (خدا کے امر سے رسول) تمہیں بلاتا ہے ایسے امر کی تعمیل کی طرف جو تمہاری زندگی کا موجب ہے (جیسے جہاد جو بظاہر خوفناک اور موت کا موجب ہے مگر آخر کار ایمان و اسلام اور قوم کی حیات ابدی کا باعث وہی ہے) اور خوب جان لو کہ جلد تعمیل ارشاد نہ کرنے کا بُرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوکر آدمی اور اسکے دل میں آئندہ کے لئے ایک روک پیدا کر دیتا اور توفیق چھین لیتا ہے اور پہنا کب تک آخر اُسی کے

صم بکم کی تفسیر: قالوا سمعنا وهم لا یسمعون

حضور میں تم سب کو جمع ہونا ہے۔ اور اپنا بچاؤ کر لو ایسے فتنہ سے جو عام ہوگا اور تم میں سے ظالموں پر ہی موقوف و محدود نہ ہوگا اور خوب جان لو کہ اللہ شدید العقاب ہے۔

واتقوا فتنۃ - اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ وہ فتنہ کس قسم کا فتنہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جنمیں مومنوں سے خدا تعالیٰ کا خطاب ہوتا ہے کونسا فتنہ تھا اور آئندہ کونسا فتنہ پیدا ہونیوالا تھا۔ اس لئے کہ عادۃ اللہ کے موافق یہ امر اور خطاب خبر دیتا ہے کہ اگر اسوقت وہ موجودہ حالت کے فتنہ سے بچاؤ کا بند وبست نہ کرلیں گے تو آئندہ خطرناک فتنوں کا باب وا ہو جائے گا۔

قرآن کریم میں تدبر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف آرا اور تفرق کلمہ کو اس جگہ فتنہ کہا گیا ہے اس لئے کہ قومی عمارت کی چھت کے شہتیر کو جب بوسیدہ کیا ہے اسی خوفناک دیمک نے کیا ہے جو زمینی کیڑا اور پست ہمتی کے سڑے ہوئے مادوں سے تولد یافتہ کرم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اُن مومنوں کی تعریف فرمائی ہے جو ربوبیت الٰہی پر بھروسہ کرتے اور اس بھروسہ اور ایمان کی طفیل سے حسد اور ڈاہ اور غل وغش سے بچ جاتے اور فضیلت یافتوں کی نسبت بدگمانی کرنے اور اُن سے اُلجھنے سے جسکا مایۂ خمیر حسد اور ڈاہ کا مرض ہوتا ہے محفوظ رہتے ہیں کما قال وعلیٰ ربھم یتوکلون اور مومنوں کی صفت اور علامت بتائی ہے الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون - یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری رعایت کرتے ہیں۔ جب کسی انسان کو یہ شرف مل جائے کہ اُسکی نگاہ میں خدا تعالیٰ اور بنی نوع کے حقوق کی رعایت ہمیشہ ملحوظ رہے اُسے اس رعایت کے شرف سے یہ خوبی بھی مل جاتی ہے کہ حسد اور بغاوت کے موذی اور مہلک مرض سے پوری شفا پا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ اقامۃ الصلوٰۃ سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بظاہری ہیئت اور صورت مومنوں کی آپس میں شانہ سے شانہ جوڑ کر اور پاؤں سے پاؤں ملا کر ایک خوشنما پریڈ کی شکل میں ایک ہی سمت کو متوجہ ہو کر کھڑا ہونے کے اتحاد اور اتفاق کو ظاہر کرتی ہے اسی طرح اس سے روحانی سبق تفرق کلمہ سے بچ جانے اور سچے اتفاق اور امام و مقتدا کی اطاعت و انقیاد کا ملتا ہے۔

اس امر کی تائید میں کہ فتنہ سے مراد یہاں اختلاف رائے اور تفرق کلمہ ہے۔ مجمع البیان طبرسی (یہ پرانے زمانہ کا شیعہ مفسر ہے) میں ابن زید سے ایک قول نقل منقول ہوا ہے وقیل ھی الضلالۃ وافتراق الکلمۃ ومخالفۃ بعضھم بعضاً۔ علامہ طبرسی کے نزدیک گو یہ قول کمزور ہو مگر بات سچی یہی ہے اس لئے کہ قرآن کریم کی اسمیں تائید ہوتی ہے۔ ابن زید کے اس قول سے اتنا پتا تو ضرور لگتا ہے

تفرقۂ کلمہ سے ایمان میں تزلزل [illegible]

کہ قوم میں ایسے بھی لوگ تھے جو یقین کرتے تھے کہ بعض مومنوں سے ایسی کمزوری ظہور میں آئی کہ دنیوی لالچ اور مال کی حرص نے اُنہیں حضرت مامور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے کی تحریک دلائی اور اُنکی اس حرکت سے تفرق کلمہ اور اختلاف آرا ر کا بیج پڑا اور آئندہ کے لئے اسی جنس کے مگر بہت بڑے فتنوں کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اب قرآن کے سیاق اور ابن زید کے قول سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ وہ تفرق کلمہ اور اختلاف باہمی کا فتنہ تہا جو فانی مال کی حرص سے پیدا ہوا۔ اس بات کی تائید بڑی صفائی سے یہی واقعۂ بدر کرتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودّون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ ویقطع دابر الکافرین

اور جب اللہ تمہیں وعدہ دیتا تہا کہ دو گروہوں سے ایک گروہ تمہارے قبضہ اور تصرف میں ضرور آجائے گا اور تم یہ آرزو کرتے تھے کہ قافلۂ تجارت تمہارے قابو میں آجائے اور شہد بے غوغائے مگس مل جائے اور اللہ کا ارادہ اپنے وعدوں اور پیشگوئیوں کے موافق حق کو ثابت اور قائم کرنا اور ائمۃ الکفر کی بیخ کنی کرنا تہا۔ کس قدر صفائی سے یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ اور مامور من اللہ کا منشا اور ارادہ یہ تھا کہ قریش کی فوج سے جنگ واقع ہو اور یہ بات ہوائے نفس اور حلاوۃ زندگی کے خلاف تھی اور بعض مومن چاہتے تھے کہ قریش مکہ کے اُس قافلۂ تجارت پر حملہ کریں جو امن کی حالت میں بغیر ہتیاروں کے حضرت ابوسفیان رضؓ کے زیر امارت شام سے مکہ کو جا رہا تہا۔ متاع دنیا کی حرص نے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور دل کی کمزوری سے حضرت مامورؐ کے امر اور ارادہ کی نسبت بعض نے زبان اعتراض کھولی۔ اس مثال سے خدا تعالیٰ اس حقیقت کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کو جب کبھی تباہی اور بد دلی پیش آئے گی افتراق کلمہ اور حب مال[*] سے پیش آئے گی۔ درحقیقت یہ اخبار عن الغیب یا زبردست پیشگوئی ہے جو خبر دیتی ہے کہ جس زمانہ میں حرص جاہ اور طلب مال دنیا کا مرض مسلمانوں کو چمٹے گا وہ اُن کے لئے بڑے بھاری فتنوں اور تباہیوں کا زمانہ ہوگا۔ اور اسلام کی شوکت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید مسلمانوں کے شامل حال اُسی وقت تک رہی گی جب تک وہ اس مہلک مرض سے محفوظ اور خدا اور رسول کے منشار کے موافق کاربند ہوں گے۔

یہ امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ ان آیات کے نزول کے وقت وہی افتراق کلمہ اور مامور من اللہ پر اعتراض کرنے کا فتنہ تہا جس کی جڑ حب اموال دنیا تھی اب رہی یہ بات کہ ایسی کمزوری کن مومنوں سے

اختلاف کلمہ اور حب دنیا [illegible]

[*] احد اور حنین میں جو مصیبت مومنوں پر پڑی وہ بھی اسی راہ سے آئی۔ انشاء اللہ آئندہ کسی موقعہ پر اسکا ثبوت دیا جائیگا۔ منہ

ظہور میں آئی ہمارا کام نہیں کہ ہم ایسے امور کو روشن سطح پر لاکر رکھ سکیں جن پر خدا تعالیٰ کی ستاری کی بڑی موٹی اور گہری چادر نے تاریکی ڈالی ہے۔ اور نہ درحقیقت زندہ۔ مبارک اور ابدی کلام کا ایسا کام ہونا چاہیئے کہ وہ خاص شخصوں اور شخصیات کے متعلق محدود ہو جانے والا کلام کرے۔ خدا تعالیٰ کا کلام صفات اور علامات ایک شخص یا شخصوں کی بیان کرتا ہے اور از بسکہ اس عالم میں ہمیشہ دوری سلسلہ یا بُروزی سلسلہ جاری رہتا ہے وہ علامتیں اور صفتیں ہر زمانہ میں زندہ رہتی اور حث و ترغیب کا وہی کام دیتی ہیں جو آغاز نزول اور معہود فی الذہن شخص یا اشخاص کے متعلق ورود کے وقت دیتی تھیں۔ اِن صفات اور علامات کی سچی اور واضح تفسیر ہر زمانہ میں خدا کے قادر اور چمکدار کاموں کی وساطت سے ہوتی ہے۔ جن لوگوں میں جس زمانہ میں وہ صفتیں اور علامتیں پائی گئیں یقین کر لو کہ وہی لوگ مصداق اور وہی قصہ اور شان نزول ہیں ان آیات کے جن میں وہ مذکور ہوئی ہیں۔ اسے اور زیادہ واضح لفظوں میں یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ظلی اور بروزی طور پر منعم علیہم کا بھی موجود رہتا ہے اور مغضوب علیہم اور ضالین کا بھی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام اور کام دونوں کی زندگی اور تازگی اور نتائج آفرینی دو متوازی خطوں کی طرح ساتھ ساتھ رہے کوئی ایسا وقت نہ آئے کہ خدا کا کام تو موجود رہے اور کلام بوسیدہ اور کہنہ درخت کی طرح بے برکت اور بے ثمر ہو جائے۔ یہی تو بڑی گرامی قدر خصوصیت اور امتیاز ہے جس کی وجہ سے ہم قرآن کریم کو زندہ کتاب اور باقی مذاہب کی تمام کتابوں کو مُردہ کہتے ہیں۔

زمانہ میں بروزی سلسلہ ہمیشہ قائم رہتا ہے

غرض قرآن کریم نے تو ایسے اشخاص کا نام نہیں لیا جو ان آیات کے پہلے مخاطب تھے مگر سُنی و شیعہ دونوں کی تفسیروں میں اور بعض آثار و احادیث سے اُن شخصوں کا پتا ملتا ہے جو خود اس خطاب و عتاب کے مورد بنتے یا وہ اپنے اعمال و افعال کا مطالعہ کر کے بے اختیار اپنے آپ کو ان آیات کے مصداق کہتے تھے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ نزلت فی علی و عمار و طلحۃ و زبیر و ھو یوم الجمل خاصۃ قال الزبیر نزلت فینا و قرأناھا زمانا و ما ظننا انا اھلھا فاذا نحن المعنیون بھا۔ ترجمہ۔ اتری یہ آیت علی اور عمار اور طلحہ اور زبیر کے حق میں اور وہ جمل کا واقعہ تھا خصوصاً۔ زبیر کا قول ہے کہ ہماری نسبت اُتری اور ہم اُسکو مدت تک پڑھتے رہے اور ہمارا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ ہم پر ہی صادق آجائے گی آخر ہم ہی اس کے مقصود اور نشانہ بنے۔ مجمع البیان طبرسی میں جو شیعوں کی معتبر تفسیر ہے یہی شان نزول اور زبیر کا قول منقول ہوا ہے۔ اور تفسیر دُر منثور میں لکھا ہے۔ عن مطرف قال قلنا للزبیر یا ابا عبد اللہ ضیعتم الخلیفۃ حتی قتل ثم جئتم تطلبون بدمہ فقال الزبیر رضی اللہ عنہ انا قرأنا علی عھد

رسول اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ولم نکن نحسب انا اھلھا حتی وقعت فینا حیث وقعت۔

مطرف کہتے ہیں کہ ہم نے زبیر سے کہا اے ابا عبد اللہ تم نے خلیفہ (حضرت عثمان علیہ السلام) کو مدد نہ دی یہاں تک کہ وہ قتل کیا گیا اب تم اُس کے خون کے انتقام کی طلب میں آئے ہو زبیر نے جواب دیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے زمانہ میں یہ آئت واتقوا فتنۃ الایۃ پڑھا کرتے تھے اور ہم ہرگز خیال نہیں کرتے تھے کہ ہم ہی اس کے مصداق ہیں یہانتک کہ آخر کار یہ آئت ہم پر ہی صادق آئی۔ پھر آگے ایک اور اثر لکھا ہے۔ عن الحسن رضی اللہ عنہ قال اما واللہ لقد علم اقوام حین نزلت انہ سیخص بھا قوم۔ **ترجمہ**۔ حسن کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب یہ آیت اتری بہت لوگوں نے معلوم کر لیا کہ کچھ لوگ اس کے مصداق ہوں گے۔ پھر لکھا ہے۔ عن قتادہ رضی اللہ عنہ فی الایۃ قال علم واللہ ذووالالباب من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین نزلت ھذہ الایۃ انہ سیکون فتن۔ **ترجمہ**۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری واللہ دانشمند اصحاب نے خوب سمجھ لیا کہ عنقریب فتنے واقع ہوں گے۔

یہ آثار گو کیسے ہی ناقابل وثوق ہوں۔ اور خصوصاً شیعہ وسُنی کے باہمی اختلاف کے بعد قصاصوں کی رنگ آمیزیاں اور معنی آفرینیاں ایک محقق کو مجبور کرتی ہیں کہ بالبداہت کسی روایت پر اعتماد نہ کرے مگر بہرحال یہ تو حق بات ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں کچھ ایسے بھی مومن تھے جنسے کمزوری ظہور میں آئی اور اس سورۃ شریفہ میں آٹھ دفعہ اُنہیں مخاطب کر کے تعلیم دی گئی۔ اور اسی کے ضمن میں آئندہ آنیوالے واقعات کی نسبت پیشگوئیاں کی گئیں۔ اور یہ بھی حق بات ہے کہ اسلام میں ایک زمانہ کے بعد خوفناک فتنے پیدا ہوئے۔

جب ہم واقعات عالم پر نظر ڈالتے ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کے کام سے روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اُن خوفناک فتنوں کا دروازہ اُسوقت کھلا ہے جب حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے۔ اس بیش قیمت خون کے قطرے چنگاریاں تھیں جو مسلمانوں کے بارود کے انبار میں پڑیں اور ہزاروں خاندانوں کے راکھ کر ڈالنے کی موجب ہوئیں۔ اس عظیم الشان انسان کے قتل سے نہ صرف اسلام کے مُلکی عصا میں ضعف اور بددلی اور نزاع کی دیمک نے گھر بنا لیا بلکہ دین میں بھی تفرق اور پراگندگی واقع ہوگئی۔ خوارج۔ روافض۔ جبری۔ قدری اور انکی مانند بہت سے گروہ اسی دربند کے ٹوٹ جانے کے بعد سیلاب کی طرح اسلام میں پیدا ہو گئے۔ یہ نہایت

پختہ اور سچی بات ہے کہ تین خلافتوں میں اسلام کی حالت ہر پہلو سے اُس خوبصورت نظام اور درست انتظام کے مطابق رہی جو قرآن شریف کا منشا رہا اور ان تین خلافتوں پر ہی وہ تمام علامات اور صفات صادق آتی ہیں جو قرآن کریم میں خلافت حقہ کی نسبت مذکور ہوئی ہیں۔ اسی لئے حقیقت شناس محققوں نے حضرت صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کو خلافت منتظمہ کہا ہے۔ اور حضرت اسمٰعیل شہید دہلوی نے اس سے بڑھ کر حق اور موزون نام خلافت راشدہ منتظمہ غیر مفتونہ انہیں دیا ہے۔ حضرت ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ خلافت ثلاثہ میں ایسے فتن نہ تھے جو بعد میں پیدا ہوئے پھر عصر نبوۃ سے جتنا بُعد ہوتا گیا لوگوں میں تفرق اور اختلاف بڑھتا گیا۔ اسی لئے حضرت عثمان کی خلافت تک کوئی بدعت ظاہرہ پیدا نہ ہوئی۔ آپ کے قتل کے بعد دو بدعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک بدعت خوارج کی جو حضرت علی کے مکذب و مکفر تھے۔ دوسری بدعت رافضہ کی جو مدعیان امامت و عصمت و نبوت اور الوہیت تھے۔ پھر ابن زبیر کی اور عبد الملک کی امارت کے آخر میں مرجئہ اور قدریہ کی بدعت پیدا ہوئی۔ پھر تابعین کے آخر عصر میں خلافت امویہ کے اواخر میں جہمیہ معطلہ اور مشبہہ ممثلہ کی بدعت پیدا ہوئی اور صحابہ کے عہد میں انہیں سے کچھ بھی نہ تھا۔ پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ سیرت کے استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے زیادہ پُرامن اور پُر اتفاق اور ہدایت پر کوئی زمانہ نہیں ہوا۔ وہ لوگ شہادۃ الناس اور شہادۃ اللہ سے خیر الخلق تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔ اور تمام امم میں اجتماع علی الھدی کے لحاظ سے اعظم اور تفرق اور اختلاف سے ابعد اس اُمت سے بڑھ کر کوئی اُمت نہ تھی۔ اور تمام شرارتیں اُسوقت پیدا ہوئیں جب یہ دو گروہ شیعہ اور خوارج پیدا ہوئے۔ اِن لوگوں نے تلوار اسلام میں کھینچی اور طرح طرح کی بدعات اور آرا رفاسدہ اور اکاذیب اسلام میں ملائیں اور نادانوں اور نالائقوں کو اپنے ساتھ شریک کیا اور سب سے اول حضرت عثمان کے قتل میں سعی کی اور وہ پہلا فتنہ ہے۔ پھر متوجہ ہوئے حضرت علی اور آپ کے اہل بیت کی طرف نہ حُب کی غرض سے بلکہ اس لئے کہ مسلمانوں میں فتنہ کھڑا کریں پھر بعض ان میں سے حضرت علی کے منکر ہو گئے جیسے کہ خوارج اور بعض نے انہیں سے خلافۃ ثلاثہ میں طعن شروع کئے جیسے کہ روافض نے اور بعض ان میں سے غالی ہو گئے جیسے نصیریہ اور قرامطہ باطنیہ اور اسمعیلیہ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔ وعد اللہ

خلافت صحابہ خلافت راشدہ منتظمہ تھی

اسلام میں تمام شرارتوں کی جڑ شیعہ اور خوارج ہیں

الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم الایۃ۔ مصداق این آیت مشائخ ثلثہ اند (حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان) پس در غیب الغیب تمکین دین مرتضی (پسندیدہ) نزد او سبحانہ وتعالیٰ مراد بود از استخلاف این بزرگواران۔ وقال رضی اللہ عنہ وسہ کس را نام بردہ اند کہ در زمان خیر متولی خلافت خواہند بود صدیق اکبر وعمر فاروق وذی النورین ودر زمانِ فتنہ بحضرت علی بیعت کنند لیکن خلافت او منتظم نشود وقوم بروے مجتمع نشوند۔ تا آنکہ برأی العین دانستیم کہ مراد ہمیں حالت است کہ بعد قتل عثمانؓ بظہور آمد از اختلاف ناس در حرب جمل وصفین۔ بعد ایں ہمہ بضرورت عقل دریافتہ شد کہ ہرچند برائے حضرت علیؓ بیعت کردند وخلافت منعقد ساختند ودر حکم شرع کہ بنائے او بر مظنات است لازم شد اطاعت او ولیکن مراد حق اصلاح عالم است کہ خلافت وسیلۂ آنست کہ برائے تقریب آں مقصود مشروع ساختہ اند واگر مراد حق می بود از وجود متخلف نمے شد وعلیؓ درایں خلافت مانند نئے در دہانِ نائی بود نہ مانند جارحہ برائے اتمام مراد حق وقوم مامور نشدند کہ تحتِ رایت او قتال کنند چنانکہ مامور شدند بقتال تحتِ رایت مشائخ ثلثہ وبمعاینہ در خارج دیدیم کہ در زمانِ علیؓ عنایت آلٰہی کہ سابق فوج فوج نازل میشد مستتر گشت کوشش بسیار فایدہ اندکے ہم نداد وخیریت کہ عبارت از الفت مسلمین فیما بینہم در ترک منازعت است واتفاق بر جہاد کفار وروز بروز شکست بر کفار افتادن رو باستتار نہاد ومعنی ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم یعنی لیمکنن بسعیہم دینہم صورت نہ بست وتمکین فی الارض کہ برائے دفع کفار واعلائے کلمۃ الاسلام مقرر بود واقع نشد واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا درایں زمان متحقق نشد ودر تمام مسلمین حکم او نافذ نشد ومسلمین کلہم تحت حکم او در نیامدند۔ لیکن ایں جا نکتۂ دیگر است کہ غیر اہل بصیرت نمے شناسد وآں اینکہ انبیا برامت خود وخلفا بر رعیت خود فضیلتے کہ یافتہ اند سرّ آں ومخ در آں جارحۂ تدبیر آلٰہی بودن است وواسطۂ اصلاح عالم شدن وایں سرّ ومخ در خلفائے ثلثہ علی وجہہ متحقق بود بشہادۃ العقل والنقل ودر حضرت علی نہ۔ ہرچند ایں معنی در حق وے رضی اللہ عنہ نقصے پیدا نکرد زیراکہ وے ساعی بود در اقامتِ دین اگرچہ میسر نشد۔ لیکن فضیلتِ جارحۂ آلٰہی بودن دیگر است واگر آں مے بود احکام خلافتِ خاصہ از وے متخلف نمے شد۔ **ترجمہ** ۔ آیت وعد اللہ الذین الایۃ کے مصداق بجز ابوبکر اور عمر اور عثمان (علیہم السلام) کے اور کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بات قرار پا چکی تھی کہ انہی برگزیدوں کی

خلافت سے دین کو شوکت اور قدرت ملے گی۔ اور تین شخصوں کا نام لیا گیا ہے جو خیر کے زمانہ میں خلافت کے
متولی ہوں گے صدیق اکبر اور فاروق اور ذی النورین اور فتنہ کے زمانہ میں حضرت علی سے بیعت کریں گے
لیکن انکی خلافت بے انتظام رہے گی اور لوگوں کا اتفاق آپکی خلافت پر نہ ہوگا۔ آخر ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا
کہ اس سے مراد وہ حالت ہے جو حضرت عثمان کے قتل کے بعد پیدا ہوئی اور وہ ہے لوگوں کا مختلف ہوجانا
جمل اور صفین کی جنگ میں۔ باوجود اس کے پھر بھی عقل اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں دیکھتی کہ لوگوں نے
حضرت علی سے بیعت بھی کرلی اور خلافت بھی بناوی اور شرع کے حکم میں جس کی بنا قیاس اور اٹکل پر ہے انکی
اطاعت بھی لازم ہوگئی مگر سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اصل مراد اور منشار عالم کی اصلاح ہے اور خلافت
اصلاح کا ذریعہ ہے اور وہ اصلاح عالم کی غرض سے مشروع کی گئی ہے۔ اور اگر خدا کا منشار ہوتا تو حضرت علیؓ
کی خلافت اصلاح عالم کا ذریعہ اور وسیلہ بنجاتی مگر خدا نے ایسا نہیں چاہا۔ اس خلافت میں حضرت علی مانند
نَے کے تھے نَے بجانیوالے کے ہاتھ میں وہ حق کی مراد ومنشار کے پورا کرنے کا جارحہ اور آلہ نہ تھے۔ اور
صحابہ مامور نہ تھے کہ اُن کے علم کے نیچے قتال کریں جیسے کہ وہ خلفائے ثلثہ کے علم کے نیچے مامور تھے۔ اور
ہم نے یہ بھی آنکھ سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی وہ عنایت جو خلفائے ثلثہ کے عہد میں فوج فوج اترتی تھی پوشیدہ
ہوگئی۔ اور تمام کوششیں حضرت علی کی بیکار ہوگئیں اور **خیریت** جس کے معنے ہیں مسلمانوں کا باہم
الفت کرنا اور آپس کی نزاعوں کا ترک کرنا اور کفار سے جہاد پر اتفاق کرنا اور کافروں پر دن بدن شکست
پڑنا یہ سب باتیں مفقود ہوگئیں اور لیمکنن لھم دینھم یعنی انکی کوشش سے دین کو قوت ملنے کا منشار
ہرگز پورا نہ ہوا۔ اور ملک میں قدرت اور شوکت جو کفار کے دفع کرنے اور کلمۂ اسلام کے بلند کرنے کے لئے مقرر
تھی واقع نہ ہوئی۔ اور حضرت علی کی خلافت میں واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کا مضمون
پورا نہ ہوا۔ اور تمام مسلمانوں میں آنکا حکم جاری نہ ہوا اور تمام مسلمان اُن کے زیر حکم نہ آئے۔ لیکن اس جگہ
ایک باریک بات ہے جسے اہل بصیرۃ سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ انبیار کو اپنی امت پر اور خلفار کو اپنی رعیت پر
جو فضیلت ملتی ہے اُس کا مغز اور راز یہ ہے کہ وہ اصلاح عالم کے لئے اللہ تعالیٰ کا جارحہ اور آلہ اور واسطہ
ہوتے ہیں اور یہ راز خلفائے ثلثہ کے وجود میں پوری طرح ثابت ہوا جس پر عقل اور نقل دو گواہ ہیں مگر حضرت
علی کے وجود میں یہ امر ثابت نہیں ہوا اگرچہ اس سے آپکی کوئی کسرشان نہیں ہوئی اس لئے کہ آپ اقامت
دین کے لئے کوشش کرتے تھے اگرچہ وہ بات بیسر نہ ہوئی۔ لیکن وہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ کا جارحہ بننے

سے ملتی ہے وہ امر دیگر ہے اور اگر حضرت علی کو یہ فضیلت ملتی تو خلافت خاصہ کے احکام ضرور آپ کے
وجود سے ظاہر ہوتے۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۲۸)

الغرض ان آثار سے جو اوپر مذکور ہوئے اور ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے بیان سے صاف
ثابت ہوتا ہے کہ واقعاتِ عالم نے سوچنے والی فطرتوں اور غائر عقلوں کو اس بات کے اعتراف کرنے پر
مجبور کر دیا کہ نظامِ اسلام اور عالمِ مسلمین کی اصلاح کا تار و پود حضرت عثمان کے قتل سے درہم برہم ہوا ہے اور
وہ صحیح مراد اور منشاء حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا جو اقامت خلافت سے تھا حضرت ابو بکر اور عمر اور عثمان (علیہم السلام)
کی خلافتوں میں پورا ہوا۔ اس بات کی سچائی نہ صرف واقعات عالم کی تائید سے ظاہر ہوتی ہے بلکہ کتب
آثار کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ میں جو ذہن رسا اور واقعات عالم کے نتائج کو سمجھنے کی استعداد
رکھتے تھے اور اصلی اور حق بات یہ ہے کہ جو قرآن کریم سے استنباط کا فہم رکھتے تھے اور جن کی نظر اس آیت
واتقوا فتنۃ الآیۃ کے خوفناک وعید پر لگی ہوئی تھی اور یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کا
پورا ہونا یقینی امر ہے وہ اُن واقعات کو دیکھ کر جو حضرت عثمان کے قتل کے وقت جمع ہوئے
چلا اُٹھے کہ شاید وہ وقت آنے والا ہے جو خدا تعالیٰ کی ان وعید کی پیشگوئیوں کے لحاظ سے مقدر
تھا چنانچہ امام سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں ایسے آثار نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ عن
انس مرفوعاً ان للہ سیفاً مغموداً فی غمدہ مادام عثمان حیاً فاذا قتل عثمان
جرد ذلک السیف فلم یغمد الی یوم القیامۃ۔ عن حذیفۃ قال اول الفتن
قتل عثمان و آخر الفتن خروج الدجال۔ عن سمرۃ قال ان الاسلام کان فی
حصن حصین و انھم ثلموا فی الاسلام ثلمۃ بقتلھم عثمان لا تسد الی
یوم القیامۃ وان اھل المدینۃ کانت فیھم الخلافۃ فاخرجوھا ولم تعد فیھم۔
ترجمہ:۔ انس سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تلوار ہے جو میان میں ہے اور وہ میان میں رہیگی
جب تک عثمانؓ زندہ ہے اور جب وہ قتل ہوا وہ تلوار میان سے نکلے گی اور قیامت تک پھر میان میں
داخل نہ ہوگی۔ حذیفہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلا فتنہ عثمان کا قتل ہے اور آخری فتنہ خروج
دجال۔ سمرۃ سے روایت ہے کہ اسلام مضبوط قلعہ میں تھا۔ اور لوگوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام
میں ایسا سوراخ کر دیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اس کے بعد جناب سیوطی نے کعب بن مالک

کے کچھ اشعار لکھے ہیں جو اسی مقصد کی تائید کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

فکفّ یدیہ ثم اغلق بابہ ۔۔۔ وایقن ان اللہ لیس بغافل
وقال لاھل الدار لا تقتلوھم ۔۔۔ عفا اللہ عن کل امرء لم یقاتل
فکیف رأیت اللہ صبّ علیہم ۔۔۔ العداوۃ والبغضاء بعد التواصل
وکیف رأیت الخیر ادبر بعدہ ۔۔۔ عن الناس ادبار الریاح الجوافل

ترجمہ۔ حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ روک لئے اور اپنا دروازہ بند کرلیا اور یقین کیا کہ اللہ غافل نہیں۔ اور گھر والوں کو کہا انکو قتل نہ کرو۔ خدا معاف کرے ایسے شخص کو جو جنگ نہیں کرتا۔ مگر لوگوں نے انہیں قتل کرڈالا اس کا نتیجہ تم نے دیکھا کہ کسطرح اللہ نے باہمی کینوں اور عداوتوں کو اُنپر مسلط کردیا حالانکہ اس سے پہلے وہ باہم اتحاد رکھتے تھے۔ اور تم نے دیکھا کہ خیر و برکت قتل عثمان کے بعد لوگوں سے اِس طرح دور ہوئی جیسے تیز ہوائیں اُڑجاتی ہیں۔

ان تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھنے کے بعد اس بات میں شک کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ صحابہ اور تابعین کی نظروں میں خدا تعالیٰ کے کلام کے اشاروں اور رسول کریمؐ کی باتوں سے یہ یقین پلایا گیا تہا کہ خدا تعالیٰ کی مراد و منشار کے موافق خلافت منتظمہ تین ہی خلافتیں تھیں اور حضرت عثمانؓ کے بعد وہ خلافت قائم نہیں ہوئی جو خدا تعالیٰ کے کلام کی قرار دادہ نشانوں کے موافق ہوسکتی تھی اور حضرت علی کے عہد کو وہ خلافت نبوۃ ہرگز یقین نہیں کرتے تھے بلکہ اُسے ایام فتن اور اختلال نظام اسلام کے دن یقین کرتے تھے۔ یہ محل اس امر کی تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ انشاء اللہ میں ان باتوں کی پوری تفصیل خلافت راشدہ حصہ دوم میں کروں گا بحولہ وقوتہ۔

میں نے خلافت راشدہ میں اس امر کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک امر کے فیصلہ کے لئے خدا تعالیٰ کی زندہ کلام اور زندہ کام کو حکَم بنایا ہے اور کسی حدیث یا اثر کو اصل عقیدہ کا مبنیٰ اور فرقان قرار نہیں دیا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان آثار اور واقعات کا تائیدی طور پر ذکر کیا ہے جو خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کے ماتحت چلتے ہیں۔ میں بحمد للہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس اعتقاد پر قائم ہوں کہ باطل کی قسمت میں ازل سے یہ لعنت آئی ہے کہ کبھی کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ کا کلام اور اُسکا کام اس کی تائید میں کھڑے نہیں ہوتے اور نہ ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ازل سے یہ فیصلہ کرچکا ہے کہ اس کے کلام اور کام سے سچے مرسلین اور خلفائے

حق تائید اور نصرت پاتے ہیں۔ محققین اسلام کی رائیں اور آثار جو اس موقعہ پر مینے لکھی ہیں مجھے اپنے التزام
اور مالوف عادۃ سے الگ ہوجانے کی شرمندگی نہیں دلاتے۔ یہ آثار اور رائیں اضطراری ہیں خود
اختیاری اور تصنع کا نتیجہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام نے خلافت حقہ کے کچھ نشان اور صفات قائم کی تہیں
خدا کے کام نے کلام کے اکرام اور اُس کی تصدیق کے لئے جب اُن نشانوں کا مصداق ٹھیرانے کیلئے
کچھ لوگ انتخاب کرنے چاہے تو قرعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے نام نکلا۔ پھر کس کا
مقدور تھا جو قضا و قدر کی تغییر کی کوشش کرتا۔ ایک بات تھی جو آسمان پر ازل سے قرار پاچکی تھی وہی
زمین پر واقع ہوئی۔ یہ باتیں خیالی اور عقیدہ اور راز کی جنس کی باتیں نہیں جنہیں سُنیت و شیعیت
کی تخالف کی رنگ آمیزی اعتبار کی سند سے گرادے۔ واقعات عالم اور خدا کے کلام نے لوگوں کو کشاں

قرون اولیٰ میں دلوں نے آسمانی تحریک سے تین خلافتوں کو خلافتِ نبوۃ یقین کیا۔

کشاں اس نتیجہ پر پہونچایا ہے۔ مجھے ہمیشہ شیعوں کی بے سود اور بے نتیجہ محنت پر افسوس آتا ہے جب وہ
اپنے معبودوں اور مقصودوں کی تائید میں ثعلبی کی تفسیر اور ابونعیم اور اس قسم کی اور کتابوں اور دیگر
افسانوں اور روائتوں کو لاتے ہیں۔ یہ بیہودہ روائتیں اور کہانیاں کیا وقعت رکھتی ہیں جو خدا تعالیٰ
کے ابدی کلام اور زندہ کام کے قاہر پُرشوکت دربار میں کسی گواہی کی جرأت کرسکیں۔ شیعوں کے دل و
دماغ کی ساخت بھی عجیب رنگ کی ہے جو ایک عظیم الشان اصل اور عقیدہ کا ستون ان کہانیوں اور
اغراض انسانی کے سرجوشوں کو بناتے اور پھر نجات ابدی کے لئے اس پر مطمئن ہوجاتے ہیں حضرت
علی کی خلافت اور وصائت اگر نجات کا رکن رکین عقیدہ ہے اور شیعوں کے اعتقاد کے بموجب

عقیدہ کی بنا نصوص پر رکھنی چاہئے نہ افسانوں پر

ضرور ہے اور خدا تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی مراد و منشا کا اصل نچوڑ وہی ہے اور اُس کا خلاف
ابدی لعنت کا موجب ہے تو آغاز اسلام میں ہی اُس پر پتھر کیوں پڑ گئے۔ اور آخر تک وہ معما حل ہونے
میں نہ آیا۔ اگر شروع میں ایک شرارت کا وار چل گیا اور پیغمبر خدا کی کرسی پر ایک جسد یا دجل اور ملمع کا بت
بٹھایا گیا اور در حقیقت اس کے عصا کو رخنہ لگ چکا تھا تو تیس برس کے قریب تک وہ ساری باتیں کیوں
پوری ہوتی رہیں خدا تعالیٰ کے حکیم کلام میں تو خلافت حقہ کی علامات اور مومنین کی صفات مقرر ہوچکی تھیں۔
پھر خدا کا زبردست کام انکی خدمت گذاری میں حسب مراد کیوں کھڑا رہا۔ اگر حضرت علی کے لئے اُن صفات کا
خلیفہ ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک مقدر تھا۔ اور وہ قویٰ اور قوابل اُنہیں دئے گئے تھے جو خلافت منتظمہ
یا خلافت بلافصل یا وصائت کے لئے خدا کے کلام اور کام کے نزدیک شایاں اور موزون تھے تو آخری

میں اُنکا عہد اور دَور ایسے کام دکھاتا جو پہلی تین خلافتوں کے مقابل فوق العادۃ ہوتے۔ لایق انسان جس زمانہ میں تختِ حکومت پر بیٹھا ہے اگر خدا تعالیٰ کی سابق منشا نے اسکی مساعدۃ کی ہو وہی زمانہ اس کی کارگذاری کے لیے چوڑا میدان اور نرم زمین بن گیا ہے۔ تیس برس پہلے کیا اور پیچھے کیا۔ کیا عرب کی اس حالت سے بھی بدتر زمانہ حضرت علیؓ کو ملا جب رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کارروائی شروع کی۔ اور کیا وہ اس سے بھی بدتر وقت تھا جو رسولؐ خدا کے جگر دوز سانحہ وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو ملا۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کا ایک دَور ہوتا ہے اور اس کے لئے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں جو اُس ارادہ اور مراد کا آلہ اور واسطہ ہوتے ہیں۔ رسولؐ خدا کے وجود باجود کے بعد خدا تعالیٰ کا ایک ارادہ تہا جو تین خلافتوں میں پورا ہوا وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

غرض اصول اسلام میں سے ایک قوی بلکہ لانظیر اصل اور نجات کا عقیدہ اپنے قیام اور تمسک اور بقا کے لئے افسانوں کے آگے ہاتہہ جوڑے اور جب اُسے میدان مقابلہ میں نکلنا پڑے اپنی تائید میں روایتوں سے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرے کس قدر شرم کی بات ہے۔ یہی حال نصاریٰ کا ہے۔ اگر ایک عاجزہ ضعیفہ عورت کا فرزند کسی زمانہ میں خدائی کے تخت پر بیٹھنے والا تہا یا خدا سے قادر ذوالجلال کو تنزل کرکے عورت کے پیٹ میں اترنا اور اُس سے ناتوانی کی ہیکل بنکر نکلنا اور آخر بیچارگی کی شرمناک ذلتیں اُٹھاکر یہودیوں کے ہاتہہ سے ہلاک ہونا تھا اور یہی عقیدہ نجات ابدی کے لئے کونے کا سرا بننا اور اس کا انکار لعنت کا موجب ہونا تہا تو ضروری تہا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی بینات اور منصوصات میں اسکا اور اسی کا ذکر ہوتا اور ہر ایک نبی ایکے بعد دیگرے اس "فضل اور عہد جدید" کی کہلے اور صاف لفظوں میں تبلیغ اور ندا کرتا اور ضروری تہا کہ تورات کی ساری کتابیں اس آنیوالی بشارۃ کا صاف صاف دیباچہ ہوتیں اور کتاب کی پہلی اور اصلی وارث قوم بنی اسرائیل انبیاء کی پیشگوئیوں اور وصیتوں کے مطابق ہر زمانہ میں ایسے ناسوتی خدا کے انتظار میں ہمیشہ بے قرار رہتے۔ مگر اس پلید باطل کی بدقسمتی کی کوئی حد ہے کہ تورات اس خبیث عقیدہ کو رد کرتی اور بنی اسرائیل اسپر لعنت بہیجتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی اتہاہ حکمت میں کون غوطہ لگانے کا حوصلہ رکہتا اور اسکی تہ کو پا سکتا ہے کہ اُس حکیم علیم نے تشیع کے باطل کو بھی اسی طرح کی ناقابل زوال نحوستوں اور خباثتوں کو محیط اور مسلط کر رکہا ہے۔ غلط کار سخن ناشناس کبھی خم ضمیر میں ڈوبتا ہے کہ اسے کوئی مراد کا موتی ملجائے۔ کبھی اسی طرح کے دوسرے انسانی جذبات کی لالٹینوں سے

لتھڑی ہوئے بچھیتھڑوں کو ہاتھوں پر لیتا اور کاغذ زر کی طرح پیش کرتا اور شرمناک قابل اخفا کار روائی کو بڑی دلیری اور بے باکی سے حضرت علی کی خلافت بلافصل اور وصایت کی برہان قاطع ٹھیراتا ہے۔ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آدم سے خاتم الانبیاء تک (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام نبی حضرت علی کے وجود کی خبر دیتے رہے ہیں بلکہ اُن کی بعثت کی علت غائی یہی تھی کہ وہ ائمہ اوصیا کے قبول کرنے کے لئے لوگوں کو ہر زمانہ میں مستعد کرتے تھے مگر باوجود اس قدر بلند دعوے کے خدا تعالیٰ کے کلام سے کوئی نص اور خدا کے کام سے کوئی تائید پیش نہیں کرتا۔جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے زندہ کلام میں وعدہ فرمایا کہ میں پہلی سنتوں کے موافق تم میں بھی خلفا اور ائمہ ہدیٰ بناؤں گا اور کئی مرتبہ مختلف لفظوں میں اس وعدہ کو بیان فرمایا ان وعدوں کو پڑھ کر ذہن بیقراری سے اس آرزو کو مدنظر رکھ کر اس طرف متبادر اور منتظر نہیں ہوتا کہ شیعوں کے علی وصی کا بالتصریح ذکر ہوجاتا ہاں جب رسالت اور وصایت لازم و ملزوم ہیں بلکہ شیعوں کے اعتقاد کی میزان میں وصایت کا پلہ رسالت سے بھی بھاری ہے تو وجہ کیا کہ رسالت محمدیہ خدا تعالیٰ کی محکم کتاب میں صراحت اور صفائی سے مذکور ہو اور وصایت علی کا اثبات شیعیانِ علی کے استنباط اور روایت کشی پر موقوف ہو۔ایک جگہ جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار بڑا موزوں موقعہ تھا کہ رسول اللہؐ کے بعد شیعوں کے ائمہ اور اوصیا کا ذکر بھی ہوجاتا اور آئے دن کا جھگڑا چک جاتا* مگر افسوس اُس صورت میں یہ کلام خدا کا کلام نہ ہوتا اس لئے کہ خدا کا کام اس کی تکذیب کے لئے پورا ہتھیار بن کر کھڑا ہوتا اور اس کلام کے مطابق واقع نہ ہونے کی نسبت سوال کرتا کہ کہاں ہیں وہ ائمہ اور اوصیا جنہوں نے اشداء علی الکفار ہونے کا تاج عزت پہنا ہے۔اگر ابوبکر عمر عثمانؓ ہیں تو بسر و چشم آمنا و صدقنا اور اگر وہ ہیں جن کی قسمت کا آخری ہیرو سُرمن رای کی مردم خوار غار کی نذر ہوا ہے تو اس تباہ کار جھوٹ سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کی تائید کبھی کسی زمانہ میں میرے کسی فعل سے نہیں ہوئی۔

حاصل کلام خدا تعالیٰ کے کلام کی پیشگوئی کے موافق وہ بڑا فتنہ جو آئندہ آنے والے فتنوں کا چشمہ تھا اور جس سے خدا تعالیٰ نے اُس وقت مسلمانوں کو ڈرایا اور اس کی جڑ یہ بتائی کہ تنازع اور دنیا طلبی اُن خوفناک طوفانوں کی اصل موجب ہوگی وہ حضرت عثمان کا قتل تھا اگرچہ شانِ نزول کے متکفل قصّے اور روائتیں اُن لوگوں کا نام بتانے سے قاصر یا خاموش ہیں جنہوں

* اتنا بھی نہ ہوا کہ خلفا اور ائمہ ہدیٰ کی وہ صفات و علامات جو خدا کے کلام میں مذکور ہیں کچھ ہی اُن پر منطبق ہوجاتیں۔منہ

نے انفال کے وقت کمزوری کی وجہ سے اپنے تئیں خدا کے خطاب کا پہلا مورد بنایا اور اس سورۃ کے آٹھ دفعہ کے خطاب کے مخاطب ہوئے مگر حیرت انگیز امر ہے کہ مختلف روائتیں اُن واقع ہونے والوں فتنوں کا جو لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ کی پیشگوئی کے موافق ظہور میں آئے بہت بڑا حصہ دار حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں کو ٹھیراتے ہیں۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں ایک روائت لائے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ مصر کے نکھٹوں اور فتنہ پردازوں نے جب حضرت عثمان کے قتل کے لئے منصوبہ کھڑا کیا اور محمد بن ابی بکر کے اُس خط کو جو اُس کے قتل کے متعلق حضرت عثمان کی طرف سے بنایا گیا تھا اپنے ناپسندیدہ افعال کی دست آویز ٹھیرایا اور مدینہ میں آئے تو حضرت علی اور عمار اور دیگر چند شخصوں کے روبرو انہوں نے حضرت عثمان کی نسبت شکائتوں کا دفتر کھولا اور اپنے بدارادوں کا اظہار کیا۔ اور آخر وہ زہرہ گداز واقعہ ظہور میں آیا جسنے اسلامی عمارت کی چاروں دیواروں کو ہلادیا۔

میرا عقیدہ جناب علی علیہ السلام کی نسبت

نہ تو سیوطی کی یہ مراد ہے کہ حضرت علی قتل عثمان میں شریک تھے اور نہ میرا عقیدہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ کی دامن پاک پر اُس مقدس خون کی چھینٹیں پڑیں۔ لعنتی ہے ایسا دل جس میں ایک لمحہ کیلئے بھی ایسے شیطانی وسوسہ کو ٹھیرنے کی جگہ ملے۔ میرا یہ عقیدہ ہے اور میں علیٰ بصیرۃ اس پر قائم ہوں اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہوں کہ اسی پر مروں کہ حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کی طرح راستباز تھے اور یہ پاک جماعت آپس میں ایکدوسرے کی نسبت غل وحسد سے پاک تھی۔ شیعیانِ عثمان اپنے اعمال و اقوال کے خدا تعالیٰ کے نزدیک جواب دہ ہوں گے جو دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت علی اُس تاریک سازش کے صدرِ اعلیٰ تھے اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں چلا چلا کر کہتے تھے کہ اگر وہ اس سازش میں شریک نہیں تو محمد بن ابی بکر اُن کا ربیب اور اس کے امثال مصری مفسدوں کا ماوا و ملجا اُن کا مکان کیوں ہے۔ میں بحمد اللہ ان مبتدعین سے ایسا ہی بیزار ہوں جیسا کہ خوارج اور ناصبیہ سے بیزار ہوں جو حضرت علی اور حضرت عثمان کو کافر کہتے اور اُن کے معائب میں دفتروں کے دفتر سیاہ کرتے ہیں۔ اسی طرح میں بہزار جان و دل ان شیعوں یا روافض سے بیزار ہوں جو حضرت ابو بکر اور آپ کی جماعت کی نسبت ناپاک اعتقاد کو دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ ان باطل کے شریر فرزندوں کی سیاہ کاریوں اور بدگفتاریوں نے تو مجھے قرآن کریم کی طرف متوجہ کیا اور اس نور نے یہ سبق سکھایا کہ یہ تمام برگزیدے

آسمان اور زمین کے ہادی اور نور تھے - میرا مدعا ان باتوں سے یہ ہے اور حق بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ازلی ارادہ نے تین خلافتوں کو ایسے عالمگیر فتنوں سے پاک رکھا اور اپنے دقیق منشا اور حکیمانہ ارادہ کے موافق حضرت علی کو ایسے وقت اور ایسے میدان میں نکلنے کا موقعہ دیا جو خدا تعالیٰ کے کلام کی پیشگوئی کے مطابق اختلال اور فتنوں کا وقت تھا۔ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرتا اور پہلی تین سچی خلافتوں کے صفات اور علامات کی مانند چوتھی خلافت حضرت علی کے وجود سے قائم ہو جاتی اور وہ تمام فتنوں اور خللوں کے دروازوں کو بند کر دیتی تو باطل کی پرستار قوم کے ہاتھ میں بین حجتیں آجاتیں۔ ان تمام واقعات سے جو اوپر مذکور ہوئے میرا مقصود صرف اتنا ثابت کرنا تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت ان فتنوں سے محفوظ رہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اتباع ہوا اور التزام طلب دنیا کے سبب سے وقوع میں آئے - سو بحمد اللہ بات عمدہ طور سے ثابت ہو گئی اور اس ثبوت نے اس سچائی پر بھی مُہر لگا دی کہ جناب شیخین اور حضرت ذی النورین اس قوم سے نہ اسوقت تھے جب خدا تعالیٰ کا یہ دہمکی آمیز خطاب نازل ہوا اور نہ اُس وقت اُس قوم کے افراد تھے جب خدا تعالیٰ کی یہ قہری پیشگوئیاں پوری ہوئیں - ان واقعات سے بڑھ کر کون عادل حَکَم اور راست باز گواہ ان کے حسنِ آغاز اور خاتمہ بالخیر کا ہو سکتا ہے - خدا تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو پڑھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی - رسول کریمؐ کی رسالت بلکہ ہر ایک ایمانی شے کے وجود کی طرح اسپر بھی ویسا ہی ایمان لانا پڑتا ہے کہ جس صفائی سے خدا تعالیٰ کے کلام اور کام نے ان برگزیدوں کے لئے ابتدا سے انتہا تک خدا تعالیٰ کے منشا کے موافق راست بازی کا ثبوت دینے کی گواہی دی ہے اس کی کوئی نظیر نہیں - با ایں ہمہ دلیری اور بے باکی سے یہ کہنا اور اس پر ایمان رکھنا کہ "حضرت ابوبکر اور آپ کے اتباع آخر کار مرتد ہو گئے اور ان کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا" اور "ان لوگوں کی ہجرتیں لالچ اور طمع کی بنیاد پر تھیں" اور "یہ لوگ افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے" -

یہ ہیں شیعیانِ پاک کے عقائد اور ان کے پاک دلوں کی پاک باتیں - ان کے حالات اور عقائد اور اقوال کو دیکھکر ایک محقق کو سخت مشکل پیش آتی ہے کہ ان کو زیادہ عقلمند معقول پسند تسلیم کرے یا نصاریٰ کو - نصاریٰ کل نبیوں کو بدکار گنہگار ناشدنی سے ناشدنی افعال کے مرتکب ہی مانتے ہیں اور با ایں ہمہ یہ نہیں دکھاتے یا دکھا نہیں سکتے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا اُنہیں کیا ملی - گناہ تو ایک زہر ہے جس کا کھانا انسان کے صحیح جسم میں روحانی جذام کے خواص پیدا کر دیتا ہے - جس طرح

ظاہری جذام سے اعضا سڑنے اور الگ ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح گناہ کے جذام سے
خدا تعالیٰ سے تمام تعلقات انسان کے کٹ جاتے ہیں۔ دنیا میں یہ نظارہ ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک
قسم کی بدکاری بدچلنی اپنے ساتھ ایک لعنتی داغ رکھتی ہے جو انسان کی سچی صحیح راستبازی کی حالت کے خلاف
ایک الگ اور نئی منحوس حالت پیدا کر دیتی ہے۔ انسانی معصیت اور اطاعت اپنے بزرگوں اور مطاعوں
کی نسبت دو جدا حالتیں پیدا کرتی ہے۔ یہ عجیب تعریف گناہ کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک شخص
گنہگار بھی ہو اور وہ تمام انعام اور فضل بارش کی طرح اُس پر برسیں جو ضرور تھا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اطاعت کا
ثمرہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے برگزیدہ بندوں کی جو صفات اور علامات اور آیات
بیان فرمائی ہیں اور اپنے کام کے واسطہ سے جو نصرت اور بزرگی اور بڑائی کسی شخص کو دی ہے ان سب
امور کا مجموعہ ہم انبیاء کی پاک ذات کو پاتے ہیں۔ نصاریٰ کا یہ فرض تھا کہ اول گناہ کی تعریف اور اسکے
اقسام کی تحدید کرتے پھر اُن ثمرات اور نتائج کو بیان کرتے جو گناہ پر مترتب ہوتے ہیں اور اس تعریف
و تحدید اور بیانِ نتائج میں خدا کے کلام کی تعریف و تحدید اور اس کے کام کی نصرت و تائید پر مبنی رکھتے۔
گناہ کی تعریف کرنا خدا تعالیٰ کے کلام کا حصہ ہے اور گناہ پر حسب مراد کلام الٰہی لعنتی نتائج کا مترتب کرنا خدا کے
کام کا خاصہ ہے۔ یہ حق بات ہے کہ گناہ توقیفی شے ہے یعنی شریعت الٰہیہ کی تعریف پر موقوف ہے
انسان کا کام اور حق نہیں کہ اپنی رائے اور انتخاب کی بنا پر بعض افعال کو گناہ اور بعض کو نیک اور
موجب ثواب قرار دے۔ اس لئے کہ اس کا علم وسیع و محیط ہے اور وہ جزا و سزا پر قادر ہے۔ اس کے
بعد نصاریٰ کا بڑا بھاری فرض تھا کہ کوئی ایسا وجود پیش کرتے جو اُن گناہوں سے پاک ہوا اور
اُس کی گناہوں سے بریت یا عصمت کے ثبوت میں اپنے باطل اوہام اور دلوں کی تراشی ہوئی
باتوں کو سامنے نہ لاتے بلکہ اُس کے وجود میں خدا تعالیٰ کے انعاموں اور فضلوں کو تمام انبیاء سے
بڑھ کر دکھلاتے۔ اور ثبوت دیتے کہ آدم سے لیکر جناب موسیٰ الصلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین تک جو نصرت
اور فضل اور انعام خدا تعالیٰ کے وعدوں اور پیشگوئیوں کے موافق کسی پر ہوا اُس سے بڑھ کر اس
شخص پر ہوا ہے۔ اور فضل و انعام کی فوق العادۃ زیادتی کا استحقاق اس شخص کو محض اس کی عصمت نے
دلایا ہے اور دیگر انبیاء میں جو کسر رہ گئی ہے اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ خدا
کی نظر میں گنہگار تھے۔

گناہ کی تعریف کرنا خدا کے کلام کا خاصہ اور اس کے متعلق تحدید کرنا خدا کے کلام کا خاصہ ہے

افسوس نصاریٰ بجائے ایسے بینات اور حجج کے ایک ایسے انسان کو پیش کرتے ہیں جو توریت کی تمام ذی وجاہت اور ذی عزم نبیوں کے مقابل لاشے محض اور ناقابل ذکر ہے۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلاتے چلے جاتے ہیں کہ یسوع معصوم ہے اور باقی سب گنہگار ہیں اور کبھی نہیں دکھلاتے کہ اس کی عصمت کا یہ ثبوت ہے۔ عصمت تو ایک خوبصورت پوشاک ہے جس کا شعار و دثار دونوں پاکیزہ اور خوش نما ہوتے ہیں۔ ایک شخص کی نسبت دعویٰ کرنا کہ اُس کی باطنی حالت گناہ اور معصیت سے پاک ہے محض زبانی بات ہوگی جب تک بیرونی اور مرئی عصمت اس کے ساتھ شامل نہ ہوگی۔ توریت میں خدا تعالیٰ کی اطاعت کے جو ثمرات اور برکات مذکور ہوئی تھیں یعنی خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید دوسرے نبیوں میں تو بوجہ اکمل وہ نشان موجود ہے اور یسوع اُس سے بکلّی بے نصیب۔ اور بے ایمانی اور افترا اور گناہ کی سزا جو خدا کی کتاب میں مذکور ہوئی تھی کہ جھوٹا صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ حضرت یسوع کو اس نشان سے وہ کافی وافی حصہ ملا کہ کوئی کسر بھی کسی اور ہم جنس کے لئے باقی نہیں چھوڑی۔ نادان ناعاقبت اندیش پرستاران انسان یسوع کو اپنے اغراض کا ملعون بنانے میں خدا تعالیٰ کی کتاب کے سچے قرار دادہ نشان کے موافق اُسے ابدی ملعون اور راندۂ درگاہ الٰہی ثابت کر جاتے ہیں۔ اور بجز اس لعنتی نامراد موت کے اُس ناشاد انسان کا کوئی کارنامہ نہیں دکھاتے کہ اس زمین کی پیٹھ پر دوسرے نبیوں سے بڑھ کر یہ نصرت اور ظفر اور تائید الٰہی اُسے ملی۔ بیرونی عصمت تو نتیجہ اور اثر ہوتا ہے روحانی عصمت بالتعلق باللہ کا۔ ایک شخص کا ناکام نامراد ہلاک ہو جانا۔ دشمنوں کا اس پر فتح پانا اور دوستوں کا اُس کی زندگی میں ہی مخذول و مطرود ہونا ثابت کرتا ہے کہ اُس کی نسبت عصمت باطن کا دعوےٰ جو ہے سے جھوٹا دعویٰ ہے۔

عصمت کی تعریف

اسی طرح یہ حق اور مسلم بات ہے کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے گناہ۔ نفاق۔ ریا۔ ارتداد اور دیگر اقسام گناہ کی تعریف و تحدید فرمائی ہے۔ اور اس کے ساتھ ان تمام بدکرداریوں کے انجام بد اور خوفناک نتائج بھی بیان فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی زندہ مبارک کتاب میں مد و متوازی خطوں کی طرح یہ دو باتیں متعدد مقامات میں دوش بدوش چلتی ہیں۔ چنانچہ اس پر زندہ گواہ خود یہی سورۃ ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر حق و باطل میں فیصلہ کی آسان اور نزدیک راہ یہ تھی کہ لالچی۔ مرتد۔ منافق اور گنہگار بدکار اُس شخص کو تسلیم کیا جاتا جس پر خدا تعالیٰ کی لعنت کے وہ نشان منطبق ہو جاتے اور اس کے خلاف ممکن

سابق۔ یا سابق اول۔ مہاجر یا مہاجر اول۔ ناصر یا ناصر اول اُسی شخص کو مانا جاتا جس پر وہ علامتیں صادق آتیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے اپنی زندہ کتاب میں ہمارے زندہ نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پاک ذات کی نسبت پیشگوئی فرمائی واللہ یعصمک من الناس۔ اور فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے معصوم بنایا ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ تیرا ظاہر و باطن یعنی تیرا جسم اور تیری دعوت و شرع دشمنوں کے حملہ اور دستبرد سے قیامت تک معصوم و محفوظ رہیں گے۔ پھر اس کی تائید میں فرمایا۔ اگر محمدؐ کوئی ذرا سی بات بھی افترا کرکے ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم پوری طاقت سے اُسے گرفتار کرتے اور اُس کی رگ حیات کو کاٹ ڈالتے۔

خوب یہ تو دعویٰ تھا مگر کیا صرف اتنا دعویٰ اور خالی لفظ ہی ثبوت عصمت اور پھر ثبوت رسالت کے لئے کافی ہو جاتے۔ اگر رسول کریمؐ اعدا کے جان ستاں حملوں کا پورا نشانہ بنجاتے اور نعوذ باللہ آپ ذلت کے ساتھ مارے جاتے اور آپکے منشاء و مقصد اور روح کی سچی راحت اور توجہ قرآن کریم انسان کی دست تطاول کا آماجگاہ بن جاتا اور توریت و انجیل اور وید کی منحوس قسمت کا اُلو اُسکی در و دیوار پر بھی بولنے لگ جاتا تو ہمارے ہاتھ میں کونسی دلیل آپکی روحانی عصمت پر ہوتی۔ یہ مسلم بات ہے کہ مجہول رقم اور سر کے دریافت کرنے کے لئے معلوم رقم دلیل راہ ہوتی ہے۔ قانون قدرت کے دفائن و خزائن کا سراغ لگانے کے لئے اسباب معلومہ اور مواد عادیہ ہمارے ہاتھ میں قرائن اور دلائل دیتے ہیں۔ اگر ثبوت عصمت کے لئے بیرونی دلائل کی کوئی ضرورت نہیں تو کیوں ہر ایک شخص کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ معصوم ہونیکا دعویٰ کرے اور کسی کا کیا حق ہے کہ اُسکی تکذیب کرے اور کس بناء پر کرے۔

قرآن کریم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق نبوت پر جو دلائل اور براہین لائے گئے ہیں اور اُن پر بڑا زور دیا گیا ہے وہ یہی ہیں کہ آپ کی وحی متبع وحی نہیں یہ وہی وحی ہے جو حضرت آدم سے لیکر نوح ابراہیم۔ موسیٰ۔ اور دیگر راست بازوں پر نازل ہوتی رہی (صلوات اللہ علیہم اجمعین) اور اس کا بیرونی ثبوت یہ دیا گیا کہ آپ اُن اولوالعزم راست بازوں کی طرح موید و منصور ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول فاخذناہ اخذاً وبیلا فکیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیباً السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی حقیقت

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا۔ ترجمہ - ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو گواہ ہے تم پر جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ فرعون نے اُس رسول کا کہانہ مانا پھر ہم نے اُسے پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ اسی طرح تم بتاؤ کہ کفر کرنے کی صورت میں تم اپنا کیونکر بچاؤ کرو گے اُس آنے والی گھڑی سے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی آسمان اُس سے پھٹ پڑنے والا ہے یعنی ضرور وہ ظاہر ہونے والی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ واقع شدہ ہے۔ یہ بڑی بھاری یاد دہانی ہے سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثلیت کا ثبوت جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بیّن دلیل پر محصور کر دیا ہے کہ آپ کے مخالفین بھی حضرت موسیٰ کے اعدا کی طرح ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ آخر واقعات عالم اور خدا کے کام نے اس کلام کی سچائی پر مُہر لگا دی۔ کیا کوئی مسلمان ایک لحظہ کے لئے بھی فرض کر سکتا یا اس قدر تصور گوارا کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مقابلہ میں ناکام مر جاتے۔ مکہ معظمہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق آپ کے ہاتھ سے مفتوح نہ ہوتا۔ اور کفار قریش کی حکومت اُسی طرح اُس پر سایہ فگن رہتی اور وہ تین سو ساٹھ بُت جن میں سب سے زیادہ کفر آفرین اور زمین کو ناپاک کرنے والی تصویریں مریم اور اُس کے بیٹے کی تھیں مکہ کے اندر رونق افروز رہتے بااین ہمہ قرآن کریم کی باتیں اور دعوے سچے رہتے اور قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور آپ کے نبی صادق ہونے کے دامن پر کوئی دھبہ نہ لگتا۔ اگر ایسی ہی بے دلیل باتیں اور بلند آواز دعوے قابل پذیرائی ہیں تو ہمارے ہاتھ میں مذاہب باطلہ کے زہریلے سانپوں کا سر کچلنے کے لئے کونسا حربہ ہے۔ خدا کی کتاب نے یوم بدر کی فتح پر کس قدر فخر کیا ہے۔ کس ناز و ادا سے بھرے ہوئے الفاظ میں اس کا نام یوم الفرقان رکھا ہے اور اس کی وجہ بتائی ہے لِیُحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی وہ یوم اس لئے وقوع میں لایا گیا کہ خدا تعالیٰ کی مونہہ کی باتیں پوری ہوں اور کافروں کی جڑ کٹ جائے۔ یہ آیت کس قدر صفائی سے گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کے پورا ہونے اور دین حق کی رواج پانے کے لئے کفار کی تباہی ضروری تھی۔ اس طرح کی ایک آیت نہیں دو نہیں قرآن کریم کا اکثر حصہ اسی قسم کے شواہد اور بیّنات سے بھرا ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثلیت موسیٰ کی اعدائے موسیٰ کی طرح مخالفوں کی بربادی

غرض خدا تعالیٰ کی غیرت نے اپنے کلام واللہ یعصمک من الناس کے ظہور صدق کے پاس کے لئے اتنا بڑا سامان کیا ہے کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کو خونی دشمنوں کے ۲۳ سالہ حملوں سے محفوظ رکھا۔ آپ کے روضۂ طیبہ مقدسہ مطہرہ کو جو جسم اطہر واقدس کے آرام کرنے کی جگہ اور بقائے دائمی کی کھلی آیت تھی قائم اور محفوظ رکھا۔ آپ کے باقی تمام آثار کو قائم و محفوظ رکھا۔ بیت اللہ الشریف کو محفوظ رکھا۔ عربی زبان کو محفوظ رکھا۔ قرآن کریم کو حسب وعدہ انا لہ لحافظون محفوظ رکھا اور اسی طرح قیامت تک شریر ناپاک دشمنوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی حکیمانہ باتیں اور رفادسانہ فعل اور پیش بندیاں ہیں اس لئے کہ دلائل اور براہین میں اسلام کو ہمیشہ مذاہب باطلہ پر غلبہ و فوق حاصل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہم اپنے نبی کی عصمت کے ایسے بیّن ثبوتوں کے مقابل اور شعائر اسلام اور قرآن کریم کی ایسی چمکدار زندگی اور بقا کے سامنے کس طرح قائل ہو سکتے ہیں مسخ شدہ توریت کی عصمت کے اور لوقا متی مرقس وغیرہ کی مجذوم کتابوں کی عصمت کے اور اس مخذول نامراد ونا کام آدم زاد کی عصمت کے جسے وہ ردی کتابیں یسوع کے نام سے پیش کرتی ہیں۔

اسلام کے آثار باقیہ اور ان کی بقا کا راز

ہم میں اور شیعوں میں فیصلہ کے لئے وہی منہاج مستقیم ہے جو ہم میں اور نصرانیوں میں ہے۔ دعوے اور دلیل میں ایک حرف بھی کم و بیش کرنے کے بغیر انہی ہتھیاروں سے بحکم بحولہ و قوتہ اس میدان مقابلہ میں ہم نکلتے اور للکار کر کہتے ہیں کہ خدا کے کلام اور خدا کے کام سے امام المومنین الی یوم الدین ابوبکر اور آپ کی جماعت کے ارتداد۔ نفاق اور لالچی ایمان پر اور اپنے مسلّم ائمہ کی عصمت پر دلیل لاؤ۔ اور حضرت ابوبکر اور آپ کی جماعت کو کافر و مرتد کہنے میں خوارج اور اباضیہ کی بدقسمتی میں شریک ہونے سے ڈر جاؤ جو تمہارے جیسے دلائل و براہین سے تمسک کر کے جناب مرتضیٰ کو کافر و مرتد کہتے ہیں۔ اگر تم میں کوئی رشید ہوتا تو اسکے لئے خوارج کے وجود میں کافی عبرت موجود تھی مگر افسوس کورانہ تقلید نے ذہنوں کو اس عبرت انگیز رسالہ کے مطالعہ کیطرف متوجہ ہونے سے روک دیا۔ سوچو اور خدا کے لئے غور کرو کسی کو ملعون۔ مرتد اور منافق کہنا کیا ہمارے اختیار میں ہے اور انسانوں کے اعمال واقوال کے دقائق اور اسرار کو مکافات وجزا کے لئے وزن کرنے کی قسطاس مستقیم کیا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور کیا یہ خوفناک الفاظ

اباضیہ شیعوں کے لئے کافی سبق ہیں

بے نتیجہ الفاظ ہیں اور جن لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ الفاظ بولے گئے ہیں اُن کے اعمال کے نتائج میں اور نبیوں ۔صدیقوں ۔شہیدوں اور صالحوں کے اعمال کے نتائج میں کوئی مابہ الامتیاز بھی ہے ۔ان امور کے لئے قرآن کریم اور بالخصوص یہی سورۂ انفال ہم میں اور تم میں حکم ہے ۔میں خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے یہ اقرار نامہ لکھ دیتا ہوں کہ مجھے اس حکم عدل کے فیصلہ سے سرمو انحراف نہ ہوگا اور ابدی ملعون ہو وہ ناپاک دل جو اس کے آخری فیصلہ سے روگردانی کرے ۔کیا تمہیں بھی یہ حکم منظور ہے ۔پھر ہم میں اور تم میں فیصلہ کا وقت قریب ہے ۔آؤ اس سورۂ مبارکہ کے ہر ایک رکوع کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں ۔اور مومنوں اور منافقوں کے حق میں اس کے فیصلے سنیں ۔

واذکروا اذ انتم قلیلٌ مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاویکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون ۔یاایھا الذین اٰمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا امنتکم وانتم تعلمون ۔واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم ۔**ترجمہ** ۔اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور سمجھے جاتے تھے اُس زمین (مکہ) میں تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہاری بیخ کنی کر دینگے پھر تمکو ماوی دیا اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں طیبات عطا فرمائیں تو کہ تم شکر کرو ۔اے مومنو مت خیانت کرو اللہ کی اور رسول کی اور مت خیانت کرو اپنی امانتوں کی جان کر ۔اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہارے بچے فتنہ ہیں اور بڑا اجر تو اللہ کے پاس ہی ہے ۔

اس آیت کا جیسا ایک کھلا کھلا ظاہر ہے اس کے بطن میں ایک عظیم الشان حقیقت اور پیشگوئی چھپی ہوئی ہے ۔پہلی آیتوں سے اس کا ربط اور تعلق بڑا صاف ہے ۔اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول کی اطاعت اور آواز کے سننے میں تمہاری زندگی اور بقا ہے اور اس کی اطاعت سے انحراف کرنے میں خطرناک فتنوں کے وقوع کا اندیشہ ہے ۔پھر خدا تعالیٰ نے اپنی عادت کے موافق ایک دلیل اطاعت رسول کے فوائد و منافع پر بدر کی عظیم الشان فتح بیان فرمائی اور اس میں دکھایا کہ اگر رسول کے منشاء کے خلاف دوسرے مشیروں کی رائے پر عمل ہوتا تو کیا ہوتا اور رسول کی اطاعت سے کسقدر برکتیں حاصل ہوئیں ۔اس آیت میں ایک اور کھلی دلیل رسول کی اطاعت کے فوائد پر بیان فرماتا ہے اور یہ ایسی دلیل ہے کہ مخاطبین کے قلب اس کی عظمت اور وقعت کے معترف تھے وہ خوب جانتے تھے

کہ مکہ میں اُس قلت اور ضعف کے وقت میں ان کی کیا حالت تھی۔ اُنہیں طرح طرح کے دُکھ دیے جاتے تھے اور تباہی اور موت کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا۔ پھر ایوا کے بعد یعنے مکہ کی اس انتشاری اور پراگندگی اور تباہی کی حالت کے بعد جب مدینہ طیبہ اُنکا ماوی بنا اور خدا تعالیٰ کی نصرت کی تائید نے کفار قریش پر بدر کے مقام میں اُنہیں فتح دی تو پھر اُن کی کیا حالت ہوگئی۔ وہ اس تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھ چکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بشیر و نذیر کیسا سچا ثابت ہوا جو مکی آیتوں کے ذریعہ ایسے وقتوں میں اُن کے کان میں پڑا تھا جب کہ اسلام پورے معنوں میں بے سامان اور ناتوان تھا اور کفر اپنی شوکت اور عُدت اور ہیبت میں کسی چیز کو اپنا ثانی نہیں سمجھتا تھا۔ اُن کے موذی دشمن ائمۃ الکفر جو مکہ میں انہیں بھیڑیوں اور چیتوں کی طرح پھاڑ پھاڑ کر کھاتے تھے اُن کی آنکھوں کے سامنے مقام بدر میں کتوں کی موت مارے گئے اور اسم نذیر کی قہری تجلی کی ایک ہی چمک سے نارِ جہنم کا ہیزم بن گئے اور اسم بشیر کے فیضان و برکات نے اولیاء الرسول کو کہاں سے کہاں تک پہونچایا۔ خدا تعالیٰ کے کلام کی بیّن صداقت اور رسول کی اطاعت کا یہ لذیذ پھل ہنوز ابتدائی سبق تھے جو مومنوں کو آئندہ کے عظیم الشان وعدوں کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے کامل ایمان اور کامل اطاعت کی راہ نمائی کرتے اور معاً ضعفِ ایمان اور معصیت کے بد نتائج سے ڈراتے تھے۔

آنحضرت صلعم کی فتوحات خلفاء راشدین کی فتوحات کا مقدمہ تھیں

مگر بات اسی حد تک ختم نہیں ہو جاتی۔ علیم و حکیم خدا تعالیٰ کی حکیم و مبارک کتاب ہمیں بارہا اپنی عادت کا ثبوت دے چکی ہے کہ پیش پا اور مدِ نظر واقعات کے ضمن میں اُس قبیل اور جنس کے واقعات کی طرف بھی اُس کا اشارہ ہوتا ہے جن کے وقوع کا سلسلہ آئندہ زمانوں میں حرکت میں آتا ہے۔ اس کو صاف لفظوں میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب کوئی ایسا زمانہ ہو کہ مسلمانوں کو اس میں قرآن کریم کی سچی اتباع کی توفیق مل جائے اور اطاعت اللہ اور اطاعۃ الرسول کا شرف ٹھیک طور پر انہیں نصیب ہو تو اُن کے لئے اُن ہی برکات و ثمرات کے دروازے کھل جاتے ہیں جو پہلے مہبط قرآن (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور آپ کی جماعت پر کھلے۔ اُنہیں اُس وقت بھی وہی فرقان ملتا ہے جو ان میں اور اُن کے غیروں میں بیّن فرق اور امتیاز کر دیتا ہے۔ وہ اُس وقت بلا تفاوت مِثلِ اصحاب الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظِل یا بروز یا در حقیقت وہی ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے خلاف جب خدا اور رسول کی نافرمانی اور فشل اور تفرقہ اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں تو وہی زمانہ تازہ ہو جاتا ہے جو ایسے صفات کے

ظہور کے وقت پہلے دنوں میں حادث ہوا تھا۔ اسی نظیر خوبی کی وجہ سے قرآن کریم کو مبارک یعنے زندہ کتاب مانا جاتا ہے۔ اس زندہ کتاب کے وعدے اور وعید ہر وقت زندہ ہیں اس لئے کہ یہ اُس زندہ خدا کی کتاب اور کلام ہے جو اپنے قادرانہ کاموں سے ہر وقت اپنے تصرف اور ارادے اور علم کی گوناگون طاقتیں دکھاتا ہے۔ اس راز کا پورا حل اس دعا سے ہوتا ہے جو ہمیں سورہٗ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اس میں یہ صاف سکھایا گیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ منعم علیہم کا بھی موجود رہتا ہے اور اُن کے مقابل نصرانیت اور یہودیت کی شرارت اور خباثت بھی موجود رہتی ہے۔ اور بڑی بھاری کلید ان امور کے فتح باب کی اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا وجود باجود ہے جس کے ظہور اور واقعات زندگی سے وہ تمام سنن اور واقعات نئے سرے زندہ ہو گئے ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اس منعم علیہ انسانِ کامل نے یوم بدر بھی ہمیں دکھایا۔ اذ یمکر بک الذین کفروا کے مختلف نظارے بھی دکھائے۔ یہ بھی دکھایا کہ ان صفات کے زندہ موصوف یہودی اس وقت بھی موجود ہیں جو گذشتہ زمانہ کے یہودیوں کے علامات وصفات سورہٗ بقرہ میں موجود ہیں اور غیر المغضوب علیہم کی تعلیم میں ان بندروں اور سوروں اور پرستاران طاغوت کی راہ سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور وحی جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ جو براہین احمدیہ میں مذکور ہے خبر دیتی ہے کہ جس طرح اس کے اسم نذیر نے ہمارے زمانہ میں اپنی قہری تجلّی کے کھلے کھلے ثبوت دئے ہیں اس کا اسم بشیر بھی اولیاء الرحمٰن کے حق میں عجیب جلوے دکھلائے گا۔

حاصل کلام اس آیت کے بطن میں ایک عظیم الشان پیشگوئی مرکوز ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ذرا سا موجود امن اور خفیف کثرت جو اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہے یہ توطیہ و تمہید ہے اُس آنے والے زمانہ کی جبکہ اسلام کو واقعی قدرت اور محیط شوکت اور پورا پورا امن ملیگا۔ اور جیسے اس وقت اِن کے محدود اور گھر کے دشمن کفار قریش ان کی راہ سے اُٹھا دئے گئے ہیں ان کے بیرونی دشمن جو بڑی بڑی سلطنتیں اور شوکتیں رکھتے ہیں ان کے تختوں کو انکے پاؤں کی چوکی بنا دیا جائے گا اور لا الٰہ محمد رسول اللہ کے لئے نہ صرف جزیرہ نمائے عرب

بلا مزاحمت جولان گاہ بن جائے گا بلکہ اطراف کے ممالک بھی اس مبارک آواز اور دعوت کو
گوش قبول سے سنیں گے۔ اس بات کی تائید درمنثور کے ایک اثر اور ایک حدیث سے بڑی
قوت سے ہوتی ہے جو یتخطفکم الناس کی تفسیر میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں عن
وھب رضی اللہ عنہ فی قولہ یتخطفکم الناس قال الناس اذ ذاک فارس
والروم۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی قولہ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون
ان یتخطفکم الناس قیل یا رسول اللہ ومن الناس قال اھل فارس۔

فارس و روم اور دوسری بلاد کی فتح اور ان کے ہاتھوں کی نسبت پیشگوئی

اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب مولائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب خدا
تعالیٰ کے اس کلام سے استنباطاً سمجھ گئے تھے کہ اسلام کی راہ میں بڑی بھاری روکیں اور خبیث
دشمن فارس اور روم ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے وعدے پر ایمان رکھتے تھے کہ ایک وقت آئیگا
جب یہ دونوں دشمن اسلام کے رستہ سے دفع کئے جائیں گے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ یقین
کرتے تھے کہ جب تک فارس اور روم تباہ نہ ہوں گے اسلام کو قرار واقعی امن اور آرام نہ
ملے گا۔ اسی امر کی تائید حدیث ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ وہلک قیصر فلا قیصر بعدہ کرتی ہے۔
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس پیشگوئی کی تحریک بتاتی ہے کہ آپ ان
طاقتوں کو اسلام کے حق میں مضر سمجھتے تھے۔ آخرکار تھوڑے ہی عرصہ میں واقعات نے بھی اس
امر کا صاف ثبوت دے دیا کہ وہ دونوں سلطنتیں اسلام کی تباہی کی سب سے زیادہ پیاسی تھیں
اب سوال یہ ہے کہ اس پیشگوئی کو جو اس آیت میں مذکور ہے کیا خدا تعالیٰ نے پورا کیا۔ کیا
وہ شخص جس کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ کے کلام کا صدق ظاہر ہوا اس کی نسبت یہ نہیں کہا جائیگا
کہ وہ مصالح الٰہیہ کے اتمام و اجرا کے لئے جارحۂ الٰہی ہے اور کیا ایسا شخص جس کے ہاتھ سے
اسلام کو تمکین اور قدرت اور شوکت زمینوں اور دینوں پر نصیب ہو خلیفۃ اللہ علی
ارض اللہ نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ اپنے کلام میں خلافت کے قائم کرنے سے اپنا منشاء بتا
چکا تھا کما قال لننظر کیف تعملون۔ یعنی ہم تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھیں گے کہ تم کرتے
کیا ہو۔ کیا وہ اعمال تم سے ظہور میں آتے ہیں جو ہماری مرضی کے مطابق ہیں۔ اور یاد رکھو اگر

تم نے ہمارے احکام اور وصایا کے خلاف کام کیا تو پہلوں کی طرح تمہیں بھی تباہ کر دیں گے۔ اور استخلاف کی آیت میں اپنا منشار اور غرض یہ بتا دی کہ میں تمہیں خلیفہ اس لئے بناؤں گا کہ تمہارے ذریعہ سے میرا دین مرتضیٰ (پسندیدہ) زمین میں جگہ اور قرار پکڑ جائے۔ اور اسلام تباہی اور بربادی کے خوف سے امن میں آ جائے اور ایسی قوم پیدا ہو جائے جو میری عبادت کرے اور شرک سے بیزار ہو۔ یہ مسلّم بات ہے کہ قدرت اور غلبہ اور امن اور پاؤں پکڑ لینا اس پر موقوف ہوتا ہے کہ استیصال کر کے دشمن تباہ ہو جائیں۔ خدا کے ارادۂ خلافت کو صفائی بیان کیلئے ان لفظوں میں ادا کرنا سراسر حق اور حقیقت ہے کہ اُس حکیم علیم کو جب منظور ہوا کہ دین حقیقی کو جو اُس کا پسندیدہ دین تھا دنیا میں قدرت اور شوکت دی اُس نے اس غرض کے لئے ایسے خلیفوں کو پسند کیا جنہیں وہ اپنے کامل علم سے جانتا تھا کہ دین کی راہ سے ہر قسم کی طاقتور روکوں کو اٹھا دیں گے۔ یا دوسرے لفظوں میں اسے یوں سمجھو کہ خدائے قادر کے دین مرتضیٰ کی اشاعت و تکمیل طبعاً اس امر کی مقتضی تھی کہ وہ مقتدر غیور اور مظفر و منصور خلفاء اللہ کے سپرد کیا جاتا۔ ممکن تھا کہ اسلام ایک دین ہوتا جو گوشہ نشینوں رہبانوں کے مشرب کا ہم رنگ اور ہم قسمت ہوتا اور اس کی پست ذلیل تعلیم ایسی ہی قسم کی پست حوصلہ مخلوق کو اپنا آلہ بناتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کے سچے اور کامل اور ابدی عالمگیر مصلح دین کو تمام انبیاء سے بڑھ کر منصور و موید خاتم النبیین محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحیح بروزوں کے وسیلہ سے دنیا میں پھیلانا مقدر کر رکھا تھا۔ واقعات عالم کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ دین مرتضیٰ کو اُس وقت جب اُس نے آنکھ کھولی اور پھر اُس وقت جب اُس نے پاؤں پر چلنا شروع کیا اور ہنوز لڑکھڑاتی پاؤں سے تھوڑا تھوڑا چلنا سیکھا تھا اور پاؤں پکڑنے اور قرار پذیر ہونے کے لئے ایک عرصہ اور مہلت درکار تھی تین قوموں سے پالا پڑا۔ پہلے اندرونی دشمن عرب اور اُن کے حلیف یہود وغیرہم تھے۔ دوسرے دو بیرونی دشمن فارس اور روم تھے۔ اندرونی دشمنوں سے اسلام کو دو دفعہ سابقہ پڑا اور دونوں دفعہ کفر کی قوت اور جمعیت نے ایسی خوفناک کارروائی کی کہ اگر خدا تعالیٰ کی نصرت دستگیری نہ کرتی تو اسلام نقش آب کی طرح دنیا سے مٹ چکا ہوتا۔ پہلی دفعات کے میدان کے عظیم الشان ہیرو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے وجود گرامی کو سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے اندرونی دشمنوں پر مظفر و منصور ہونے کا تاج عزت بخشا آپ نے

جس قسم کی فتح اور کامیابی عرب کے موذی دشمنوں کو پامال کرنے سے حاصل کی کسی نبی کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر سچی بات یہ ہے اور سچ کو چھپانا یا سچ کا انکار کرنا کافر نعمت بے ایمان کا کام ہے کہ دین مرتضیٰ ہنوز لڑکھڑانے والے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا اور بمشکل آپنے آنگن (اندرونی ملک) میں دو چار قدم ہی چلنا سیکھا تھا۔ کہ اتنے میں خدا تعالیٰ کے حکیم و علیم ارادہ نے آپکو دنیا سے اپنے پاس بلا لیا۔ آپ کا دنیا سے اٹھنا تھا کہ دین مرتضیٰ کے سر پر قیامت کھڑی ہوگئی۔ اور فتنۂ ارتداد نے چاروں طرف ایسی آگ لگائی کہ مکہ اور مدینہ کے سوا باقی تمام عرب سے دین مرتضیٰ کی حکومت اٹھ گئی۔ ادہر یہ اندرونی عداوت قیامت برپا کر رہی تھی ادہر مردہ پرست رومیوں نے ایسے نازک وقت کو اسلام پر چڑھائی کرنے کے لئے غنیمت سمجھا۔ اگر اس وقت حضرت ابوبکر ان فتنوں کے فرو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت نہ پاتے تو پھر ایک دفعہ دین مرتضیٰ کے بکلی استیصال کا یقینی اندیشہ تھا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ حضرت صدیق کی کارروائی پر خدا اور اس کے فرشتے برکات اور صلوٰۃ بھیج رہے تھے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی پیشگوئیوں کی سچائی ایسے شخص اور اس کی ایسی کارگذاری پر موقوف تھی۔ اسی با استقامت انسان کا دم قدم تھا کہ اسلام کو پوری مضبوطی اور قرار عرب میں نصیب ہوا۔

اسلام کو عہد نبوت میں محض بچپنا اور عہد خلافت میں جوانی نصیب ہوا

لیکن افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ شیعہ حضرت ابوبکر کی کارگذاری سے ناراض ہیں انہیں اس بات کا سخت رنج ہے کہ مسیلمہ اور اس کے لشکر کو حضرت ابوبکر نے کیوں سزا دی۔ ان "مومنوں" کے نزدیک مسیلمہ علم فتنہ کے کھڑا کرنے میں حق بجانب تھا اور ایک غاصب اور کاذب خلیفہ کی اطاعت اس پر واجب نہ تھی اس لئے اسکا حق تھا کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا۔ علامہ حلّی جو شیعوں کے قابل فخر مجادل اور مشہور ناصر ہیں موہوم خلافت بلا فصل کے اور اس معدوم و موہوم خلافت کے ثبوت میں الفین (دو ہزار دلیل) کے مصنف ہیں اپنی کتاب منہاج الکرامہ میں مسیلمہ کذاب کو مظلوم فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان کے بعض بھائی کافر مجوسی ابو لولو (قاتل جناب عمر علیہ السلام) کی تائید کرتے اور اس کے حق میں کہتے ہیں اللھم ارض عن ابی لؤلؤ۔

میں خدا تعالیٰ کے کلام پر ایمان لاکر اور خدا تعالیٰ کے فعل کی گواہی کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس قوم کو ابوبکر کا دشمن کہوں خدا کا دشمن کہوں پیغمبر خدا کا دشمن کہوں یا قصہ مختصر حق کا دشمن کہوں۔ حضرت ابوبکر اس لئے قابل الزام ہیں کہ اسلام کے اندرونی دشمنوں کی بیخ کنی آپ نے کی۔

حضرت عمر اس لئے واجب التعزیر ہیں کہ فارس اور روم کو جو بیرونی دشمن تھے آپ نے پامال کیا۔ غرض وہ سب خلفا اور ان کے اتباع ملوک و سلاطین سخت عتاب کے قابل ہیں جن کے ہاتھ سے اسلام دنیا میں پھیلا۔ پھر کیا شیعہ اس بات پر خوش ہوتے کہ اُن تمام خونخوار دشمنوں کو اسلام کے تباہ کرنے کی قوت ملتی اور کوئی روک اُن کی راہ میں نہ ہوتی۔ سچی بات یہی ہے کہ یہ فرقہ اسلام کے اُن پولیٹکل دشمنوں کا نکالا ہوا ہے جو تین خلافتوں کے منتظم قادر و قاہر عہد میں اپنے ناپاک دلوں کے متعفن بخارات نکال نہیں سکے۔ اور پھر انہیں خدا تعالیٰ کے مونہہ کی باتوں کے مطابق حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی کے پُر اختلال اور غیر منتظم زمانہ میں تاریک منصوبوں اور شرارت سے بھرے ہوئے جوڑ توڑ کا موقعہ ملا۔ ان شریر موذی نھلسٹوں کو دین کے لباس میں تفریق بین المسلمین کی خوب راہ مل گئی۔ اور واقعات عالم گواہ ہیں کہ اُس وقت کے بعد ہمیشہ جب اسلام اور نصرانیت یا اسلام اور کفر کا مقابلہ ہوا ان مومنانِ طاق نے اپنے پورے زور و زر اور مکر اور حیلہ سے کفر اور نصرانیت کی حمائت کی اور اسلام کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اگر ان ازلی مخذولوں کے دلی ارادے پورے ہو جاتے تو خدا تعالیٰ کے وعدہ کے دار الامان شہر مکہ اور مدینہ مدت سے مردہ پرستی اور کفر کے جذام سے متاثر اور وبازدہ ہو چکے ہوتے۔ ان باتوں کی تفصیل کے لئے یہ مقام موزون نہیں۔ انشاء اللہ خلافت راشدہ حصہ دوم میں ان امور پر کسی قدر تفصیل سے لکھا جائے گا۔

ہمارے شیعہ مناظر اس خط میں خدا کے کلام الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الایۃ سے استدلال کرتے ہیں کہ ایمان کے بعد استقامت شرط ہے اور یہ صفت اُن کے زعم باطل کے موافق حضرت صدیق اور آپ کے اتباع میں نہ تھی۔ ان کے بزرگوں پر افسوس کریں یا ان کے خلف پر۔ تعجب پر تعجب آتا ہے کہ کسی کو ان سے توفیق نہیں ملی کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی تفسیر کرنے کے لئے خدا کے کلام سے مدد لیتا اور خدا کی مساجد میں خائف اور ترساں دل سے داخل ہوتا۔ استقامت

قرآن کریم کی ایک اصطلاح ہے اس کے معنوں کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اسی مقدس لغت سے مشورہ کیا جائے۔ قرآن کریم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استقامت نتیجہ ہی صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر مضبوطی سے قدم مارنے کی توفیق پانے کا جو اہدنا الصراط المستقیم کی دعا میں سکھایا گیا ہے اور اس استقامت کے برکات و ثمرات یا آیات وعلامات وہ ہیں جو آیت ان الذین قالوا الخ میں مذکور ہیں یعنی فرشتوں کا لگاتار مستقیم انسان پر اترنا اور اُن کو خوف وحزن سے محفوظ رہنے کی بشارت دینا اور دنیا اور آخرۃ میں اپنی ولائیت اور نصرۃ کا مژدہ سنانا۔ یہ ہیں سچے معنے استقامت کے جن کی تائید میں خدا کا کلام اور خدا کا کام دونوں ہمیشہ مستعد کھڑے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کے خوف اور عدل کو مدنظر رکھ کر دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس استقامت کا نمونہ کس نے دکھایا۔

استقامت کی تعریف

تاریخی امور اور واقعات عالم سے بجز ایسے جاہل ضدی کے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو روز روشن کو بھی شب تاریک ثابت کرنے کی کوشش پر فخر کرتا اور سب کو اپنے تنگ اور تاریک علم میں واقعات مسلمہ سے بے خبر سمجھتا ہے۔ اسلام کی تمام تاریخیں اور تمام تاریخوں سے بڑھ کر سچی تاریخیں حدیث کی کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جان گزا واقعہ جیسا اصحاب واحباب کے لئے زہرہ گداز اور ہوش ربا ثابت ہوا ویسا ہی اعدائے اسلام کو نہائیت مفید اور متوقع موقعہ دینے والا نکلا۔ آپکی وفات کی خبر سُنکر چاروں طرف سے موقعہ کے منتظر اس طرح کھڑے ہوئے جیسے برسات کی پہلی بارش سے مینڈکوں کے لاانتہا غول ٹرانے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں ایک طرف ان ٹڈی دل دشمنوں کا مقابلہ جو لحظہ بلحظہ اسلام کے تار و پود کو توڑ پھوڑ دینے کی دھمکی دیتے تھے۔ ایک طرف جیش اُسامہ کی تیاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء مبارک کی تعمیل میں بیس ہزار صحابہ کے لشکر کو

حضرۃ صدیق اکبرؓ کی بے نظیر استقامت کا ثبوت

حضرت صدیقؓ کو مشکلات پیش آئیں

مدینہ سے باہر نکال دینا اور نصاریٰ کے مقابل روانہ کرنا۔ ایک طرف صحابہ کے جم غفیر کا ایسے سانحہ جان کاہ کے احساس سے سراسیمہ اور حواس باختہ ہو جانا اور اسلام کے لانظیر مدبر فاروق کا حضرت صدیق کو ایسے خوفناک پریشانی کے وقت میں اتنے لشکر کو باہر بھیجنے سے روکنا۔ یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ ایک ہی کا مقابلہ کرنا اور رو براہ لانا ایک مسلّم دل گردہ کے آدمی کے چھکے چھڑا دینے کے لئے کافی ہوتا ہے چہ جائے کہ اتنے خطرناک امور ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ نبوت کے دل گردہ کے سوا کسی معمولی انسان کے کندے اس قدر بار گراں کا تحمل کر سکتے ہیں۔ نبوت کا تئیس برس کا ساختہ پرداختہ خاک میں مل جاتا اگر حضرت صدیق کی شکل و سیرۃ میں خاتم النبیین کا بروز و ظہور نہ ہوتا۔ تاریخوں میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین بڑی مشکلات اُس وقت حضرت صدیق کو پیش آئیں۔ ایک تو فتنہ ارتداد کا فرد کرنا تھا۔ پھر اس فتنہ کا بانی مسیلمہ کوئی بے سامان معمولی آدمی نہ تھا بلکہ بہت جلد اسکی دعوت کو دو لاکھ سے زیادہ جنگ آزما قوموں نے قبول کر لیا اور دوسرے مدعیوں نے اپنی جمیعتوں کے ساتھ اور بھی اُس کی پیٹھ کو قوی کر دیا اور یہ فتنہ بارود کی دوڑ کی طرح ہر طرف بجلی کی رفتار کے ساتھ دوڑتا تھا۔ اُس وقت مدینہ میں کافی فوج کا رکھنا کس قدر ضروری تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عین وفات کے نزدیک دنوں میں اسامہ بن زید کی سپہ سالاری کے تحت میں بیس ہزار صحابہ کا لشکر شام کیطرف روانہ کرنے کے لئے تیار کر چکے تھے۔ اور تمام جلیل الشان صحابی اس پر متفق الرائے تھے کہ اب اس لشکر کو مدینہ سے باہر نکالنا کسی طرح بھی زیبا نہیں جبکہ اندرونی دشمن پہاڑی سیل کی طرح دندناتا چلا آتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت صدیق سب کو ایک جواب دیتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کو پورا کرونگا اور جیش اسامہ کو روانہ کرکے رہوں گا۔ اس اختلاف کی مصیبت پر ایک اور مصیبت پیش آئی جو عرب کی حمیت اور انف کو جاننے والے کے نزدیک سب سے زیادہ مصیبت تھی

وہ یہ تھی کہ اسامہ بن زید ایک غلام ابن غلام اور پھر اٹھارہ اُنیس برس کے نوجوان کی افسری غیور احرار کو جن میں بڑے بڑے نامی عمر رسیدہ مہاجر اور انصار تھے ناگوار محسوس ہونے لگی۔ دانشمند امین مشیر حضرت صدیق کو مشورہ دیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو برداشت کر لیا گیا تھا مگر اب قلوب میں اس تلخ دوا کے پینے کا حوصلہ نہیں پایا جاتا اس لئے اس تجویز کو بھی کسی اور شکل میں تبدیل کرنا مناسب ہے۔

ان امور کو اُن لوگوں کے سامنے پیش کر کے جو ملک رانی اور سیاست کی رموز سے واقف ہیں انصاف کی درخواست کی جاتی ہے کہ اگر استقامت کا ٹھیک مطلب وہ نہیں جو حضرت صدیق نے اپنے نمونہ سے دکھایا تو اور کیا ہے۔ ممکن تھا کہ آپ کی تمام تدبیریں خاک میں مل جاتیں اس موجودہ فتنوں کے مقابل اور بزرگ اصحاب کی رائے سے اختلاف کرنے کے بعد آپ کی رائے اسلام کے سر پر مفاسد اور مصائب کے پہاڑ توڑ دیتی اور آپ ہر ایک مخالف کے طعن کا نشانہ بنتے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق فرشتوں کی فوج کو لگاتار آپ کی تائید و نصرت میں نازل فرمایا۔ آپکو اپنے آقا و متبوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کامیابی اور فوز کا وہ جنت ملا جس کی نظیر مقدس تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ جیسے آپنے مدبر اصحاب کی رائے کی پیروی سے انکار کیا اسی استقامت کے ساتھ غیور بزرگوں کی انف و حمیت کے خلاف نوجوان غلام اسامہ کی افسری کو قائم رکھا۔ آپنے اُس کثیر اور مبارک لشکر کو مدینہ سے باہر ایسی صورت میں نکالا کہ امیر المومنین اور تمام برگزیدہ اصحاب پیادہ تھے اور ایک اسامہ سوار تھا۔

خدا تعالیٰ کا کلام اور اُس کا وعدہ چاہتا تھا ایسے وجود کو کہ جس کی استقامت اُس کے منشا کے موافق ظہور میں آتی اور اُن نتائج و برکات کے پا لینے سے جو اس استقامت پر موعود تھے اُس کلام اور وعدہ کی سچائی کو ظاہر کرتی۔ سو بحمد اللہ حضرت صدیق کی مبارک لائف نے خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کی گواہی سے اُس کا پورا ثبوت دیا۔

شیعہ اس بات کو مانتے ہیں کہ اُس خوفناک وقت میں جناب علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ اور معاً اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر ایسے حال میں اپنی خلافت کو سیدھا کرنے کے فکر میں مصروف تھے۔ اگرچہ اُنکا حضرت صدیق

کی نسبت یہ اعتراف بدنیتی اور اغراض پر مبنی ہے اور اپنے گمان میں اس امر سے حضرت صدیق کے خلاف ایک بات پیدا کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ایک بڑے ذمہ داری کے کام سے سبکدوش کر دئیے گئے ہیں۔ اُن کے اس اعتراف نے خواہ کسی غرض سے ہو ہمیں ایک تکلیف سے نجات دلادی۔ اگر یہ لوگ اس بات کا انکار کرتے جب بھی ہم سب سے پہلے اسی کے ثابت کرنے کے متکفل ہوتے کہ ایسے وقت میں جبکہ معمولی غسال کی خدمت حضرت علی کے سپرد کی گئی۔ نبوت کی تطہیر اور تزیین یا قریب بمرگ اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے یا نبوۃ محمدیہ صلعم کو ابد تک زندہ رکھنے کا بارگراں اسلام کے آدم ثانی حضرت ابو بکر پر رکھا گیا۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔ ایسے مرد آزما وقت میں پاؤں جماکر کھڑا ہونا اور استقامت کی ضرب سے پہاڑوں کو راہ سے پاش پاش کر دینا ایسے ہی مستقیم الاحوال انسان کا کام تھا جیسے حضرت صدیق تھے۔ حضرت صدیق کے وجود میں خدا تعالیٰ کے وعدے حرفاً پورے ہوئے۔ شیعہ اس سے زیادہ صاف فیصلہ اور کیا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام نے اور اُس کے کام نے صفائی سے دکھادیا کہ استقامت کی صفت جیسی حضرت صدیق کے وجود میں پائی گئی صحابہ میں کوئی اُس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ کیا وہ جو گھر کی چار دیواری میں محصور بیٹھے ہیں اور ماتم گزین عورتوں کے ہم نشین ہیں اور وہ جو باہر میدان میں نکل کر آفات اور فتن کے پہاڑوں سے ٹکر لگاتے اور اسلام پر محیط ہو جانے والی سیاہ آندھی کے پاش پاش کرنے کی فکر میں غلطان پیچاں ہیں اور آخر سچی کامیابی کا قیامت تک چمکنے والا تاج پہنتے ہیں برابر ہیں کلا واللہ لا یستوون عند اللہ۔ اگر شیعہ عدل کے پابند ہوتے حالانکہ عدل کو وہ جزو ایمان سمجھتے ہیں تو حضرت علی کا پر فتن اور اختلال سے بھرا ہوا زمانہ اُن کے آگے ناقابل تردد اور سچا فیصلہ پیش کر چکا تھا۔ یہ آخری وقت جبکہ اسلام کی مجموعی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور جا بجا استقلال اور استبداد کے علم کھڑے کئے گئے حضرت صدیق کی منتظم اور مبارک خلافت کی حقیقت اور صدق کا ناطق گواہ تھا مگر افسوس ناپاک اغراض اور بے جا تعصب نے ہاتھوں کو عدل کی میزان کے اختیار کرنے سے شل کر دیا اور ایک صاف اور روشن بات خبیث مقاصد کی تاریکی میں چھپ گئی۔ ان سب باتوں میں

صداقت کا معیار خدا کا کلام تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک نا اہل مرتد ظالم غاصب (کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا) کو خلافت منتظمہ اور خلافت بلا فصل اور لا نظیر استقامت کا شرف ملتا ہے اور تمام علامات اور صفات اُس پر منطبق ہو جاتی ہیں جو خدا کے کلام میں مذکور تھیں مگر ایک سچے مستحق اور کامل مومن میں ایک بھی بات پائی نہیں جاتی۔ اگر یہ بات خدا تعالیٰ کی ازلی مصلحت کا راز نہیں تو بتاؤ اور کیا ہے کوئی رشید و سعید جوان باتوں میں خدا ترس دل سے غور کرے۔

ان تمام واقعات میں قابل غور بات ہے مہاجرین اور انصار کا بجز ایک آدہ شخص کے عجیب شرح صدر سے متفق ہو جانا حضرت صدیق کی اطاعت پر۔ غیر تمند قوم اور اپنی رائے پر اصرار کرنے والی قوم کے قلوب کا ایک بات پر کھل جانا جو بالبداہت اُن کی رائے کے خلاف نظر آتی اور اُن کی الف و عادة کے مخالف تھی اُس قبول پر واضح دلالت ہے جو حضرت صدیق کی نسبت آسمان پر فیصلہ پا چکا تھا۔ خدا تعالیٰ نے تالیف قلوب کو اپنی صفت کہا اور اپنے رسول پر من جملہ منن اور احسانات کے اسے قرار دیا ہے۔ کما قال لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبهم ولکن الله الف بینهم۔ **ترجمہ**۔ اگر تو زمین کی ساری دولت کو خرچ کرتا تو بھی اُن کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا لیکن یہ خدا کا فعل ہے کہ اُس نے اُن میں تالیف ڈالدی۔ خدا تعالیٰ کی دائمی سنت ہے کہ جب کسی قوم کی تباہی اور زوال کے دن آتے ہیں پہلے آثار اور قرائن اُسکی نگون بختی کے یہ نظر آتے ہیں کہ اُن میں اختلاف کلمہ اور تفرق آرا کا مہلک مرض پھوٹ پڑتا ہے۔ غیور بنو ہاشم باایں ہمہ عصبیت موجود ہوں انصار باایں ہمہ قدرت اور دعاوی موجود ہوں اور بنو تیم کا ایک فرد سروں پر ایسا سوار ہو جائے کہ اُس کے بوجھ سے ناکیں مٹی سے جا لگیں اور قلوب سچے انشراح سے اس انقیاد پر فخر کریں یہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور ازلی مشیت کا راز ہے۔ یہی امور ہیں جو کسی شخص کی لائف میں نظر آجائیں تو عقلا اور مبصرین

حضرت صدیقؓ کی اطاعت پر تمام قلوب کا جمع ہو جانا خدا کا خاص فضل اور اسکے منشا کی دلیل ہے

اُسے تاریخی انسان اور فخر بنی آدم مانا کرتے ہیں۔ اس کے سوا اور کونسی باتیں ہیں جو
کسی شخص کے عظیم و جلیل ہونے کی علامات ہوا کرتی ہیں۔ قلوب کی یہ پاکیزہ حالت خواہ
خدا تعالیٰ کی خاص مشیت اور ارادہ کی خاص تحریک کا نتیجہ سمجھی جائے۔ خواہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی زندہ تعلیم کا زندہ اور تازہ ثمرہ اسے مانا جائے بات بڑی پختہ اور قابل توجہ ہے کہ اس قدر
کثیر جماعت میں اتنی تحریکات کے ہوتے بھی اختلاف کلمہ اور تشتت آرا پیدا نہ ہوا۔ اگر ایک
ناعاقبت اندیش حقیقت ناشناس اپنے ذلیل تعصب کی تائید میں یہ کہے کہ ابوبکر اور عمر کے
اقتدار نے ان تمام آتشین زبانوں پر مہر لگادی اور نئی نئی زندہ غیر تمند قوم اپنی جنس کے دو
ممبروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچنے لگ گئی تو یہ بات حضرت صدیق پر درحقیقت اعتراض
کی بات نہیں۔ معترض کی نادانی اور معاملہ نافہمی ہے کہ وہ اپنے آپکو کامیاب نکتہ چین سمجھتا
ہے۔ جب خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ نبی کے لئے روا نہیں رکھتا کہ اُس کی اپنی چالاکی اور بشری
عقل اور زمینی منصوبوں کو اصحاب و خدام کی اطاعت اور جمع آوری کا موجب قرار دے
اور تالیف قلوب کو محض آسمانی امر اور اپنا فضل فرماتا ہے تو اس صورت میں حضرت صدیق
اور آپکے خادم عمر فاروق کے دباؤ اور منصوبہ کو تسخیر قلوب کے لئے سحر آفریں ماننا انہیں حضرت
نبی کریمؐ پر فضیلت دینا اور خدا کے کلام کی تکذیب کرنا ہوگا و نعوذ باللہ من ھذا العقیدۃ
الفاسدۃ۔ بہرحال سوال تو یہ ہے کہ حضرت علی کو وہ تالیف قلوب کیوں میسر نہ آئی۔ یہ مسلّم
بات ہے کہ جس جم غفیر سابقین مہاجرین اور مومنین اولین اور انصار نے حضرت صدیق کی
بیعت کی اُسی جماعت نے حضرت عمر سے اور پھر حضرت عثمان سے اُسی زندہ شرح صدر سے
بیعت کی۔ مگر حضرت علی کے دور میں قلوب بے اختیار پھٹ گئے۔ بہت سے سکوت کے عالم میں
خانہ نشین ہو گئے اور قلیل سے قلیل گروہ نے تردد اور تذبذب کی حالت میں آپ کا
ساتھ دیا۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ آسمان پر دگرگون ہو چکا تھا۔ حضرت
عثمان کے قتل سے دل آسمانی جذب اور تحریک اور القا کے سبب سے ان تمام پیشگوئیوں کی

حضرت علیؓ کو تالیف قلوب میسر نہ آئی

طرف منتقل ہو گئے جو خدا کی کتاب میں ایام فتن کی نسبت کی گئی تھیں اور ذہنوں پر کمال صفائی سے یہ منکشف ہو گیا کہ اب فتن اور اختلال کے ایام میں خدا تعالیٰ کی موعودہ خلافت کے دن نہیں۔ اس کی تائید حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل سے بخوبی ہوتی ہے۔ حدثنا عبدان انا ابو حمزہ قال سمعت الاعمش قال سألت اباوائل شھدت صفین قال نعم فسمعت سھل بن حنیف یقول اتھموا رأیکم رأیتنی یوم ابی جندل ولو استطیع ان ارد امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرددتہ وما وضعنا اسیافنا علی عواتقنا لامر یفظعنا الا اسھلن بنا الی امر نعرفہ غیر امرنا ھذا۔ اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے ابووائل سے پوچھا آپ صفین میں موجود تھے۔ اُس نے کہا ہاں۔ میں نے خود سنا سہل بن حنیف لوگوں کو کہتے تھے اس ناکامی اور نامرادی پر تم اپنی رائے کو ملامت کرو۔ میں ایسا ذی وجاہت آدمی ہوں کہ حدیبیہ میں اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کو اُلٹ پلٹ کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا اور یوں ہوتا تھا کہ جب کوئی ناگوار معاملہ پیش آیا اور ہم نے تلواریں اپنے کاندھوں پر رکھیں تو معاملہ سلجھ گیا مگر اب کوئی بات بنتی ہی نہیں۔

سہیل بن حنیف کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دلوں میں سماوی تحریک سے یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ لوگ حضرت علی کے محاربات اور واقعات کو خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور یہ آثار اور قرائن اُن کی آنکھوں کے سامنے اُن نامرادیوں اور ناکامیوں نے پیدا کر دیئے تھے جو قدم قدم پر پیش آ رہی تھیں اور کوئی پیچدار معاملہ سلجھتا نظر نہیں آتا تھا۔ حاصل کلام اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو "وصی" کے لئے بھی وہی تالیف قلوب پیدا کر دیتا جو نبی کے لئے کی تھی مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ یہی بڑا بھاری ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرت علی کو "وصی" ماننا خدا تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر خوفناک افترا کرنا اور خدا اور رسول کی عزت کو خاک میں ملا دینا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عزت۔ خاتم النبیینؐ کی عزت آپکی زندہ نبوت کی عزت اسی میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافتوں کو سچے ایمان اور کامل یقین سے قرآن شریف کی پیشگوئیوں کے مطابق موعودہ خلافتیں تسلیم کیا جائے اور سچ پوچھو تو اس تسلیم اور اعتراف سے کسی کا خدا پر احسان ہی کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام اور خدا تعالیٰ کے کام نے سر چڑھ کر منوا لیا ہے

حضرت علی کو وصی ماننا خدا کے کلام اور کام کی عزت کو خاک میں ملا دینا ہے

کہ وہ خلافتیں موعودہ خلافتیں ہیں۔
غرض اسلام کی تمکین اور مسلمانوں کو ظالموں کے دستِ تطاول سے بچانے کے لیے پہلا کام حضرت
ابوبکر صدیق علیہ السلام کے ہاتھ سے پورا ہوا دوسرا کام فارس اور روم کی شوکت کو پامال کرنا تھا جو
خدا تعالیٰ کے کلام کے وعدہ کے مطابق واقع ہونا ضروری تھا وہ حضرت عمر فاروق علیہ السلام سے
ظہور میں آیا۔ فارس اور روم کی فتح کی پیشگوئی اس سورۃ کے سوا سورۃ الفتح میں بڑی قوت اور صفائی
سے بیان ہوئی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کو بھی یہاں لکھا جائے۔ مگر
اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں اُن مومنوں کی عجیب الفاظ سے تعریف کی ہے جنہیں
اس فتح کا مبارک فخر ملنا مقدر تھا میں اخفائے حق کا مجرم اور خدا تعالیٰ اور خلق کے نزدیک مستوجب
ملامت ہوں گا اگر خدا تعالیٰ کے قدوسیوں کے ابرائے ساحت اور تطہیر کے لئے اُن تمام آیتوں کو
نہ لکھوں۔ یہ بھی بڑا صاف فیصلہ ہوگا ہم میں اور شیعوں میں۔ قال تعالیٰ شانہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك
ويهديك صراطاً مستقيماً وينصرك الله نصراً عزيزاً هو الذي انزل السكينة
في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم ولله جنود السموٰت والارض و
كان الله عليماً حكيماً ليدخل المؤمنين والمؤمنٰت جنٰت تجري من تحتها الانهٰر
خٰلدين فيها ويكفر عنهم سيّاٰتهم وكان ذٰلك عند الله فوزاً عظيماً ويعذب
المنٰفقين والمنٰفقٰت والمشركين والمشركٰت الظآنين بالله ظن السوء عليهم
دآئرة السوء وغضب الله عليهم ولعنهم واعد لهم جهنم وساءت مصيراً ولله
جنود السموٰت والارض وكان الله عزيزاً حكيماً انآ ارسلنٰك شاهداً
ومبشراً ونذيراً لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرةً
واصيلاً ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم فمن
نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عٰهد عليه الله فسيؤتيه اجراً
عظيماً سيقول لك المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واهلونا فاستغفر لنا
يقولون بالسنتهم ما ليس في قلوبهم قل فمن يملك لكم من الله شيئاً ان اراد بكم

ضرًّا او اراد بكم نفعًا بل كان الله بما تعملون خبيرًا. بل ظننتم ان لّن
ينقلب الرّسول والمؤمنون الى اهليهم ابدًا وّزيّن ذلك فى قلوبكم وظننتم
ظنّ السّوء وكنتم قومًا بورًا ومن لّم يؤمن بالله ورسوله فانّا اعتدنا
للكفرين سعيرًا ولله ملك السّموت والارض يغفر لمن يّشاء ويعذّب
من يّشاء وكان الله غفورًا رّحيمًا سيقول المخلّفون اذا انطلقتم الى مغانم
لتاخذوها ذرونا نتّبعكم يريدون ان يّبدّلوا كلم الله قل لّن تتّبعونا
كذلكم قال الله من قبل فسيقولون بل تحسدوننا بل كانوا لا يفقهون
الّا قليلًا. قل للمخلّفين من الاعراب ستدعون الى قوم اولي باس شديد
تقاتلونهم او يسلمون فان تطيعوا يؤتكم الله اجرًا حسنًا وان تتولّوا
كما تولّيتم مّن قبل يعذّبكم عذابًا اليمًا. ليس على الاعمى حرج وّلا على
الاعرج حرج وّلا على المريض حرج ومن يّطع الله ورسوله يدخله جنّت
تجرى من تحتها الانهر ومن يّتولّ يعذّبه عذابًا اليمًا. لقد رضى الله
عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشّجرة فعلم ما فى قلوبهم فانزل السّكينة
عليهم واثابهم فتحًا قريبًا. وّمغانم كثيرة يّاخذونها وكان الله عزيزًا
حكيمًا. وعدكم الله مغانم كثيرة تاخذونها فعجّل لكم هذه وكفّ
ايدى النّاس عنكم ولتكون اية لّلمؤمنين ويهديكم صراطًا مستقيمًا.
وّاخرى لم تقدروا عليها قد احاط الله بها وكان الله على كلّ
شئ قديرًا. ولو قاتلكم الّذين كفروا لولّوا الادبار ثمّ لا يجدون
وليًّا وّلا نصيرًا. سنّة الله الّتى قد خلت من قبل ولن تجد لسنّة الله
تبديلًا. الى قوله لقد صدق الله رسوله الرءيا بالحقّ لتدخلنّ المسجد
الحرام ان شاء الله امنين محلّقين رءوسكم ومقصّرين لا تخافون فعلم
ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحًا قريبًا. هو الّذى ارسل رسوله
بالهدى ودين الحقّ ليظهره على الدّين كلّه وكفى بالله شهيدًا. محمّد

رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التورٰیۃ ومثلہم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فازرہ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت منہم مغفرۃ واجرا عظیما۔

ترجمہ۔ (۱) ہم نے تجھے حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والی فتح دی یہ فتح اس لئے ہے کہ اللہ تجھے مغفور و معصوم ثابت کر دے اُن تمام قصوروں اور کوتاہیوں کے متعلق جو پہلے واقع ہوئیں اور جو پیچھے ہوئیں اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے اور صراط مستقیم پر تجھے چلاوے اور اللہ تجھے عزت اور غلبہ والی نصرۃ دے (۲) اُسی نے اتاری سکینت مومنوں کے دلوں میں اس لئے کہ اپنے پہلے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بھی ترقی کریں اور اللہ کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم حکیم ہے (۳) اس کے علم و حکمت کا مقتضا ہے کہ انجام کار داخل کرے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں کہ چلتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہنے والے اُن میں اور اُن کی بُری حالتوں کی پردہ پوشی کر دے اور یہ داخل کرنا جنت میں اور پردہ پوشی اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے (۴) اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کی نسبت بدگمانی کرتے ہیں اُن کے فساد نیت کا وبال اُنہی پر ہے۔ اور اللہ نے اُن پر غضب کیا اور اُن پر لعنت کی اور تیار کیا اُن کے لئے جہنم اور وہ انجام کی بری جگہ ہے (۵) اور اللہ کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز حکیم ہے (۶) ہم نے تجھے بھیجا ہے گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اس لئے کہ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر اور ہر قسم کی طاقت اور ہتھیار سے اُس کی نصرۃ کرو اور اُس کی تعظیم کرو اور اُس کی تسبیح کرو صبح اور شام (۷) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے پھر جس نے بیعت کو توڑ دیا اُس کا وبال اُسی پر پڑے گا اور جس نے پورا کیا اُن شرائط کو جن کا اللہ سے عہد باندھا اللہ جلد دے گا اُسے بڑا اجر (۸) پیچھے رہ گئے ہوئے لوگ تجھ سے عذر کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں مشغول کر رکھا ہمارے مالوں اور گھر والوں نے سو استغفار کیجئے ہمارے لئے

کہتے ہیں اپنی زبانوں سے جو ان کے دلوں میں نہیں۔ تو کہہ کس کو کچھ اختیار ہے تمہارے بچاؤ
کے لئے اللہ کے مقابل اگر ارادہ کرے تمہاری نسبت ضرر کا یا نفع کا اصل میں بات یوں نہیں
تم عذر کرنے میں جھوٹے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی جو تم کرتے ہو اور تخلف کی وجوہ کی خوب
خبر رکھتا ہے (۸) بلکہ تم اس لئے پیچھے رہ گئے کہ تم نے یقین کر لیا کہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے
رسول اور مومن اپنے گھر والوں کی طرف اور یہ بات تمہارے دلوں میں سجائی گئی اور تم نے بُرا
گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو (۹) اور جو شخص ایمان نہیں لایا اللہ اور اس کے
رسول پر وہ کافر ہے اور کافروں کے لئے ہم نے دوزخ تیار کیا ہے (۱۰) اور اللہ کے لئے ہے
بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی بخش دے جسے چاہے اور سزا دے جسے چاہے اور اللہ غفور
رحیم ہے (۱۱) پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے جب تم غنیمت کے لینے کے لئے روانہ ہو گے
کہ ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے پیچھے ہو لیں وہ خدا کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں تو کہہ تم ہرگز ہمارے
پیچھے نہیں آؤ گے اسی طرح اللہ پہلے بھی کہہ چکا ہے۔ اس کے جواب میں کہیں گے کہ خدا نے تو کچھ
نہیں کہا بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کو سمجھ ہی نہیں (۱۲) کہہ دو ان پیچھے
رہ جانے والے اعراب کو کہ عنقریب تم بلائے جاؤ گے ایک سخت جنگی قوم کے مقابلہ کے لئے تم اُن سے
جنگ کرو گے یا وہ فرمانبردار ہو جائیں گے۔ پھر اگر تم نے کہا مان لیا تو تم کو دے گا اچھا اجر اور اگر تم نے
مونہہ پھیر لیا جیسے پہلے پھیرا تو تم کو سخت سزا دے گا (۱۳) تخلف میں کوئی مضائقہ نہیں اندھے پر
اور نہ لنگڑے پر اور نہ مریض پر اور جو کہا مان لے گا اللہ اور اس کے رسولؐ کا داخل کریگا اُسے
ایسی جنتوں میں کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں اور جو مونہہ پھیر لے گا اُسے سخت سزا دے گا (۱۴) بہت
خوش ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے پس جان لیا جو کچھ ان کے
دل میں تھا پس اُتاری اُن پر سکینت اور بدلہ میں دی اُنہیں نزدیک کی فتح اور اور بہت سی غنیمتیں ہم
جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ عزیز حکیم ہے (۱۵) وعدہ کیا تم سے اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا
جنہیں تم حاصل کرو گے سو نقد کیطور پر تو تمہیں یہ دی اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تمہارے
مقابلہ سے اور نقد غنیمت اس لئے بھی دی کہ مومنوں کے لئے نشان ہو اور تم کو چلائے صراط مستقیم پر
اور اور غنیمتیں بھی ہیں جن پر تم ہنوز قادر نہیں ہوئے اللہ نے اُن کا احاطہ کر لیا ہے اور اللہ ہر شے پر

قادر ہے (۱۶) اور اگر کافر تم سے لڑتے تب بھی بھاگ نکلتے پھر کوئی ولی اور مددگار نہ پاتے
(۱۷) یہ ہے اللہ کی سنت جو پہلے سے واقع ہوتی رہی ہے اور تو اللہ کی سنت میں ہرگز تبدیلی
نہیں پائیگا (۱۸) اور اُسی نے روکا تھا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُنسے
مکّہ کے اندر بعد اس کے کہ کامیاب کر دیا تم کو اُنپر اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے
(۱۹) انہوں ہی نے کفر کیا اور تمہیں روکا مسجد حرام سے اور روکا قربانی کو درحالیکہ وہ اپنی جگہ
پر پہونچنے سے رُوکی گئی اور اگر مومن مرد اور مومن عورتیں (مکّہ میں) نہ ہوتیں جن کی نسبت
خوف تھا کہ تم بے خبری میں اُنہیں پامال کر دیتے پھر اس کے عوض میں خواہ نخواہ تم بدنام ہوتے
(تو ہم تمہارے ہاتھ کو اُن سے نہ روکتے) اور یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ داخل کرے اللہ اپنی
رحمت میں جسے چاہے اگر اُن میں تفریق ہو جاتی تو ہم اُن میں سے کافروں کو سخت سزا دیتے
(۲۰) جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی حمیّت پیدا کی پس اُتاری اللہ نے اپنی سکینت
اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور اُنہیں پابند کیا تقویٰ کی بات کا اور وہی اُس کے حقدار
اور اہل تھے اور اللہ ہر شئے کو جاننے والا ہے (۲۱) بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچّا خواب
دکھایا جو حق اور حکمت پر مبنی تھا کہ تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں انشاء اللہ امن سے اپنے
سروں کو مونڈنے والے اور بالوں کو چھوٹے کرنے والے تمہیں کوئی خوف و خطرہ نہ ہوگا
پس اللہ کے علم میں تھی وہ بات جس کا تمہیں علم نہ تھا پس اُس رویا کے مصداق کے واقع
ہونے سے پہلے ایک نزدیک کی فتح عنایت کی (۲۲) اُسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت
اور دین حق کے ساتھ اس لئے کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے
(۲۳) محمّد اللہ کا رسول ہے اور جو آپ کے ساتھ ہیں شدید ہیں کافروں پر رحیم ہیں آپس میں
تو دیکھتا ہے اُنہیں رکوع کرتے سجدہ کرتے قصد رکھتے ہیں اللہ کے فضل اور خوشنودی کا اُنکی
علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر کے سبب سے وہ ہے اُن کی صفت توریت
میں اور اُن کی صفت انجیل میں مثل ایک کھیت کی جس نے نکالی اپنی کونپل پھر اُسے مضبوط
کیا پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے ڈنٹھل پر عمدگی سے کھڑی ہو گئی تعجب میں ڈالتی ہے کھیتی کرنے
والوں کو یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ کافر انہیں دیکھ دیکھ کر کڑھیں اور جلیں وعدہ کیا اللہ نے

اُن کے ساتھ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کئے اُن میں سے مغفرۃ اور بڑے اجر کا + ایا میں استطاعت کی قدر اپنے مدعا کی مناسبت کے لحاظ سے نمبروار آیات کی تفسیر لکھتا ہوں وما توفیقی الا باللہ

(۱) اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ **فتح مبین** سے کیا مراد ہے اور اس کے نتائج غفر ذنب۔ اتمام نعمت۔ ہدایت صراط مستقیم اور نصر عزیز کا کیا مطلب ہے۔ فتح مبین بعض کے نزدیک مکہ کی فتح ہے۔ بعض صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہتے ہیں۔ درمنثور میں ہے اخرج سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر والبیہقی فی البعث فی قولہ انا فتحنا لک فتحا مبینا قال نزلت فی الحدیبیۃ واُصاب فی تلک الغزوۃ مالم یصب فی غزوۃ أصاب أن بویع بیعۃ الرضوان فتح الحدیبیۃ وغفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر وبایعوا بیعۃ الرضوان واطعموا نخیل خیبر وبلغ الھدی محلہ وظھرت الروم علی فارس وفرح المومنون بتصدیق کتاب اللہ وظھور اھل الکتاب علی المجوس۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ انا فتحنا صلح حدیبیہ کی نسبت نازل ہوئی اور اس غزوہ میں وہ باتیں حاصل ہوئیں جو کسی میں نہیں ہوئیں۔ بیعۃ الرضوان اسی میں ہوئی۔ مغفرت ذنوب اسی میں ہوئی۔ اسی میں خیبر کی کھجوریں صحابہ کو کھانی نصیب ہوئیں۔ ہدی اپنے ٹھکانے لگی۔ اسی میں روم فارس پر غالب ہوئے اور مومن خوش ہوئے کہ مجوس پر اہل کتاب کے غالب آنے سے کتاب اللہ کی تصدیق ہوگئی۔ واخرج البیہقی عن المسور ومروان فی قصۃ الحدیبیۃ قالا ثم انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجعا فلما کان بین مکۃ والمدینۃ نزلت سورۃ الفتح من اولھا الی اٰخرھا فلما أمن الناس وتفاوضوا لم یکلم احد بالاسلام الا دخل فیہ فلقد دخل فی تلک السنین فی الاسلام اکثر مما کان فیہ قبل فکان صلح الحدیبیۃ فتحا عظیما۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوتے مکہ اور مدینہ کے رستہ میں تھے کہ سورۃ الفتح اُتری جب لوگوں کو امن ملا اور ایک دوسرے سے بات چیت کا موقعہ ہاتھ آیا جس سے اسلام کے بارہ میں گفتگو کرتے وہ مسلمان ہو جاتا چنانچہ اُن سالوں میں اسلام میں پہلے سے بہت زیادہ لوگ داخل ہوئے۔ سو صلح حدیبیہ فتح عظیم ثابت ہوئی۔ واخرج ابن مردویہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحا مبینا قال فتح مکة - اس کا مطلب یہ ہو
کہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔

حضرت امام رازی فرماتے ہیں فی الفتح وجوہ احدھا فتح مکة وھو ظاھر وثانیھا فتح
الروم وغیرھا وثالثھا المراد من الفتح صلح الحدیبیة ورابعھا فتح الاسلام بالحجة
والبرھان والسیف والسنان وخامسھا المراد منه الحکم کقوله تعالیٰ ربنا
افتح بیننا وبین قومنا بالحق وقوله ثم یفتح بیننا بالحق۔

میرے نزدیک اس میں اختلاف کی کوئی بات نہیں فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کی فتح ایک
ہی بات ہے۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ پیش خیمہ تھا فتح مکہ کا۔ خدا تعالیٰ کی سنت کے استقرا سے
ثابت ہوتا ہے کہ جب رسول اور مومنوں پر مصائب اور زحمتوں کے پہاڑ ٹوٹتے اور ظاہر بین
آنکھیں کفار کی شوکت اور کثرت کے سبب سے کامیابی کے اسباب کو مفقود دیکھتی ہیں اُس وقت
اپنے برگزیدہ پہ فتح و نصرۃ کی بشارت وحی نازل فرماتا ہے اس لئے کہ حزیں دلوں کی تسلی اور تسکین
اور اُن کے از جا رفتہ قویٰ کو اس سے قوت حاصل ہو اور نیز اس لئے بھی کہ دنیا معلوم کر لے کہ
وہ علی کل شئی قدیر اور القاھر فوق عبادہ ہے اور آشکار ہو جائے کہ دنیا کے ناتوان فرزندوں کے
منصوبے اور دانشیں اُس کی قضا و قدر کے مقابل سراسر ضعف اور عجز اور بیوقوفی ہیں۔ بنا بر آں
میں شرح صدر سے تسلیم کرتا ہوں کہ یہ سورۂ شریفہ حدیبیہ کے یوم کے بارہ میں ہے اور حضرت
رازی رضی اللہ عنہ کی لانظیر تفسیر سے اتفاق کر کے پورے وثوق سے اعتراف کرتا ہوں کہ
درحقیقت صلح حدیبیہ کلید تھی باب مکہ کے کھلنے کی اور مکہ کے بند دروازہ کے کھل جانے سے
آخر کار اسلام کو وہ ساری فتحیں نصیب ہوئیں جو حضرت رازی نے وجوہ فتح میں بیان فرمائی
ہیں۔ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد مخذول غدار یہود کا خیبر وغیرہ سے نکال دینا بیشک خدا تعالیٰ کا
بڑا انعام تھا اس لئے بعض نے فتح مبین کو فتح خیبر بھی سمجھا ہے لیکن فتح مکہ وہ عظیم الشان فضل
اور انعام اور امتنان اللہ تعالیٰ کا تھا کہ اس کی نظیر کسی نبی کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ فارس
و روم اور دیگر بلاد کا مفتوح ہونا اور اسلام کا حجت اور برہان اور سیف و سنان سے ایک عالم پر
غالب ہونا اور حق و باطل یا اسلام اور کفر میں فتح اور فرقان اور امتیاز کا واقع ہو جانا اُسی فتح کا ثمرہ

اور نتیجہ یہ سب امور ہیں۔

ازبس کہ صلح حدیبیہ پیش خیمہ یا اصلی جڑ تھی فتح مکہ کی اور وہ ظاہری شکست اور ناکام واپس جانے کا سفر واقعی محرک تھا اُس بڑی فتح کا جو اسلام کی زندگی کا ابدی سرچشمہ تھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً واقعہ حدیبیہ کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ اس میں میرے مدنظر کئی اور فوائد بھی ہیں۔ اول یہ کہ اس وحی کی عظمت اور شوکت اور اسکا کلام اللہ ہونا اس واقعہ سے بے اختیار ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ عین ناتوانی اور بظاہر ناکامی اور یاس کی حالت اور واقعات میں کس شوکت اور تحدی کی پیشگوئی ہے۔ لوگ تو کہتے ہیں اور نہایت شکستہ دلی سے کہتے ہیں کہ ہم ہار کھا کر اور کفار کے ہاتھ میں ان کے حسب مراد غلبہ دیکر اتنے بڑے سفر سے ناکام جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کلام بے حد زور سے پکار کر کہتا ہے انا فتحنا لك فتحاً مبيناً۔ یعنی یہ شکست نہیں یہ کھلی کھلی اور حق و باطل کا فیصلہ کر دینے والی فتح ہے۔ اس بظاہر ناکامی کے نتائج عنقریب معلوم ہو جائیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے یہ عبرت انگیز سبق ملتا ہے کہ زمین کے ناعاقبت اندیش فرزند خدا تعالیٰ کے ماموروں رسولوں کی نسبت کیا کیا منصوبے سوچتے ہیں اور اُن کا نتیجہ کس طرح اُن کی مرادوں کے خلاف رسولوں کی فتح و نصرت کی شکل پیدا کر دیتا ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ مامور من اللہ کے کسی فعل پر۔ کسی رویا پر۔ کسی وحی پر غرض کسی قول و فعل پر اعتراض کا مونہہ کھولنے کی جرأت کرنا سوء ادب اور غلط کاری ہے خواہ ظاہر میں ان امور میں سے کوئی امر دلوں کی مراد اور غرض اور ہوا اور علم اور منشاء کے خلاف ثابت ہو۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ رویا کی حقیقی تاویل یا غیب سے خبر دینے والی وحی کی واقعی مراد اُسی وقت منکشف ہوتی ہے جب اُس کا وقوع ہو۔ جب تک خدا تعالیٰ کے قرار داد ارادہ اور علم کے موافق وہ واقع نہ ہو اور اُس کے وقوع کے بعد خدا تعالیٰ کا ٹھیک منشاء سمجھ میں نہ آجائے اس سے پہلے صاحب الوحی کا اُس کے مفہوم کو اپنی مراد کے قالب میں ڈھال کر اُس کے اسباب تکمیل کو اختیار کرنا اور اس میں خلاف مراد امور کا پیش آنا اُس کی شان میں منقصت کا موجب نہیں ہوتا اس سے اپنی جماعت کی قوت ایمانی کو بڑھانا۔ انہیں حسن ظن اور صبر کی تعلیم دینا اور غیروں کو خوف دلانا مقصود ہے جو خدا تعالیٰ کے مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے بعض امور کو اپنی ناقص اور محدود واقفیت کے خلاف پا کر اعتراض کی زبان کھولتے اور کلام الٰہی اور سنت الہیہ کی تکذیب و انکار سے خدا تعالیٰ کے

صلح حدیبیہ کے واقعات میں کئی سبق پنہاں ہیں

غضب کے مستوجب ٹھہرتے ہیں۔ اور صلح حدیبیہ کا واقعہ یہ ہے۔

قال الزهری ثم بعثت قریش سهیل بن عمرو اخا بنی عامر بن لؤی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقالوا له ائت محمداً فصالحه ولا یکن فی صلحه الا ان یرجع عنا عامه هذا فوالله لا تحدث العرب عنا انه دخلها علینا عنوة ابدا فاتاه سهیل بن عمرو فلما رآه رسول الله صلی الله علیه وسلم مقبلا قال قد اراد القوم الصلح حین بعثوا هذا الرجل فلما انتهی سهیل بن عمرو الی رسول الله صلی الله علیه وسلم تکلم فاطال الکلام و تراجعا ثم جری بینهما الصلح فلما التأم الامر ولم یبق الا الکتاب وثب عمر بن الخطاب* فاتی ابا بکر فقال یا ابا بکر الیس برسول الله قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیة فی دیننا قال ابو بکر یا عمر الزم غرزه فانی اشهد انه رسول الله ﷺ قال عمر وانا اشهد انه رسول الله ﷺ ثم اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ﷺ ألست برسول الله ﷺ قال بلی قال أولسنا بالمسلمین قال بلی قال أولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیة فی دیننا قال انا عبد الله ورسوله لن اخالف امره ولن یضیعنی قال فکان عمر یقول مازلت أتصدق وأصوم وأصلی وأعتق من الذی صنعت یومئذ مخافة کلامی الذی تکلمت به حتی رجوت ان یکون خیراً قال ثم دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی بن ابی طالب رضوان الله علیه فقال اکتب بسم الله الرحمن الرحیم قال فقال سهیل لا اعرف هذا ولکن اکتب باسمک اللهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکتب باسمک اللهم فکتبها ثم قال اکتب هذا ما صالح علیه محمد رسول الله ﷺ سهیل بن عمرو قال فقال سهیل لو شهدت انک رسول الله ﷺ لم أقاتلک ولکن اکتب اسمک واسم ابیک قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکتب هذا ما صالح علیه محمد بن عبد الله سهیل بن عمرو اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یأمن فیهن الناس ویکف بعضهم عن بعض علی انه من أتی محمدا من قریش بغیر اذن ولیه رده علیهم ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوه علیه وان بیننا عیبة مکفوفة وانه لا اسلال ولا

*یہ واقعہ جو حضرت فاروق کی طرف منسوب کیا گیا ہے مردود ہے اُس شہادۃ کے ساتھ جو کلام اللہ نے اُن کی نسبت دی اور فعل اللہ نے اُس کی تائید کی۔ اس پر میں ان شاء اللہ عنقریب لکھوں گا۔ منہ

اغلال وانه من احب ان يدخل فی عقد محمد وعهده دخل فیه ومن احب ان
يدخل فی عقد قريش وعهدهم دخل فيه فتواثبت خزاعة فقالوا نحن فی عقد محمد
وعهده وتواثبت بنو بكر فقالوا نحن فی عقد قريش وعهدهم وانك ترجع عنا عامك
هذا فلا تدخل علينا مكة وانه اذا كان عام قابل خرجنا عنك فدخلتها باصحابك
فاقمت بها ثلاثا معك سلاح الراكب السيوف فی القرب لا تدخلها بغيرها فبينا
رسول الله صلى الله عليه وسلم يكتب الكتاب هو وسهيل بن عمرو اذ جاء ابو جندل
بن سهيل بن عمرو يرسف فی الحديد قد انفلت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقد كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حين خرجوا وهم لا يشكون فی الفتح
لرؤيا رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رأوا ما رأوا من الصلح والرجوع
وما تحمل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فی نفسه دخل على الناس من ذلك امر عظيم
حتى كادوا يهلكون فلما رأى سهيل ابا جندل قام اليه فضرب وجهه واخذ بتلبيبه
ثم قال يا محمد قد لجت القضية بيني وبينك قبل ان يأتيك هذا قال صدقت فجعل
ينتره بتلبيبه ويجره ليرده الى قريش وجعل ابو جندل يصرخ باعلى صوته يا معشر المسلمين
أأرد الى المشركين يفتنوني فی ديني فزاد ذلك الناس ما بهم فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم يا ابا جندل اصبر واحتسب فان الله جاعل لك ولمن معك من
المستضعفين فرجا ومخرجا انا قد عقدنا بيننا وبين القوم صلحا واعطيناهم على ذلك
واعطونا عهد الله وانا لا نغدر بهم قال فوثب عمر بن الخطاب مع ابی جندل يمشی
الى جنبه ويقول اصبر يا ابا جندل فانما هم المشركون وانما دم احدهم دم كلب قال
ويدنی قائم السيف منه قال يقول عمر رجوت ان يأخذ السيف فيضرب به اباه
قال فضن الرجل بأبيه ونفذت القضية فلما فرغ من الكتاب اشهد على الصلح
رجال من المسلمين ورجال من المشركين ابو بكر الصديق وعمر بن الخطاب و
عبد الرحمن بن عوف وعبد الله بن سهيل بن عمرو وسعد بن ابی وقاص ومحمود
بن مسلمة ومكرز بن حفص وهو يومئذ مشرك وعلی بن ابی طالب وكتب وكان

هو كاتب الصحيفة ـــ قال الزهري في حديثه ثم انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم من وجهه ذلك حتى اذا كان بين مكة والمدينة نزلت سورة الفتح (سيرة ابن هشام) ترجمہ۔ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ سے صلح کرے اور صلح اس شرط سے ہو کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں ہم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے کہ عرب ہماری نسبت مشہور کریں کہ آپ زبردستی مکہ میں داخل ہو گئے۔ سہیل بن عمرو آپ کے پاس آیا جب آپ نے اُسے دیکھا فرمایا اس شخص کا بھیجنا بتاتا ہے کہ ان لوگوں کا منشاء صلح کرنا ہے۔ سہیل نے آپ کے پاس پہونچکر گفتگو شروع کی اور دیر تک جانبین میں تکرار ہوتی رہی آخر صلح کی بات چلی جب سب معاملہ طے ہو گیا اور صرف تحریر باقی رہ گئی عمر بن خطاب بڑی تیزی سے ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا ابوبکر! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ انہوں نے کہا بیشک ہیں پھر کہا کیا ہم مسلمین نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں۔ پھر کہا وہ مشرک نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں پھر کہا تو پھر ہم کیوں ایسی شرائط پر صلح کریں جن سے ہمارے دین کی ہتک ہو۔ ابوبکر نے فرمایا عمر! آپ کی رکاب پکڑے رہ یعنی آپ کی بات کی پیروی کر میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں عمر نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا اے رسول اللہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ فرمایا ہاں ہوں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمین نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں پھر کہا کیا وہ مشرک نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں پھر کہا تو ہم پھر کیوں اس طرح دبکر صلح کریں آپ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں میں ہرگز اُس کے امر کا خلاف نہیں کروں گا اور وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ عمر کہا کرتے تھے کہ میں مدتوں تک صدقہ کرتا روزے رکھتا نمازیں پڑھتا اور غلام آزاد کرتا رہا اس کارروائی کی وجہ سے جو مجھ سے ہو گئی اور ان باتوں کے سبب سے جو میرے مونہہ سے نکل گئیں یہاں تک کہ مجھے بہتری کی پوری امید ہو گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو بلا کر فرمایا لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا میں نہیں سمجھتا یہ کیا ہے بلکہ یہ لکھو باسمک اللھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا یہی لکھ دو پھر لکھو یہ وہ شرائط ہیں جن پر مصالحت کی محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے سہیل نے کہا اگر میں آپکو رسول اللہ مانتا تو آپ سے لڑتا ہی کیوں بلکہ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یوں لکھو یہ وہ شرطیں ہیں جن پر مصالحت کی محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے۔ مصالحت کا مضمون یہ ہے کہ دس سال تک لڑائی موقوف رہے گی ان سالوں میں لوگ امن سے زندگی بسر کریں گے اور کوئی کسی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ ماسوا اس کے جو شخص قریش سے بغیر اذن اپنے ولی کے محمدؐ کے پاس آئے گا محمدؐ اسے اُن کی طرف واپس کرے گا اور جو محمدؐ کے ساتھیوں سے قریش کے پاس جائے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ اور ہمارے سینے اس عہد کی پابندی میں ہر قسم کی خیانت بدعہدی اور فریب دہی سے پاک صاف رہیں گے۔ اور جو شخص محمدؐ کے عقد اور عہد میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے اور جو قریش کے عقد و عہد میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔ اس بات کو سنکر خزاعہ اُٹھے اور کہنے لگے ہم محمدؐ کے عقد و عہد میں داخل ہوتے ہیں اور بنو بکر بولے ہم قریش کے عقد و عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ اور یہ کہنے لگے کہ تو اب کے سال واپس چلا جا اور مکہ میں داخل نہ ہو۔ دوسرے برس ہم تیری راہ چھوڑ دیں گے سو تیرا اختیار ہو گا کہ تو اصحاب کے ساتھ آ جائے اور تین دن تک مکہ میں ٹھہرے۔ تیرے ساتھ سوار کے ہتھیار تلواریں میان میں کی ہوئی ہوں بغیر اس صورت کے مکہ میں نہ آئے۔ یہ تحریر ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں ابو جندل بن سہیل بن عمرو قید میں جکڑ بند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر آیا۔ اور آپ کے اصحاب کا حال یہ تھا کہ وہ جب مدینہ سے نکلے تھے انہیں آپ کی رویا کی بنا پر فتح مکہ کا کامل یقین تھا مگر جب انہوں نے یہ واقعات دیکھے یعنی اس طرح کی دب کر صلح کرنا اور واپس ہو جانا اور جو کچھ آپ نے اپنی ذات کی نسبت گوارا فرمایا تو اُن پر ایک آفت ٹوٹ پڑی اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے۔ سہیل ابا جندل کو دیکھ کر اس کی طرف لپکا۔ اُس کے موُنہ پر دھپڑ مارے اور لگا اسکی تسکین کرنے پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے محمدؐ اُس کے آنے سے پہلے ہی ہم میں بات طے ہو چکی ہے آپ نے فرمایا درست ہے۔ اس کے بعد سہیل اُسے کھینچکر قریش کے حوالہ کرنے لگا۔ اور ابو جندل لگا چیخنے چلانے اور کہا اے مسلمانو کیا یہ روا ہے کہ میں مشرکوں کو واپس دیا جاؤں جو مجھے دین سے بے دین کریں۔ اس واقعہ سے اصحاب کے اندوہ و وساوس کو اور بھی ترقی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابا جندل خدا کے لئے صبر کر اللہ تعالیٰ تیرے لئے اور تمام ناتوانوں کے لئے یقیناً کوئی راہ نکالے گا ہم ان لوگوں سے صلح کر چکے ہیں اور ہم انہیں اور وہ ہمیں اللہ کا عہد دے چکے ہیں اور ہم کبھی عہد شکنی نہیں کریں گے۔ اتنے میں عمر بن خطاب اُٹھ کر ابو جندل کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور کہنے صبر کر اے ابا جندل یہ لوگ

مشرک ہیں ان کا خون اور کتے کا خون برابر ہے - یہ کہتے اور تلوار کا قبضہ اُس کے نزدیک کرتے جس سے اُن کا منشاء یہ تھا کہ ابو جندل تلوار لیکر اپنے باپ کو قتل کر ڈالے مگر اُس نے اپنے باپ کی جان لینی نہ چاہی - اور جو ہونا تھا سو ہو چکا - جب تحریر ہو چکی اُس صلح پر کچھ مسلمانوں کے اور کچھ مشرکوں کے دستخط ہو گئے - چنانچہ وہ گواہ یہ تھے ابو بکر صدیق - عمر بن خطاب - عبد الرحمٰن بن عوف - عبد اللہ بن سہیل بن عمرو - سعد بن ابی وقاص - محمود بن مسلمہ - مکرز بن حفص - علی بن ابی طالب -

اس عہدنامہ سے مخالفین کو اور ہماری قوم کو جسقدر سبق ملتے ہیں اُنپر تفصیل سے لکھنا مضمون کو لمبا کر دیتا اور اصل منشاء سے راقم مضمون کو دور لے جاتا ہے اور در حقیقت یہ معاملہ ایسا صاف بھی ہے کہ ہر شخص جسے کچھ بھی فہم ملا ہو بہت سی قابل عبرت باتیں اس سے استنباط کر سکتا ہے - بڑی عظیم الشان بات جس میں جتنی غور کی جائے اتنا ہی مزا ملتا اور معارف کے بے شمار موتی ہاتھ آتے ہیں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے عدو کو کسقدر خوش ہونے کا موقعہ دیا اور مومنوں پر کوفت اور دلی صدمہ کے کیسے پہاڑ ٹوٹے - ایک قوم بڑے فخر سے اپنے تئیں فتحیاب سمجھتی اور عالم عرب میں اس فعل سے قابل عزت نمونہ اپنے آپکو بنانے کی کوشش کرتی ہے - ان کے بالمقابل وہ ہیں کہ جن کی شکستہ دلی اور افسردہ خاطری کی کوئی حد نہیں - اتنا لمبا کئی کوسوں کا سفر کس امید پر اختیار کرتے ہیں - صادق مصدوق مطاع مہبط وحی اس سفر کا محرک ہے - وہ رویا جس سے فتح کی خوشبو ان کے مشام جان میں بس رہی تھی اور اب اسکا معاملہ دگرگون ثابت ہوا ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ تصویر کی طرح پھر رہی ہے - نجس مشرکین کو کامیاب اور دب کر اُن کی ہر شرط کو منظور ہوتا دیکھتے ہیں - اُن کا ایک مسلمان بھائی کس بے رحمی اور زار نالی اور بدحالی کی صورت میں جان ستاں دشمن کے حوالہ کیا جاتا ہے - ایک زمانہ حال کے پولیٹشن اور دقائق شناس سیاست کے آگے اس عہدنامہ کو رکھو - عرب کے قبائل متحدہ کی طاقت اور کثرت اور ان کے مقابل مدینہ طیبہ کے مسافر پناہ گزیں کی جماعت کی قلت - سامان کی کمی اور اندرونی دشمنوں کی سازشوں اور جمعیتوں کا نقشہ کھینچکر اُسے دکھاؤ پھر اُس سے رائے لو اور دیکھو وہ کیا فیصلہ دیتا ہے - بار بار یہ حیرۃ انگیز بات ہے کہ ایسے حالات اور واقعات کے یکدفعہ اور یکجا جمع ہو جانے کے ساتھ یہ کیسی اور ہیبت انگیز آواز کیا کہتی اور کس ذو الجلال ذات کی طرف سے ہونیکا ثبوت دیتی ہے -

انا فتحنا لك فتحا مبينا کے معنے در منثور کے ایک اثر میں انا قضينا لك قضاء مبينا بھی

اس عہدنامہ سے ہماری قوم کو اور مخالفین کو کیا سبق ملتا ہے

لکھے ہیں۔ بہت سچے اور صحیح معنے ہیں۔ یہ معنے گواہی دیتے ہیں کہ سلف صالحین کو کیسا ذوق سلیم اور ملکۂ فہم قرآن کریم ملا تھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ فتح مکہ مسلمانوں اور کافروں کی قسمت کا قطعی فیصلہ کرنے والی تھی بالسلام اسکی اسیر قابل غور لفظ لک ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اتنی بڑی فتح ہم نے تیری خاطر اور تیرے لئے عنایت کی۔

خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس کا انعام اور فضل کسی بندہ پر اس کی قربانی اور جہاد کے اندازہ پر ہوتا ہے اس مرد آزما زہرہ گداز سفر میں جہاں مادی امیدوں کے خون کا دریا بہ نکلا اور بہت سے دل گلے تک آگئے اور سینوں کو دساوس کے تیر باراں نے برّوں کے چھتہ کا ہمرنگ بنا دیا۔ اور روایت کی گواہی کے بموجب ہلاکت کے قریب پہونچ گئے تھے اس انسان کامل خلیفۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان اور اخلاص کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور آپ کی پوری صلح کا اُس کی قضا و قدر کے ساتھ کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ ایک جماعت کثیر کے سامنے ایک واقعہ بھیانک شکل کے ساتھ پیش ہوتا ہے۔ بہت سے افراد اس کی مہیب نگاہوں کے زہریلے اثر سے متاثر ہو کر آشفتہ اور حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک شخص اور غیور فرد جس کی عظمت اور اکرام کی بقا اور دوام کے لئے اُس کی ہر ایک قبل از وقت بتائی ہوئی بات کا پورا ہونا ضروری ہے اس تمام واقعہ میں عزم اور استقامت اور کوہ وقاری کی لانظیر تصویر ہے اور کس قوت اور بصیرت اور تیز احساس اور زندہ شعور سے فرماتا ہے انا عبد اللہ ورسولہ لن اخالف امرہ ولن یضیعنی۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں میں ہرگز ہرگز اُس کے امر کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ یہ ہے سچی موافقت اور پوری مصالحت اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے ساتھ اور یہ ہے کامل اور لذیذ نمونہ اُس ایمان کا جو اللہ تعالیٰ کو انسان سے مطلوب ہے۔ اور یہ ہے وہ اپنی جان اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں اور دانشوں کی قربانی جو انبیاء علیہ السلام نے اور سب سے بڑھ کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حضور گزرانی ہے۔ اور یہی ہے وہ کامل عصمت اور کامل حفاظت جس سے بشریت کی کمزوریوں اور نقصوں کی آلائش اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں کی چرک ایسی ہی دور کی گئی ہے جیسے اُس سونے سے میل کچیل جو زرگر کے دہکتے کوئلوں پر رکھی ہوئی کٹھالی میں رکھا جاتا ہے۔ اسی ایمان۔ اخلاص۔ وفا۔ مصالحت اور عصمت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے

خدا تعالیٰ کا انعام کسی انسان پر بقدر اسکی قربانی اور سعی کے نازل ہوتا ہے

کہ قدرداں قادرِ الوہیت ایسی عبودیت کو آغوشِ تربیت اور کنارِ رحمانیت میں لیتی اور اُس باطنی عصمت کے ثبوت کے لیئے اُسے ظاہری عصمت اور حفاظت اور بقائے دوام کی خلعت پہناتی ہے۔ یہ ہے مغز اور راز اس کا جو فرمایا کہ ہم نے **تیرے لیئے** یہ سب کام کیا۔ ہمارے مدنظر مدعا کی تائید میں اس سے بیّن طور پر یہ بات ثابت اور طے ہو گئی کہ فتح مکّہ کے بعد جن برگزیدوں کے ہاتھ سے فارس و روم کی فتح اور دوسری فتوحات ہوئیں وہ ایمان۔ اخلاص۔ وفا اور اسلام اور نفوس کی قربانی میں اپنے متبوع و مقتدا کے ہمرنگ اور مثیل ہیں اور اس لذیذ اور زندگی بخش اور ناز سے بھری ہوئی آواز کے وہ بھی ویسے ہی مخاطب ہیں جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب **لیغفر لك** کی بحث میں اس پر مفصل بیان کروں گا۔

اس جگہ مقام کی مناسبت کے لحاظ سے فتح مکّہ کے محرکات اور اسباب کا لکھنا موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسے امور کو بہ تفصیل بیان کرنا موضوع کلام سے قریباً بیگانہ ہے۔ لیکن اسبابؔ کے دکھانے کے لیئے کہ خدا تعالیٰ کی مشیت اور اُس کا قاہر ارادہ کس عجیب تصرف سے انسانی ہاتھوں کو اپنے مقصد کے نفاذ اور اجرا کا جارحہ اور واسطہ بنا لیتا ہے اور کس طرح بے علم ناتواں انسان خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے کبر و نخوت کی ناک پر مٹی ڈالنے کا سامان جمع کرتا ہے اُن اسباب کا مختصراً ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی شناخت اور اُس کے تصرف و تصریف پر بصیرۃ سے ایمان لانے کا سب سے عمدہ ذریعہ یہی ہے کہ کس طرح اعدا کے جتھے متفق تدبیروں اور مضبوط منصوبوں سے اُس کے ماموروں کی بے عزتی اور اہانت کا سامان اکٹھا کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ اسی سامان کو عجیب تصرف سے اپنے مامور و خلیفہ کے اکرام اور اعدا کی اہانت کا موجب بنا دیتا ہے۔ کیا یہ خدا کی ہستی اور کائنات پر اُس کے متصرف مطلق ہونے کا بیّن ثبوت نہیں کہ اُس کے مامور کے خلاف دشمنوں کا ہر منصوبہ اُس کا نشان اور معجزہ بن گیا ہے۔ مکّہ کے دانشمند اور ہمیشہ اپنی عاقبت اندیشی اور انجام بینی پر فخر کرنے والے بزرگان قوم کس نتیجہ پر پہونچکر اور کس غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے اپنے زعم میں بے نیل مرام واپس کرتے ہیں کیا اُن کے قیاس اُن کی حدس و فراست ایک لحظہ کے لیئے بھی تصور میں لا سکتی تھی کہ عنقریب اُن کے اس عہدنامہ کو خود اُنہی کی ایک سیاہ کاری دیمک کی طرح چاٹ جائے گی اور وہ خود اُسی معاہدہ

اسباب فتح مکہ معظمہ

قوم مسافر کو جسے حقارت سے انہوں نے رد کیا ہے بلائیں گے کہ اُن کی اور اُن کے معبودوں کی صدیوں کی بنی ہوئی اور ربانی ہوئی عزت کو خاک میں ملا دے۔ یہ سب اعدائے حق اور انکے اعمال و افعال عبرتیں اور نکال ہیں ہمارے اِس زمانہ کے لوگوں کے لیے جو خدا تعالیٰ کے مرسل و مامور مسیح موعود و مہدی مسعود سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اب تک دیکھ چکے ہیں کہ انکا ہر ایک منصوبہ اُس کا نشان اور معجزہ ثابت ہوا ہے مگر افسوس شقاوۃ کی کوئی حد ہے کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتے۔ بہر حال اب وقت ہے کہ اسباب فتح مکہ سے ناظرین کو آگاہ کیا جائے اور وہ یہ ہیں۔

عہدنامہ کے پڑھنے سے ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ بنو بکر قریش کے عہد اور عقد میں داخل ہوئے تھے اور بنو خزاعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں۔ اور دس برس کے لئے یہ مصالحت قرار پذیر ہوئی تھی۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے اُنکی وہ بُری حالت کی کہ اُس کے بیان کرنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ دانشمند قریش نے اس بیدادگری اور سیاہ کاری میں بنو بکر کا ساتھ دیا اور اُس عہدنامہ کا کچھ بھی پاس نہ کیا۔ بنو خزاعہ کے باقی ماندہ آدمی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں استغاثہ لے گئے۔ اور آپ سے عہدنامہ کے بموجب نصرت کے طالب ہوئے۔

اس واقعہ کو ابن ہشام کے لفظوں میں لکھنا موزوں معلوم ہوتا ہے۔ قال ابن اسحٰق فلما تظاهرت بنو بکر و قریش علی خزاعة واصابوا منہم ما اصابوا و نقضوا ما کان بینہم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العہد والمیثاق بما استحلوا من خزاعة وکانوا فی عقدہ وعہدہ خرج عمرو بن سالم الخزاعی ثم احد بنی کعب حتی قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة وکان ذلک مما ھاج فتح مکة فوقف علیہ وھو جالس فی المسجد بین ظہرانی الناس فقال۔ شعر

یا رب انی ناشد محمدا	حلف ابینا و ابیہ الاتلدا
قد کنتم ولدا وکنا والدا	ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا
فانصر ھداک اللہ نصرا أعتدا	وادع عباد اللہ یأتوا مددا

فيهم رسول الله قد تجردا	ان سيم خسفا وجهه تربدا
في فيلق كالبحر يجري مزبدا	ان قريشا اخلفوك الموعدا
ونقضوا ميثاقك المؤكدا	وجعلوالي في كداء رصدا
هم بيتونا بالوتير هجدا	وقتلونا ركعا و سجدا

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نصرت يا عمرو بن سالم - وامر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجهاز وامر اهله ان يجهزوه - ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم الناس انه سائر الى مكة وامرهم بالجد والتهيؤ وقال اللهم خذ العيون والاخبار عن قريش حتى نبغتها في بلادها فتجهز الناس - ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لسفره واستخلف على المدينة ابارهم وخرج لعشر مضين من شهر رمضان فصام رسول الله صلى الله عليه وسلم وصام الناس معه حتى اذا كان بالكديد بين عسفان وأمج افطر - ثم مضى حتى نزل مر الظهران في عشرة آلاف من المسلمين - واوعب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم المهاجرون والانصار فلم يتخلف عنه منهم فلما نزل مر الظهران وقد عميت الاخبار عن قريش ولا ياتيهم خبر عن رسول الله صلى الله وسلم ولا يدرون ما هو فاعل — قال ابن اسحق ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لمّا نزل مكة واطمأن الناس خرج حتى جاء البيت فطاف به سبعا على راحلته ويستلم الركن بمحجن في يده فلما قضى طوافه دعا عثمان بن طلحة فاخذ منه مفتاح الكعبة ففتحت له فوجد فيها حمامة من عيدان فكسرها ثم طرحها ثم وقف على باب الكعبة وقد استكف له الناس في المسجد - فقال لا اله الا الله وحده لا شريك له صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده — يا معشر قريش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بالآباء الناس من آدم وآدم من تراب ثم تلا هذه الآية يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى الآية كلها ثم قال يا معشر قريش ما ترون اني فاعل

فیکم قالوا خیرا اخ کریم وابن اخ کریم قال اذھبوا فانتم الطلقاء ثم جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فقام الیہ علی بن ابی طالب ومفتاح الکعبۃ فی یدہ فقال یا رسول اللہ اجمع لنا الحجابۃ مع السقایۃ صلی اللہ علیک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این عثمان بن طلحۃ فدعی لہ فقال ھاک مفتاحک یا عثمان الیوم یوم برّ ووفاء۔ قال ابن ھشام وحدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرأی فیہ صور الملائکۃ وغیرھم فرأی صورۃ ابراھیم علیہ السلام مُصوّرا فی یدہ الازلام یستقسم بھا فقال قاتلھم اللہ جعلوا شیخنا یستقسم بالازلام ماشان ابراھیم والازلام ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ثم امر بتلک الصور فطمست ——— قال ابن ھشام وحدثنی من اثق بہ من اھل الروایۃ عن ابن عباس قال دخل رسول اللہ صلی اللہ وسلم مکۃ یوم الفتح علی راحلتہ فطاف علیھا وحول البیت اصنام مشدودۃ بالرصاص فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُشیر بقضیب فی یدہ الی الاصنام ویقول جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا فما اشار فی صنم فی وجھہ الا وقع لقفاہ ولا اشار لقفاہ الا وقع لوجھہ حتی ما بقی منھا صنم - ترجمہ - جب بنو بکر اور قریش متفق ہو کر خزاعہ پر چڑھے اور انہیں تباہ کیا اور اس طرح خزاعہ پر تباہی ڈال کر اس عہد کو توڑ ڈالا جو ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منعقد ہوا تھا جن کے عقد و عہد میں خزاعہ تھے عمرو بن سالم خزاعی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ کے روبرو آ کر کھڑا ہو گیا اور آپ مسجد میں لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ اور یہ شعر یوں پڑھیں ہے

پروردگار میں محمد کو اپنے باپ اور اُن کے باپ کی پرانی قسم دیتا ہوں + تم لوگ ولد تھے اور ہم والد تھے۔ پھر ہم فرمانبردار ہوئے اور اس اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے اسوقت بڑی بھاری نصرۃ کا وقت ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندوں کو بلائے وہ مدد کے لئے آئیں گے۔ انہیں اللہ کا رسول ہے جو سخت جد وجہد کرتا ہے۔ اگر اُسے کوئی مکروہ اور ذلت کی بات پیش آجائے تو مارے غضب کے اُن کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔ ایسے لشکر کے ساتھ جو دریائے موّاج و زخار کی طرح ہے۔ قریش نے

تیرے وعدہ کا خلاف کیا اور اُس مضبوط عہد کو توڑ ڈالا اور کہا میں میری تاک میں بیٹھے وتیر مقام پر سونے کی حالت میں شبخون کیا اور رکوع وسجود کی حالت میں ہمیں قتل کیا + رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا اے عمرو بن سالم تیری نصرت ضرور کی جائے گی۔ پھر آپ نے تیاری کا حکم دیا اور اپنے گھر والوں سے اپنے لئے سامان سفر کے درست کرنے کے لئے فرمایا۔ پھر لوگوں کو بتایا کہ میں مکہ جانے والا ہوں اور سب لوگوں کو پوری تیاری کر لینی چاہیئے اور دعا مانگی کہ اے خدا قریش کی ایسی حالت کر دے کہ نہ انہیں جاسوس بھیجنے کی توفیق ملے اور نہ ہماری کوئی خبر ہی انہیں ملے یہاں تک کہ ہم ناگہاں اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ لوگوں نے خوب تیاری کر لی۔ پھر آپ سفر کو نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ پر ابو رہم کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس وقت رمضان کی ۱۰ تاریخ تھی۔ آپ اور آپکے ساتھی سب روزہ دار تھے۔ کدید میں پہونچکر آپ نے افطار کیا۔ پھر دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مرالظہران میں فروکش ہوئے۔ اس سفر میں تمام مہاجرین اور انصار آپکے ساتھ تھے ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ آپ مرالظہران میں اُترے اور اب تک قریش کو آپ کی نسبت کوئی خبر نہ تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں —— ابن اسحق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اترے اور لوگ مطمئن ہو گئے آپ نکلے اور بیت اللہ میں آئے اور اونٹ پر سواری کی حالت میں سات دفعہ طواف کیا اور عصا کے ساتھ رکن کو چھوتے تھے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپنے عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ اُس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب اندر داخل ہوئے ایک کبوتری لکڑی کی بنی ہوئی دیکھی اُسے توڑ کر پھینک دیا۔ پھر آپ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔ اتنے میں فرمایا کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے وہ اکیلا ہے کوئی شریک اُس کا نہیں۔ اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کو نصرت دی اور آپ ہی تمام گروہوں کو شکست دی —— پھر فرمایا اے قوم قریش اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلیت کے گھمنڈ اور تکبر اور باپ دادوں کی نسبت سے بڑائی مارنے کو تباہ کر دیا ہے۔ سنو سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم خاک سے ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی یا ایھا الناس الخ۔ پھر فرمایا اے قوم قریش بتاؤ اب تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیسا برتاؤ کروں گا۔ اُنہوں نے کہا ہمیں تو اچھے سلوک کی امید ہے اس لیے کہ تو کریم بھائی ہے اور کریم بھائی کا بیٹا ہے۔ فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔ پھر آپ مسجد میں بیٹھے۔ حضرت علی اُٹھے اور آپکے ہاتھ میں کعبہ کی چابی تھی۔ عرض کیا اے رسول اللہ سقایہ تو ہمارے ہاتھ میں ہے ہی حجابہ کا شرف بھی ہمیں ہی دیجئے۔ آپ نے فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہے۔ لوگوں نے اُسے بلایا جب وہ

حاضر ہوا فرمایا عثمان یہ لو اپنی چابی آج نیک سلوک کرنے اور وفا کا دن ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں فتح مکہ کے دن جب آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اُس میں آپ نے فرشتوں کی تصویریں اور اور تصویریں دیکھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی کہ آپ کے ہاتھ میں تیر ہیں اور اُن سے حصے کر رہے ہیں فرمایا ستیاناس ہو انکا ہمارے بزرگ کو تیروں سے تقسیم کرنے والا بنا رکھا ہے۔ ابراہیم کو ان تیروں سے کیا مناسبت۔ ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی وہ موحد مسلم تھا اور مشرکوں سے نہ تھا پھر وہ تمام تصویریں آپ کے حکم سے مٹا دی گئیں ——— ابن ہشام ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار مکہ میں داخل ہوئے اور طواف کیا اور بیت کے ارد گرد خوب قلعی سے مضبوط کئے ہوئے بُت تھے۔ آپ عصا کے ساتھ ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور یہ آیت پڑھتے حق آیا اور باطل نابود ہوگیا باطل کی قسمت میں نابود ہونا ہی لکھا تھا۔ جس بُت کے موہنہ کی طرف اشارہ کرتے وہ پیٹھ کے بل گر جاتا اور جس کی پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے وہ موہنہ کے بل گر پڑتا آخر ایک بُت بھی نہ رہا۔

ان اسباب کو پڑھ کر خدا تعالیٰ کے حکیمانہ ارادہ اور اُس کے تصرف پر کس بصیرۃ اور صفائی سے ایمان آتا ہے۔ اور یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انسان کی دانشیں اور چالاکیاں اُس کے علم اور قدرۃ کے سامنے بیوقوفی اور ہرزہ کاری ہیں۔ بڑے بڑے چیدہ دانشمند راتیں جاگ جاگ کر ایک منصوبہ پکاتے اور اُس کے کارگر ہونے پر قطعی حکم لگاتے ہیں مگر آسمانی قضا و قدر اُن کے اُس منصوبہ کو انہیں کے پاؤں کے کاٹنے کی کلہاڑی بنا دیتی ہے۔ عرب کے یہ قبائل متحدہ کب سمجھتے یا کبھی گوارا کر سکتے تھے کہ اُن کا یہ عہدنامہ عنقریب اُن کی امٹ ذلت اور دائمی روسیاہی کا موجب ہوگا۔ وہ تو اپنے زعم میں ایک شخص کو ناکام واپس کر چکے تھے اور دس برس کی میعاد کے گذر جانے کی نسبت خدا معلوم کیا کیا حساب لگاتے ہونگے۔ مگر خدا تعالیٰ کا قاہر ارادہ ایسی راہ سے اُن کے قلعوں میں داخل ہوا کہ جسکا انہیں گمان بھی نہ تھا اور وہی ہوا جو مدتوں پہلے پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی زندہ کتاب میں لکھا گیا تھا۔ اسوقت موزون موقعہ ہے کہ اس عہد اور نقض عہد اور اس کے نتائج کے متعلق قرآن کریم کی ان آیات کو لکھا جاوے جن میں ان باتوں کا ذکر بطور پیشگوئی کے مذکور ہے۔ اگرچہ بات لمبی ہوتی جاتی اور مقرر کردہ اندازہ سے کتاب کی ضخامت کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے مگر قرآن کریم کے اکرام اور اعزاز کی آرزو جو میری روح کی حقیقی غرض اور غذا ہے مجھے اپنی وآن کے ملاحظہ سے بے پروا کر کے تعلیم دیتی ہے کہ میں ایسے

موقعوں کو بھی ہاتھ سے نہ دوں اور غنیمت سمجھوں کہ اس تھوڑی فرصت میں جو خدا تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے ملی ہے اسی کی توفیق سے کچھ زادِ راہ پیدا کرلوں۔

وہ آیات یہ ہیں۔ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدنٰھم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون ویوم نبعث من کل امۃ شہیدا علیہم من انفسہم وجئنا بک شہیدا علی ھؤلاء ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین (سورۃ النحل) ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ انما یبلوکم اللہ بہ ولیبینن لکم یوم القیمۃ ما کنتم فیہ تختلفون ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن یضل من یشاء ویھدی من یشاء ولتسئلن عما کنتم تعملون ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعد ثبوتھا وتذوقوا السوء بما صددتم عن سبیل اللہ ولکم عذاب عظیم ولا تشتروا بعھد اللہ ثمنا قلیلا انما عند اللہ ھو خیر لکم ان کنتم تعلمون ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ولنجزین الذین صبروا اجرھم باحسن ما کانوا یعملون من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (سورۃ النحل) ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا وتوفیٰ کل نفس ما عملت وھم لا یظلمون۔ وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ولقد جاءھم رسول منھم فکذبوہ فاخذھم العذاب وھم ظٰلمون۔ (سورۃ النحل) ترجمہ۔ جنہوں نے

کفر کیا اور ان کی راہ سے روکا ہم اُنہیں فساد کرنے کے سبب سے عذاب پر عذاب دیں گے اور (بڑا عذاب اُنپر اُس روز نازل ہوگا) جس دن ہم ہر ایک گروہ میں اُنہی میں سے اُنپر ایک گواہ پیدا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ لائیں گے۔ اور ہم نے یہ کتاب تجھپر اُتاری جس میں ہر شئے کی کھلی تفصیل اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے اسلام لانے والوں کے لئے۔

اللہ امر کرتا ہے عدل کا (افعال میں) اور احسان کا (اقوال میں) اور رشتہ داروں کو دینے کا (یعنے صلہ رحم کا) اور منع کرتا ہے ہر قسم کے بُرے کاموں اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوۃ سے تمہیں وعظ کرتا ہے اس لئے کہ تمہیں اپنے عہد و پیمان یاد آجائیں۔ اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب عہد کر چکو اور مت توڑو قسموں کو بعد اُن کے پکا کرنے کے حالانکہ اللہ کو اپنے اوپر کفیل کر چکے ہو اور مت بنو مانند اُس عورت کی جس نے اپنے کاتتے ہوئے سُوت کو خوب بٹنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کیا تم اپنی قسموں کو آپس میں دغا بازی اور مفسدہ کا ذریعہ بناتے ہو (یعنی بظاہر تمنے ایک قوم سے عہد و پیمان کر رکھا ہے اس لئے کہ اُنکو دھوکے اور اطمئنان میں اپنی طرف سے رکھو اور دل میں غدر پوشیدہ ہے اور یہ پیمان شکنی اس لئے کرتے ہو کہ) ایک گروہ (جس سے تم اب ملتے ہو) وہ کثرۃ اور قوت میں زیادہ ہے اُس گروہ سے (جن سے تم غدر کرتے ہو) اللہ ان امور میں تمہارا امتحان کرتا ہے اور قیامت کے دن تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے گا وہ سب باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور اگر اللہ چاہتا تمہیں ایک ہی گروہ بنا دیتا (یعنی عہد کی پابندی کی توفیق دیکر سب کو ایک جماعۃ متفقہ بنا دیتا) لیکن جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم اپنے اعمال کی نسبت ضرور پوچھے جاؤ گے۔ اور اپنی قسموں کو غدر و خیانت کا ذریعہ مت بناؤ ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قدم بعد مضبوطی کے پھسل جائینگے (یعنی اسوقت عہد کرکے تو تم امن میں ہو پر توڑ کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو اُس شخص کے حق میں بولی جاتی ہے جو امن چین کے بعد بلا میں پڑے) اور تم چکھو گے بد نتیجہ اللہ کے رستہ سے روکنے کا (اسی دنیا میں) اور تمہارے لئے (آخرۃ میں) عذاب بڑا ہوگا۔ اور مت خریدو اللہ کے عہد کے بدلہ تھوڑا مول جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے خیر و برکت ہے اگر تم جانو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ دائمی ہے اور ہم ان لوگوں کو جنہوں نے

صبر کیا اُن کے اچھے عملوں کے بدلہ اجر دیں گے۔ جس نے اچھے کام کئے مرد ہو یا عورت ہم اُنہیں پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور اچھے کاموں کے بدلہ اُنہیں اجر دیں گے۔ پھر تیرا رب اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے ہجرۃ کی بعد سخت عذاب دیا جانے کے پھر اُنہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا ان سب امور کے بعد غفور رحیم ہے جس دن ہر شخص اپنی جان کے بچاؤ کے لئے معذرت گستری کرتا ہوا آئیگا اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پہ ظلم نہیں کیا جائے گا اور اللہ مثال کے طور ایک بستی کا ذکر کرتا ہے جو امن اور اطمینان سے رہتے اور ہر مکان سے اُنہیں بڑی فراخی سے روزی ملتی پھر اُنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی سو اللہ نے اُنہیں اُن کی کرتوتوں کے بدلہ بھوک اور خوف کا مزا چکھایا۔ اور اُن کے پاس اُنہی میں سے ایک رسول آیا سو اُنہوں نے اُس کی تکذیب کی پھر اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ ظالم تھے۔

ان آیات کو پڑھ کر جو صلح حدیبیہ اور ان تمام واقعات سے بہت پہلے نازل ہوئی تھیں ایک طالب حق کی روح لذت اور یقین سے بھر جاتی ہے۔ ان آیتوں میں آنے والے واقعات کا جنہیں وقوع کے بعد سب نے دیکھ لیا ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے جیسے ایک فصیح بلیغ مورخ وقوعہ کے بعد ایک امر کی تاریخ لکھتا ہے۔ خصوصاً آیت وقد جعلتم اللّٰہ علیکم کفیلا بڑی توجہ کے قابل ہے۔ اور یہ وہی بسمک اللّٰھم ہے جو اُن مشرکوں نے خود درخواست کر کے عہد نامہ پر لکھوایا تھا۔ آخر انہوں نے عہد توڑ کر وہ تمام سزائیں اُٹھائیں جن کی نسبت قبل از وقت ان آیتوں میں خبر دی گئی تھی۔

ان تمام واقعات کے لکھنے سے بڑی بھاری غرض جو میرے مدنظر ہے اور جسے مدعا ٹھیرا کر میں طوالت کلام کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں قبل از وقت اُن دو فریقوں کی نسبت کھلے لفظوں میں خبریں دی گئی ہیں جن کا آپس میں مقابلہ اور مجادلہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس عالم میں مقدر تھا۔ کفر اور ایمان کے ان دو گروہوں کے اعمال اور نتائج بھی جو کلیم و مبارک کتاب میں مفصل مذکور ہوئے ہیں اور واقعات عالم اُنکے وقوعہ کے زندہ گواہ قیامت تک موجود رہیں گے۔ مجھے ہر مقام میں یہ دیکھنا اور دکھانا منظور ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور آپ کے خدام کس فریق میں داخل ہیں۔ کیا وہ ان عہد شکنوں اور غداروں اور ظالموں میں داخل ہیں جنہوں نے

حدیبیہ میں عہد باندھا اور پھر نقض کیا اور خدا تعالیٰ کے وعیدوں کی جلتی آگ میں بھسم ہوئے۔ یا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلالی لشکر یعنی دس ہزار قدوسیوں کے پیشوا اور گل سر سبد ہیں جو کامیابی کا درخشاں تاج پہنے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس فتح کے بعد جو آنے والی فتوحات کا دیباچہ تھی یعنی اسلام کے فاتح اور منصور مردانِ میدان ہوئے۔ ان باتوں کو معلوم کرنے کے بعد فطری شقاوۃ اور سعادۃ کے مراتب کے لحاظ سے کوئی کسی نتیجہ پر پہونچے۔ میں خدا کے کلام اور کام کی شہادت سے علیٰ وجہ البصیرۃ اس نتیجہ پر پہونچ گیا ہوں (والحمد للہ علیٰ ذالک) کہ یہ قدوسیوں کی جماعت اپنے امام مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی تمام کارروائیوں میں۔ ابتدا میں۔ انجام میں۔ وسط میں غرض ہر حال میں ہر قول میں ہر فعل میں معصوم و مغفور ہیں۔ ان کی عصمت و مغفرۃ پر خدا تعالیٰ کے کلام اور کام نے اسی طرح کی مضبوط اور جلی مہر لگائی ہے جیسی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و مغفرۃ پر۔ میں ان دونوں عصمتوں اور مغفرتوں میں فرق کرنے سے اسی طرح عاجز ہوں جیسے کوئی شخص جزو لا یتجزیٰ کے تجزیہ کرنے سے۔ اب میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے اس کا ثبوت دیتا ہوں شاید کوئی سمجھ جائے۔

خلفائے راشدین رسول کریم صلعم کی طرح معصوم و مغفور ہیں

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔

نصرانیوں نے اس آیت سے اور اسکی مانند دوسری آیتوں سے جن میں **ذنب** اور **غفر** کے لفظ آئے ہیں یہ استدلال کرنے اور نتیجہ نکالنے کی بے سود کوشش کی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گار ہیں اور معصوم نہیں۔ ان مباحث کو میں نے بڑی دلچسپی اور خاص توجہ سے پڑھا ہے۔ لیکن نہایت افسوس سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ عیسائی پادری جیسے الٰہیات کے علوم حقہ سے بے بہرہ ہیں انسان پرستی کے نجس شرک میں مبتلا ہونے کے سبب سے انکی تاریک اور موٹی عقلوں کو علم کلام کی روشنی سے بھی حصہ نہیں ملا۔ صدیوں سے اسی ایک آیت کو خصوصاً اعتراض کا ہدف اور نکتہ چینی کا غرض بنا رکھا ہے مگر اس صاف امر کی طرف کبھی توجہ نہیں کی کہ اس آیت میں خود ہر قسم کی نزاع کے لئے قول فیصل موجود ہے۔ آیات اللہ میں بے جا خوض اور حرم الٰہی میں ناروا مداخلت کے ملزم بننے سے پہلے مناسب تھا کہ **ذنب** اور **مغفرت** کے معانی قرآن کریم کی اپنی اندرونی لغت سے تلاش کرتے اور

قرآن کریم کے مقاصد اور اغراض کو مد نظر رکھ کر ان لفظوں پر بحث کرتے۔

یہ آیت کیسی صاف اور اس مین اس بند قفل کی کیسی عمدہ کلید ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے کہ ہمنے تجھے فتح مبین اس لیے دی ہے کہ ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ تیرا ایک ذنب مغفور ہے اور تو معصوم ہے۔

بڑی غور اور فکر کے بغیر صرف لفظی ترجمہ سے ہر ایک شخص بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ یہ ذنب کا لفظ ان معنون مین ہرگز لیا نہین جا سکتا جنمین ان مقامات مین لیا جاتا ہے جہان مجرمون اور فاسقون اور بدکارون کی طرف منسوب ہو کر وارد ہوا ہے اس مقام مین تو خدا تعالی اپنی ان عظیم الشان انعامات اور احسانات کا تذکرہ کرتا ہے جو اسنے اس لانظیر فتح کے سبب سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیئے اور دکھایا ہے کہ دنیا مین ابتدا سے اسوقت تک کوئی ایسا نبی نہین آیا جسے ایسی فتح اور ایسی عزت ملی ہو یا اسے دوسرے لفظون مین یون تعبیر کر لو کہ ایسا نبی نہین ہوا جسنے خدا تعالی کے ایسے مبین فضل اور اکرام کا استحقاق اور قابلیت پیدا کی ہو اب کسقدر صاف بات ہے کہ یہان ذنب کے معنے یا دیگر انبیاء اور مومنین کی طرف منسوب ہو کر ذنب کے وہ معنے نہین جو اشرار اور فجار کے مقامات مین ہین اسلیے کہ ایک جگہ ذنب اور ذنوب کو خدا تعالی کی خوفناک گرفت اور مجرمون کی بیخکنی اور ابدی لعنت کا موجب کہا ہے جیسے فرمایا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ یعنی خدا نے ان فاسقون کو انکے ذنوب کے سبب سے ایسا پکڑا کہ پھر کوئی

مددگار انہین خدا کی سزا اور لعنت سے نجات دینے والا پیدا نہوا اس قسم کی اور بھی کئی
آیتین ہین جن مین انہی معنون مین لفظ ذنب آیا ہے لیکن اس مقام مین جہان ہم ہین خدا تعالی
فرماتا ہے کہ اس فتح مبین کے بعد تمام جہان جان جائیگا کہ تیرے متقدم اور متاخر ذنب
سب مغفور ہین یا اسے دوسرے لفظون مین یون سمجھو کہ خدا تعالی نے باوجود اسکے کہ نبی کریم
سے پہلے بھی اور پیچھے بھی ذنب صادر ہوئے مگر اُن کی تائید اور قوت کے لازم نتیجہ کے لحاظ سے
آپکو وہ فتح مبین دی اور وہ انعام اور فضل آپ پر کیئے جو کسی نبی پر نہین کیئے۔ کیا اب بھی
کسیکو یہ حق حاصل ہے کہ ہر مقام مین ذنب کو ایک ہی معنے مین لے جبکہ اس نے بدیہی
نظر سے دیکھ لیا ہے کہ ایک مقام مین باوجود صدور ذنب کے ایک خدا تعالی کے ان انعامات
کا مورد ثابت ہوتا ہے کہ جن کے نظیر کسی انسان تاریخ یا تاریخ انسان مین پائی نہین
جاتی اور دوسرے مقامات مین ان ہی ذنوب کے سبب سے مذنبین خدا تعالی
کی ہیبت انگیز سزاؤن مین گرفتار ہوئے۔ قرآن مبین اور کتاب حکیم مین
تناقض سمجھنا یا تناقض اور اختلاف کے پیدا کرنے کی کوشش کرنا پرلے
درجہ کے جاہل اور کودن کا کام ہے۔ صاف ظاہر کہ ایک لفظ کو ہر ایک
مقام مین ایک ہی معنے مین لیا نہین جا سکتا۔ اب مین خدا تعالے کی حول
و قوت سے دکھاتا ہون کہ اس جگہ اور دوسرے مقامات مین جہان راستبازونکی
نسبت یہ لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

کتاب و مضمون	زبان	قیمت
حجۃ اللہ - ردّ شیعہ وغیرہ۔	عربی مترجم اردو	۶ر
تقریر جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور میں ہوا متضمن حیات انسانی و حقیقت اسلام و حیوان سے انسان بننے و انسان سے با اخلاق بننے و با اخلاق انسان سے باخدا انسان بننے کی تفصیل مع تفسیر چند آیات مع مضمون مولوی نور الدین صاحب دیباچہ از نواب صاحب	اردو	۴ر
فیصلہ آسمانی - دعوت مباہلہ مخالفین سے فیصلہ کرنے کی تفصیل	″	۰۲ر
دافع البلاء - طاعون سے بچنے کا طریق و جواب بعض اعتراضات	″	۱ر
ضیاء الحق - ردّ عیسائی و جواب بعض اعتراضات متعلق پیشگوئی عبد اللہ آتھم	″	۲ر
نشان آسمانی - گذشتہ اولیاء کی پیشگوئیاں مسیح موعود علیہ السلام کے لئے۔	″	۲ر
سرّ الخلافہ - ردّ شیعہ	عربی	۸ر
شہادۃ القرآن - حضرت اقدسؑ کے مسیح موعود ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے۔	اردو	۴ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب - ردّ عیسائی	″	۲ر
ضرورۃ الامام - امام کی ضرورت اپنا ثبوت و مقدس [illegible]	″	۲ر
رسالہ جہاد مع ضمیمہ - ممانعت جہاد پر	″	۱ر
راز حقیقت - ثبوت قبر حضرت عیسیٰ سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں۔	″	۱ر
ست بچن - ردّ سکھ ۱۰ر - آریہ دھرم ردّ آریہ ۴ر	″	
مواہب الرحمٰن - نشانات صداقت حضرت اقدسؑ و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا۔	عربی مترجم فارسی	۶ر
اعجاز احمدی - مباحثہ موضع مد کا ذکر اور مولوی ثناء اللہ کو تحدی۔	اردو و عربی مترجم اردو	۳ر

کتاب و مضمون	زبان	قیمت
کشتی نوح - طاعون سے بچنے کا طریق اور احمدی تعلیم کی تفصیل۔	اردو	۰۳ر
خطبہ الہامیہ - قربانی کی اصل حقیقت و ثبوت دعویٰ خود - و تفسیر چند آیات۔	عربی مترجم فارسی و اردو	عہ
تحفہ گولڑویہ - مفتری و صادق میں مابہ الامتیاز۔	اردو	۱۰ر
تحفہ غزنویہ - جواب اشتہار مولوی عبد الحق غزنوی	″	۳ر
تحفہ ندوہ - ندوۃ العلماء کو تبلیغ۔	″	۰ر
الہدیٰ - اخبار المنار کا جواب و ہا اسکو تحدی	عربی مترجم اردو	۶ر
تریاق القلوب - چند پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی تفصیل	اردو	۱۲ر
جنگ مقدس - مباحثہ حضرت اقدسؑ ہمراہ عبد اللہ آتھم عیسائی - ردّ عیسائی۔	″	۶ر
الحق بحث لدھیانہ - مابین حضرت اقدسؑ و مولوی محمد حسین بٹالوی لدھیانہ میں۔	″	۶ر
تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی علامات المقربین اپنی جماعت کے دونوں شہیدوں کے ایمانی نمونہ کے بطور تحریص و ترغیب	اردو و عربی	۵ر
تذکرۃ الشہادتین	فارسی	۳ر
کشف الغطاء - اعلیٰ حکام کو اپنی نسبت واقفیت کرانا	اردو	۴ر
لیکچر لاہور - اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ اور ثبوت مسیح موعود ہونے کا۔	″	۲ر
لیکچر سیالکوٹ جس میں حضرت اقدسؑ نے کرشن کا اوتار ہونا اپنا ظاہر فرمایا ہے۔	″	۱ر
حضرت اقدسؑ کی تقریر ذنوب کا مجموعہ گناہ کی بخشش کا ذریعہ اور آئندہ شدید طاعون کی پیشگوئی حقیقت توبہ و اسرار نماز وغیرہ۔	″	۳ر
الحق - مباحثہ حضرت اقدسؑ ہمراہ مولوی محمد بشیر مقام دہلی	″	۸ر

کتاب	زبان	قیمت
مسیح ہندوستان میں ثبوت سفر مسیح یروشلم سے بعد صلیب کشمیر کی طرف	اُردو	
منن الرحمٰن - تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں اور عربی - زبان تمام زبانوں کی ماں ہے	”	
براہین احمدیہ حصہ پنجم مع ضمیمہ -	”	
البلاغ - جسکا دوسرا نام فریاد درد ہے -	”	
ترغیب المؤمنین -	عربی مترجم اُردو	
نزول المسیح جس میں ایک سو پچاس پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت درج کیا گیا ہے -	اُردو	

لجۃ النور - عربی مترجم اُردو - درثمین اشعار عربی مترجم اُردو

نجم الھدیٰ - چار زبان عربی اردو - فارسی انگریزی

مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب

کتاب	زبان	قیمت
ردّ تناسخ - ردّ آریہ	اُردو	۲ر
ایک شیعہ کے خط کا جواب - ردّ شیعہ	”	۲ر
فصل الخطاب وابطال الوہیت مسیح رد عیسائی	”	۸ر آر

مصنفہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب

کتاب	زبان	قیمت
لیکچر بر گناہ	اُردو	۰ر
دعوۃ الندوہ	”	۱۰ر
خلافت راشدہ حصہ اول - ردّ شیعہ قرآن مجید سے -	”	۸ر
خلافت راشدہ حصہ دوم المعروف الفرقان ردّ شیعہ قرآن مجید سے -	”	۴ر

مصنفہ حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب

کتاب	زبان	قیمت
اعلام الناس حصہ دوم	اُردو	۴ر
شمس بازغہ - ردّ کتاب گولڑوی -	”	۳ر
احسن الکلام	”	۰ر
سواء السبیل - صیانۃ الناس	”	۱ر ۱ر
آیات الرحمٰن - ردّ عصائے موسیٰ	”	۸ر
صیانۃ القرآن - ردّ مولوی چکڑالوی	”	۳ر

مصنفہ میر حامد شاہ صاحب

کتاب	زبان	قیمت
مسلمانوں کا خدا اور اُسکے حضور دعا -	اُردو	۱ر
پنج ارکان اسلام و سخن معقول -	نظم ”	
دعوت دہلی ولیکچر اسلام -	”	

دیگر تصانیف سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو احباب نے کی ہیں

کتاب	زبان	قیمت
وفات مسیح مع پیشگوئی لیکھرام و آتھم -	نظم پنجابی	۴ر
پیغام حق یعنی سچا اسدا	”	۱ر
چراغ مسیح عجیب طرز ثبوت وفات مسیح و دلائل مسیح موعود	اُردو	۱ر
تنبیح حقیقت چند اعتراضوں کا جواب -	نظم پنجابی	۱۰ر
وفات مسیح - پسندیدہ حضرت اقدس -	”	۲ر
کامن احمدی - عورتوں کیلئے مفید -	”	۱ر
عاقبۃ المکذبین - چمکا حق - کامن احمدی بی بی	”	
سچ بیان حصہ اول -	”	۱۰ر
حقیقت نزول مسیح -	”	۶ر
دعوۃ الحق - ردّ عیسائی -	اُردو	۰ر
عربی بول چال - عربی زبان سیکھنے کیلئے بہت عمدہ ہے	”	۹ر
رسالہ فضل حق - تائید حق -	”	
دعوۃ الحق مع ضمیمہ منظوم - تبلیغ -	”	۱ر
سلاسل التعلیم بچوں کو عربی سکھانے کیلئے مع تصاویر	عربی	۲ر
سیرۃ النبی رسول اللہؐ کے اخلاق میں -	عربی مترجم اُردو	۰ر
سلاسل فضائل - رسولؐ کی فضائل میں	”	۲۰ر
حمائلیں و قرآن مجید مترجم وغیرہ مترجم	از ۱۲ر	تا عہ

مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب

کتاب	زبان	قیمت
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ اوّل -	اُردو	۶ر
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ عم -	”	۲ر
تفسیر سورہ فاتحہ یعنی ذکر الحکیم نمبر ۲ -	”	۴ر
ذکر الحکیم نمبر (۱) -	”	۲ر
تشخیص الامراض -	”	عہ ۸ر